علم تفسیر و حدیث کا ارتقاء

گزشتہ چودہ صدیوں میں

ڈاکٹر محمد آفتاب خان

ڈاکٹر مولانا عبدالحکیم اکبری

ادبیات

Marfat.com

DATA EN

علم تفسیر و حدیث کا ارتقاء

گزشتہ چودہ صدیوں میں

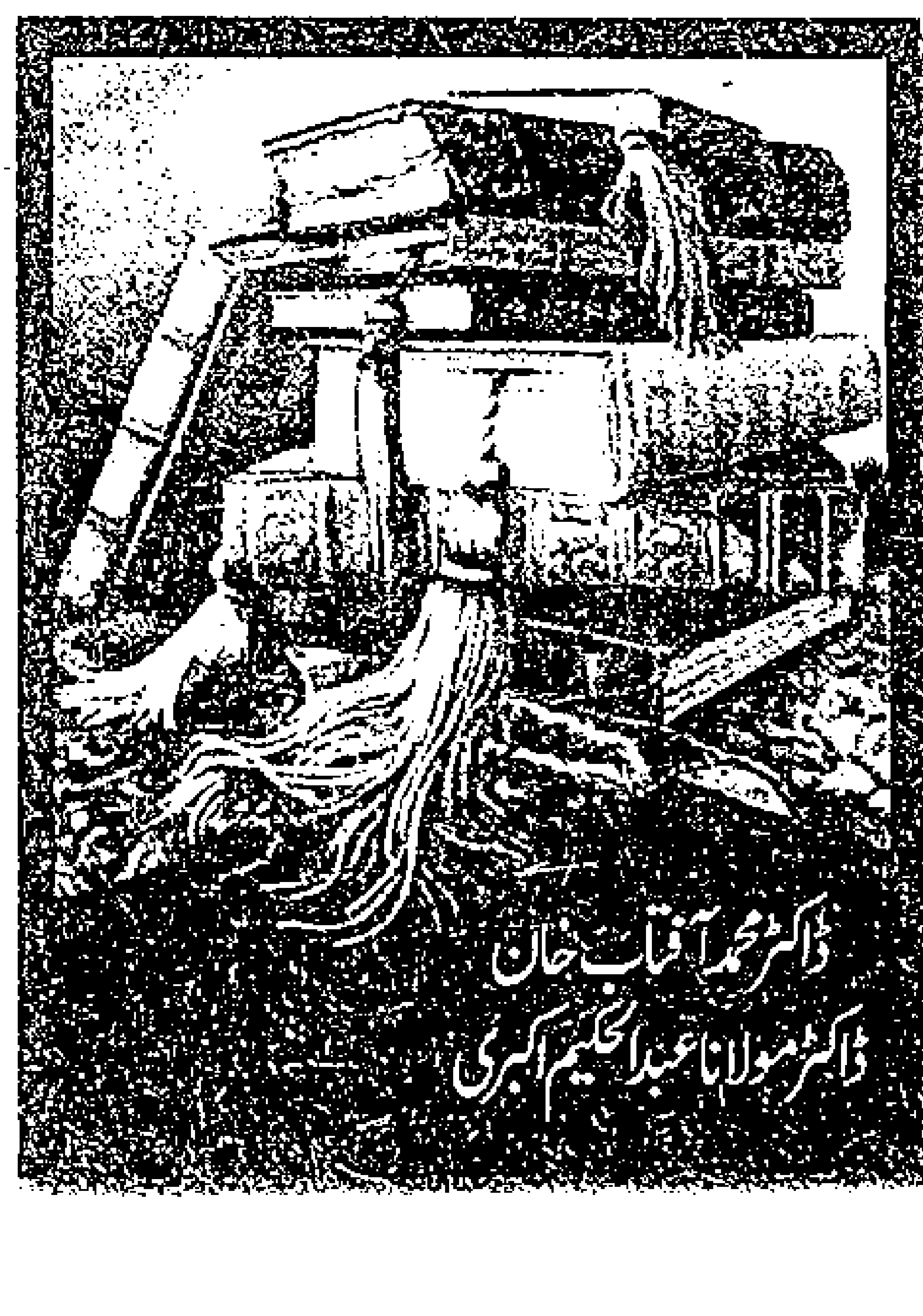

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37361408, 042-37232788
E-mail: idarasulemani@yahoo.com
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

297 161
56 آ
11067 م
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب کا نام	علم تفسیر وحدیث کا ارتقاء
مصنف	ڈاکٹر محمد آفتاب خان
	ڈاکٹر مولانا عبدالحکیم اکبری
ناشر	حافظ عمار وحید سلیمانی
مطبع	آر۔آر۔ پرنٹرز
تعداد	۵۰۰
قیمت	-/۳۰۰ روپے

دست یابی

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور • فون: 042-37232788
042-37361408 E-mail: Idarasulemani@yahoo.com
www.sulemani.com.pk
www.facebook.com/idarasulemani

Marfat.com

انتساب

نوجوان نسل کے نمائندوں
سلیم اور طاہرہ کے نام
جنہیں انکارِ حدیث کے ذریعے
اسلام سے برگشتہ کرنے کی
سازش کامیاب نہ ہوسکی!

اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ O (سورۃ الشعرآء:۸۹)
ترجمہ: ”ہاں جو شخص خدا کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے گا)“

ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندھری

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

ابواب	موضوعات	صفحات
آغاز سخن		9
باب اوّل:		
علم تفسیر کا ارتقاء —— چودہ صدیوں کا اجمالی جائزہ		17
قرآن کریم کا اجمالی تعارف		19
تفسیر قرآن کے معنی ومفہوم		26
تدوین وحفاظت قرآن مجید، ایک نظر میں		29
حفاظت قرآن اور عربی زبان		35
باب دوم:		
تفسیر قرآن کا ارتقاء		37
تفسیر قرآنی کے ارتقائی مراحل		37
کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں مشہور ترین مفسرین		43
مفسر تابعین		45
تبع تابعین میں مفسرین		45
محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات (نزول وحی سے 11ھ تک) میں تفسیری ارتقاء کا جائزہ		46
اصحاب رسول ﷺ کے دور میں تفسیر		47
تابعین کے دور میں تفسیر قرآن		48

Marfat.com

عہد تابعین کے علمی کام پر مختصر تبصرہ 56
علوم قرآن کی مختلف کتب 58
تبع تابعین کے دور میں تفسیر قرآن کا ارتقاء 63

باب سوم:

تیسری صدی ہجری سے زمانہ حال تک کے تفسیری ارتقاء کا جائزہ 67
تیسری صدی ہجری کے مفسرین 67
چوتھی صدی ہجری کے مفسرین 68
پانچویں صدی ہجری کے مفسرین 70
چھٹی صدی ہجری کے مفسرین 71
ساتویں صدی ہجری کے مفسرین 73
آٹھویں صدی ہجری کے مفسرین 74
نویں صدی ہجری کے مفسرین 76
دسویں صدی ہجری کے مفسرین 77
1091 ہجری سے 1354 ہجری تک کے مفسرین 78
1358ھ سے 1420 ہجری تک کے مفسرین 80

باب چہارم:

برصغیر ہندوپاکستان میں تفسیر کا ارتقاء 83
تیسری صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے اہم مفسرین 83
1000 صدی ہجری سے 1130 ہجری تک کی عربی تفاسیر کے مفسرین 85
1140 ہجری سے 1356 ہجری میں عربی تفاسیر کے مفسرین 86
برصغیر ہندوپاکستان میں اردو تفاسیر 87
بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے اہم مفسرین اور ان کی تفاسیر 87
چودہویں صدی ہجری کے نصف دور اول میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین 89

Marfat.com

چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین 90
پندرھویں صدی ہجری میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین 92
چند اہم ترین تفاسیر 93
فقہی مکاتب فکر (مذاہب) کا ظہور 95
مختلف علاقائی زبانوں نیز اردو میں قرآن کے تراجم و تفاسیر 101
دنیا کی دیگر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم 102
اسرائیلی روایات کا جائزہ 104

باب پنجم:
گزشتہ چودہ صدیوں میں تفسیر قرآنی کے ارتقاء کا ایک اجمالی جائزہ 111

باب ششم:
حدیث، تدوین حدیث اور علم حدیث کا تاریخی پس منظر 127
تعارف 127
مستشرقین اور احادیث 133
مستشرقین اور محدثین 138
مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ
ہندو پاکستان میں انکار حدیث کا تاریخی پس منظر 146
برصغیر میں علم حدیث 146

باب ہفتم:
علم حدیث کا ارتقاء 165
علم حدیث کا مختصر تعارف 165
دور اوّل 166
ایک غلط فہمی کا ازالہ 169
دوسرا دور 173

Marfat.com

تیسرا دور 175
حدیث کے چند نئے علوم 176
تدوین حدیث کا چوتھا مرحلہ 180

باب ہشتم:
محدثین اور فقہا کا اجمالی تعارف 185
امام ابوحنیفہ۔ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ امام بخاری
امام مسلم۔ امام نسائی۔ امام ابی داؤد۔ امام ابن ماجہ 185
1400 سال کے محدثین کے علمی کارناموں کا جائزہ 196
برصغیر ہندو پاکستان میں محدثین کرام کی علمی خدمات کا جائزہ 210
محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تدوین حدیث کا ایک اجمالی جائزہ 217

باب نہم:
غلطی ہائے مضامین (احادیث پر شکوک وشبہات کا جائزہ) 219
احادیث کی کثرت تعداد 219
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض 225
تدوین حدیث 200 سال بعد 226
محدثین کی بے مثال یادداشت 230
ترویج واشاعت حدیث اور غلام (موالی) 232

باب دھم:
علم حدیث کے بارے میں چند عمومی امور 243
امت مسلمہ کے مختلف فرقوں کا مختصر احوال 254
حوالہ جات 267

Marfat.com

آغازِ سخن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی.

خالق کائنات نے تخلیق انسانی کے دو مقاصد بیان فرمائے ہیں ایک یہ:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ٥﴾

''میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور دوسرا یہ:

﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً﴾

''یاد کرو جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ میں زمین میں خلیفہ بھیجنے والا ہوں''

عبادت کی انجام دہی اور خلافت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا، انسان کی تخلیق کے یہ دو مقاصد متعین کر دیے گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مقاصد کی تکمیل اس وقت تک ممکن نہیں جب تک خالق کائنات ہی کی طرف سے ان کے بارے میں راہ نمائی میسر نہ ہو۔

ان دونوں مقاصد کے تحت ایک انسان کو زندگی گزارنے کے لیے خالق کائنات نے مکمل تفصیلات کے ساتھ راہنمائی فراہم کی ہے اور اسی راہنمائی کے لیے ابتدائے آفرینش سے خالق کائنات نے دو سلسلے چلائے ہیں۔ ایک شخصیات کا جو انبیاء ورسل ہیں۔ اس سلسلے کے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔ دوسرا سلسلہ کتب وصحائف کا ہے اور اس سلسلے کی آخری

Marfat.com

کتاب قرآن حکیم ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کی گئی۔ قرآن کریم کے الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور اس کے معانی و مفاہیم بھی جن پر رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی میں عمل کر کے دکھایا۔ اس لحاظ سے اہل علم و مفسرین نے وحی کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ایک وحی متلو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے الفاظ کی تلاوت کرتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ پر اس کا نزول فرمایا۔ جبکہ دوسری قسم وحی غیر متلو یعنی احادیث نبوی ہیں جن کی معجزانہ طور پر اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا ایسا نظام اپنے خاص بندوں (محدثین کرام) کے دل میں القاء کیا جس کی نظیر اس سے قبل دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی جسے دنیا علم جرح وتعدیل اور علم اسماء الرجال کے نام سے جانتی ہے! اس لحاظ سے قرآن مجید کے ساتھ حدیث کا تذکرہ ناگزیر ہے کیونکہ قرآن حکیم کو حدیث کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ یہ دونوں اسلام کی بنیادیں اور محور ہیں۔ قرآن اگر علم ہے تو احادیث رسول عمل ہیں، قرآن حکیم اجمال ہے تو حدیث نبوی اس کی تفصیل ہے اور اسی پر تمام امت کا عمل اور اتفاق ہے اور جنھوں نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کیا وہ نہ صرف خود گمراہ ہوئے بلکہ دوسروں کی گمراہی کا بھی باعث بنے!

گیارہویں ہجری میں نبی پاک ﷺ کی رحلت کے بعد اسلامی حکومت گوناگوں مسائل کا شکار ہوگئی جن میں فتنۂ ارتداد فتنۂ مدعیان نبوت اور مانعین زکوٰۃ اہم ترین مسائل تھے تاہم مشیت ایزدی کے تحت ان مسائل کے حل کے لیے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک ایسا گروہ تیار ہو گیا تھا جنہوں نے براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ سے راہنمائی اور تربیت حاصل کی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی راہ نمائی میں تمام صحابہ کرام اور مسلمانوں نے اس قدر یک جہتی اور اتفاق کے ساتھ ان فتنوں کا مقابلہ کیا کہ یہ فتنے جلد ہی ہمیشہ کے لیے دم توڑ گئے!

خلافت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور خلافتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں اسلام جس قدر تیزی سے پھیلا اور جس سرعت کے ساتھ اسلامی تعلیمات نے لاکھوں لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا تھا، اس

Marfat.com

نے یہود ونصاریٰ کو سخت پریشان کر دیا کہ اگر اسلامی تعلیمات اسی انداز سے ملکوں اور قوموں کو اپنے حلقۂ اثر میں لیتی رہیں تو پھر ساری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرانے لگے گا۔ اس خطرے کے پیش نظر انہوں نے اسلام کے راستے میں بند باندھنے کی کوششوں کا آغاز کیا۔ اس ضمن میں جہاں صلیبی جنگوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کیا گیا جو آج بھی ''تہذیبوں کے درمیان جنگ'' کی شکل میں پاکستان، افغانستان، عراق وغیرہ میں جاری ہے بلکہ عیسائی اور یہودی مبلغین نے یورپ اور امریکہ کے حکمرانوں کی پشت پناہی اور مالی وسائل سے مشنریز (Missionaries) کا ایک ایسا سلسلہ شروع کیا جو آج بھی غیر سرکاری تنظیموں (NGO's) کی شکل میں مختلف سوشل سروسز (تعلیمی ادارے، ہسپتال وغیرہ کے قائم کرنے) کی صورت میں دنیا کے بیشتر حصوں میں جال ہمرنگ زمین بچھا کر مغربی استعمار کے مسلمان ملکوں پر قبضے کے لئے راہیں ہموار کرنے میں مصروف عمل ہیں!

یہود ونصاریٰ کی ان کوششوں میں گھناؤنا کردار ان مستشرقین (Orientialists) نے سرانجام دیا جنھوں نے اسلامی علوم وفنون کا علم حاصل کرنے کے بعد قرآن و حدیث اور سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا اور ان میں سے کچھ نے نام نہاد معروضی تحقیق (Objective Research) کے پردے میں قرآن کریم کی تعلیمات کو مشق ستم بنایا اور اس پر دل کھول کر اعتراضات کیے۔ کسی نے طبع آزمائی کے لیے احادیث کا انتخاب کیا اور ان کے بارے میں دور از کار تاویلات، غلط تاریخی روایات اور اپنے ذہن سے من مانی تشریحات کے ذریعے انہیں مشکوک بنانے کی سعیٔ ناتمام شروع کی۔ ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنھوں نے رسالت مآب ﷺ کی سیرت پاک پر ایسے ایسے اعتراضات کرنے شروع کیے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے کے مشرکین، اور کفار مکہ نیز یہود ونصاریٰ کو بھی نہ سوجھے تھے۔ ان تینوں اقسام کے مستشرقین نے اپنے اپنے ذہنوں کی اختراع اور قلم کے جوہر دکھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور مسلم محققین کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ مستند احادیث اور واقعات کو رد کر کے کمزور اور

Marfat.com

ضعیف روایات کو قبول کرنے میں نقد و جرح کے تمام تر اصولوں کو جی بھر کر پامال کیا!

مستشرقین کی ان علمی بددیانتیوں اور غلط بیانیوں کا ایک نہایت قبیح پہلو یہ تھا کہ مسلم ممالک کے مغربی تعلیم و تہذیب سے متاثر بزعم خود مفکرین نے ان کے خیالات کو اپنی تحریروں میں اس طریق پر پیش کرنا شروع کیا کہ:

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے!

اس ضمن میں اس کتاب میں بھی ان کی علمی بددیانتی کے بارے میں چند مختصر معروضات پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کا مقصد...... مستشرقین اور ان کے متبع نام نہاد مسلمان اہل علم کی بیان کردہ تمام تر لغویات کا جائزہ لینا پیش نظر نہیں کہ متعدد صحیح الفکر اہل علم نے اس بارے میں تفصیلاً جائزہ لیا ہے۔ دراصل ان سطور کا محرک مصنفِ اول کی ایک زیر تصنیف کتاب کے ایک باب میں اس تاریخی پس منظر کو واضح کرنے کا داعیہ تھا کہ گزشتہ 1400 سالوں میں قرآن کریم اور احادیث مختلف تدریجی منازل سے ارتقاء کرتی ہوئیں آج ہم تک کن کن مراحل سے گزر کر پہنچی ہیں۔ چونکہ مستشرقین نے مسلمان پڑھے لکھے طبقے کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے یہ مناسب ہے کہ ان کی تردید کی جائے۔ اس ضمن میں خاص کر روبن لیوی (Ruben Levy)، پروفیسر کیمبرج یونیورسٹی انگلستان کی کتاب (1962) The Social Structure of Islam ہمارے پیش نظر رہی ہے۔ عورت اور مرد کے درمیان مساوات، پردہ، مساجد میں عورتوں کی نماز باجماعت کی ادائیگی، عورت کی امامت اور تصوف وغیرہ جیسے موضوعات کے بارے میں اس کتاب میں قرآن وحدیث کی تعلیمات اور تاریخی حقائق کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر ریسرچ کرتے ہوئے جب چند پاکستانی اہل قلم خواتین و حضرات کی کتب و رسائل و مقالہ جات کا مطالعہ کیا گیا تو یہ جان کر بہت حیرت ہوئی کہ انہوں نے بھی پروفیسر روبن لیوی کی کتاب کے اکثر مندرجات انہی کے دلائل کے ساتھ اپنی نگارشات میں پیش کر دیئے ہیں۔

Marfat.com

اپنی مجوّزہ کتاب کے اس باب کو تحریر کرنے کے لیے جب قلم اٹھایا تو یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا چلا گیا اور یہ کوشش از خود ایک کتاب کی شکل اختیار کر گئی۔ اسی دوران مصنف کو گومل یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری نیز مرکزی مسجد کی لائبریری کے علاوہ ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری صاحب، خطیب اعلیٰ مسجد ہذا سے استفادے کا موقع بھی ملا۔ موصوف کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو سے اس بارے میں نہ صرف بہت سی مفید معلومات حاصل ہوئیں بلکہ اس تمام تر علمی مواد کو ایک علیحدہ کتابی شکل میں طبع کرانے کی تحریک بھی ہوئی۔ تاہم اس کا ایک مختصر حصہ ایک باب کی شکل میں مصنف کی انگریزی کی مجوّزہ کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے (جو زیر تصنیف ہے) جبکہ تفصیلی مواد کو علیحدہ سے انگریزی اور اردو میں شروع کرنے کے لیے از سر نو کام کا آغاز ہوا۔

اس ضمن میں ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری صاحب نے جس انداز میں راہنمائی فرمائی اور کتب کی فراہمی میں فراخ دلانہ تعاون فرمایا، اس کا تقاضہ ہوا کہ انھیں بھی اس کوشش میں شریک کیا جائے۔ اس درخواست کو موصوف نے نہایت وسعت قلبی اور کشادہ ظرفی کے ساتھ شرف قبولیت بخشا اور بار بار تمام کتاب کا مطالعہ کیا نیز قدیم مآخذ کتب سے حوالہ جات کی فراہمی جیسا کٹھن فریضہ بھی سرانجام دیا۔

زیر نظر کتاب میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ تدوین و حفاظت قرآن نیز حدیث کی کتابت اور تدوین کا آغاز محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے ہوا تھا۔ اس ضمن میں تمام تر اسناد اور حقائق نہایت ہی اتصال و تسلسل کے حامل ہیں۔ اس کتاب میں فتنہ وضع حدیث کی تاریخ سے بھی بحث کی گئی ہے اور اس کے وجوہ و اسباب کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ نیز یہ کہ محدثین کرام نے اس فتنہ کے انسداد کے لیے کیا تدبیریں اور مساعی جمیلہ سرانجام دیں، ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

یہ کتاب عام قارئین کے مطالعے کے نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہے تاکہ اگر کسی کے ذہن میں قرآن و حدیث کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہو تو اس کا ازالہ ہو سکے تاہم پڑھے لکھے نوجوان جو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم ہیں اور جو اسلامی تعلیم کے ان دو اہم

Marfat.com

ترین مآخذ کے بارے میں بہت زیادہ آگہی نہیں رکھتے۔اس کے مندرجات کو پڑھ کر نہ صرف اس غلط پروپیگنڈے کا شکار ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے،جس کے ذریعے اکثر تعلیمی اداروں کے اساتذہ،مغربی تعلیم وتہذیب کے زیر اثر،طلباء کے ذہنوں میں ریب وتشکیک کے کانٹے بو دیتے ہیں بلکہ وہ مثبت طور پر اپنے اس ماضی سے بھی آگاہ ہو سکیں گے اور اس علمی ورثے پر بجا طور پر فخر کر سکیں گے جو ان کے آباء واجداد نے گذشتہ چودہ صدیوں میں فراہم کیا جو قرآن وسنت کی صورت میں محفوظ ہے اور ان کی تعلیمات پر عمل کر کے مسلمانوں نے دنیا کے ایک بہت بڑے خطے پر حکومت کر کے انسانیت کو اس فلاح و بہبود،امن اور آشتی سے بہرہ مند کیا تھا جس کے لیے آج کی دنیا اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی پھر رہی ہے۔ان کی تمام تر مساعی کے باوجود امن وآشتی ایک سراب کی مانند اس سے دور سے دور تر ہوتے چلے جارہے ہیں۔ہماری اس کوشش سے اگر ایک شخص کے ذہن سے بھی اس شک وشبہ کا ازالہ ہو جائے اور کوئی ایک نوجوان بھی اپنے ماضی کے بارے میں مطمئن ہو کر،مستقبل کی تعمیر کے لیے عزم نو کے ساتھ،قرآن وحدیث کی تعلیمات کو مشعلِ راہ بنا کر،کوششوں کا آغاز کر سکا،تو ہم سمجھیں گے کہ ہمیں ہماری کوششوں کا صلہ مل گیا۔

لا پھر اک بار وہی بادہ وجام اے ساقی
ہاتھ آ جائے مجھے میرا مقام اے ساقی!

کتاب کا اصل مسودہ انگریزی میں لکھا گیا تھا۔اس دوران مصنف کو عمرہ کے لیے حرمین شریفین کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔اس موقع پر حرمین شریفین میں انگریزی کتاب کا بیشتر حصہ اردو میں ترجمہ کرنے کا وقت بھی مل گیا۔تاہم اس کی نوک پلک درست کرنے میں محترم ڈاکٹر اکبری صاحب کے علاوہ چند دیگر اہل علم نے تعاون فرمایا۔اس کتاب کی تیاری میں جن مآخذ سے حوالہ جات درج کیے گئے ہیں،وہ حوالہ جات کے صفحات میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ہم ان تمام اہل علم نیز پبلشر صاحبان کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فریضہ سمجھتے ہیں بالخصوص محترم شبیر قمر

Marfat.com

صاحب جنھوں نے بہت رقت نظر سے مسودہ دیکھا اور متعدد اغلاط کی تصحیح فرمائی۔ اسی ضمن میں ہمارے عزیز رشید سبحانی بھی ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں جنھوں نے کمپوزنگ کے مختلف مراحل سرانجام دیئے باوجود اپنی خرابی صحت کے۔ اس کے علاوہ جناب حکیم عروہ وحید سلیمانی بھی ہمارے خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں کہ اس کتاب کا تمام تر ظاہری حسن ان کی جدت وطبع کا مرہون منت ہے، جنھوں نے اس دینی اور علمی کام میں معاونت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی عنایت سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان سے واپسی کے بعد مصنفین کے درمیان یہ علمی سلسلہ بذریعہ خط وکتابت اور ٹیلی فون جاری رہا۔ اس ضمن میں مصنفین کو جن مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا، وہ اصحاب علم وفضل سے پوشیدہ نہیں۔ تاہم مقدور بھر کوشش اور خواہش کے علی الرغم، اغلاط وتسامح سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اس لیے اہل علم سے درخواست ہے کہ ہر قسم کی کوتاہی اور فروگذاشت کی نشان دہی فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن نیز انگریزی کتاب میں اصلاح کردی جائے۔

۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ
۱۵ جون ۲۰۱۲ء

ڈاکٹر محمد آفتاب خان
ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری

Marfat.com

علم تفسیر

Marfat.com

باب اول:

علم تفسیر کا ارتقاء —— چودہ صدیوں کا اجمالی جائزہ

اسلام بحیثیت ضابطۂ حیات، انسانی زندگی کے لیے تا قیامت ہدایت اور راہ نمائی کا سرچشمہ ہے۔ اللہ کریم نے انسان کو صرف پیدا ہی نہیں فرمایا اور اسے اس دنیا میں اپنی راہ تلاش کرنے کے لیے تنہا نہیں چھوڑا بلکہ اس کی راہ نمائی کے لیے انبیائے کرام مبعوث فرمائے جنہوں نے مختلف زمانوں میں دنیا کی اقوام کے لیے وہ ہدایت اور راہ نمائی فراہم کی جس کی انہیں ضرورت تھی۔ مختلف انبیاء کو کتب آسمانی سے نوازا گیا تاہم انبیاء و رسل کا یہ سلسلہ حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہو گیا۔ جنھیں قرآن کریم کی نعمت سے سرفراز فرمایا گیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد اولین قرآن کریم میں متعدد مقامات پر واضح کیا گیا ہے۔ سورہ النحل (16:44) میں اس مقصد کی یوں وضاحت کی گئی ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ٥﴾

”اور ہم نے یہ ذکر (قرآن) آپ ﷺ پر نازل کیا ہے تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کر دیں جو ان کے لیے اتاری گئی ہے اور تا کہ وہ غور کریں۔“

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد، قرآن کریم کی آیات کا مفہوم و معنی بتانا اور ان پر عمل درآمد کر کے دکھانا تھا...... یہ آپ کی بعثت کا مقصد وحید تھا جو آپ ﷺ نے نہایت تندہی اور اخلاصِ کامل کے ساتھ پورا کیا...... اقبال نے آپ ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کی جانب یوں توجہ دلائی:

Marfat.com

گفتۂ او، گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود!

محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی تشریح و تعبیر اللہ کریم کی راہ نمائی اور ہدایت کی روشنی میں فرمائی۔ اس لحاظ سے اللہ کریم کی راہ نمائی ان آیات پاک پر مشتمل ہے جو قرآن میں نازل ہوئیں جسے محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک مختلف زمانوں میں لوگوں نے حفظ کیا اور جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ نیز اللہ تبارک و تعالیٰ کی دوسری راہ نمائی نبی کریم ﷺ کے اقوال و فرامین، اعمال اور افعال کی شکل میں ظہور پذیر ہوئی جسے عرف عام میں احادیث یا سنت کہتے ہیں۔ ایک صحابی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے محمد رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا؟...... حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا''؟...... اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی سراپا قرآن تھی...... یاد رہے کہ ہدایتِ ربانی کی یہ دوسری قسم جو محمد رسول اللہ ﷺ نے امت کو تلقین فرمائی اور اپنے عمل سے اس کی وضاحت فرمائی، یہ اگرچہ قرآن میں درج نہیں، اسے ''وحیٔ غیر متلو یا وحیٔ خفی'' کہتے ہیں۔ ان دو اقسام کی راہ نمائی میں فرق یہ ہے کہ قرآنی ہدایت، سورتوں اور آیات کی شکل میں انھی الفاظ میں موجود ہے جو اللہ کریم نے آپ ﷺ پر نازل فرمائی تھی اور جو آج تک قرآن کریم کی صورت میں بلفظہٖ موجود ہے جبکہ راہ نمائی کی دوسری قسم (سنت) اللہ کریم کی اس راہ نمائی پر مشتمل ہے جس کا اظہار محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال و ارشادات اور اعمال و افعال کی شکل میں موجود ہے (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے ضمیمہ ب)۔ قرآن کریم نے اپنے مخصوص انداز میں اس کی یوں وضاحت فرمائی:

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ ﴾

(سورہ النجم: 4-3)

''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یہ (قرآن) تو حکم اللہ ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔''

Marfat.com

قرآن کریم: ایک اجمالی تعارف:

اس سے قبل کہ ہم قرآن کریم کی تفسیر کے ارتقا کا جائزہ لیں جو 1400 سالوں کے عرصے پر محیط ہے، یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے بارے میں چند حقائق و معلومات بھی جان لیں تا کہ ان کی روشنی میں اس تاریخی پس منظر اور علمی کام کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ کرنا آسان ہو جائے جسے امت کے بہترین دماغوں نے ایک طویل عرصہ میں سرانجام دیا ہے۔

''سب سے پہلے تو یہ جان لینا ضروری ہے کہ قرآن کریم کس قسم کی کتاب ہے؟...... ''اس کا مرکزی موضوع کیا ہے؟'' نیز اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟'' اس کے علاوہ ایک شخص کے لیے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے کہ وہ قرآن کے مخصوص سٹائل، اس کی خاص اصطلاحات اور اس طریق کار کے بارے میں بھی معلومات حاصل کرے جو قرآن کے ساتھ مخصوص ہیں اور جو ان مخصوص حالات و واقعات کے پس منظر میں دی گئی ہیں۔ بالفاظ دیگر قرآن کریم کی مختلف سورتوں کے نزول کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے جو قرآن کریم کے نزول کا سبب بنا۔ اس ضمن میں چند حقائق درج ذیل ہیں''
(سید مودودی 2000)

☆ ''خداوند عالم نے جو ساری کائنات کا خالق، مالک اور فرمانروا ہے، اپنی بے پایاں مملکت کے ایک حصے یعنی زمین میں انسان کو پیدا کیا...... اسے بھلائی اور برائی کی تمیز بخشی اور ارادے کی آزادی دے کر اسے اس زمین میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا...... اس موقع پر اس کی حیثیت کے بارے میں یہ واضح کر دیا گیا کہ اس سلطنت کا بشمول انسان کے، مالک، معبود اور حاکم میں ہوں۔ میری اس سلطنت میں تمہاری حیثیت خود مختار مالک کی سی نہیں بلکہ نائب کی ہے...... تمہیں میرے سوا کسی کی اطاعت نہیں کرنی چاہیے۔ دنیا کی یہ زندگی تمہارے لیے آزمائش ہے جس کے بعد تمہیں واپس آ کر مجھے اپنی کارکردگی کا حساب دینا

Marfat.com

ہے۔ کامیابی کی صورت میں تمہیں ابدی راحت و مسرت کا وہ گھر ملے گا جس کا نام جنت ہے اور ناکامی کی صورت میں اس ابدی رنج و مصیبت کے گڑھے میں پھینکے جاؤ گے جس کا نام جہنم ہے۔''

☆ اس فہمائش کے بعد مالک کائنات نے نوع انسانی کو زمین میں جگہ دی اور حضرت آدم کو وہ ہدایات عطا فرمائیں جن کے مطابق انہیں زندگی بسر کرنی تھی...... یہ اوّلین انسان جو زمین پر بھیجے گئے تھے پوری طرح حقیقت اور علم سے بہرہ ور تھے ...... اس طرح وہ مسلمان یعنی خدا کی اطاعت و بندگی کے طریقے کے مطابق زندگی بسر کرنے والے بنا کر بھیجے گئے تھے...... یہی بات انہوں نے اپنی اولاد کو بتائی۔ صدیوں تک اولاد آدم اس طریق زندگی کے مطابق زندگی بسر کرتی رہی...... لیکن بعد میں وہ اس سے منحرف ہو گئے...... انہوں نے اللہ کے ساتھ بہت سے ایسے دیگر معبودانِ باطل کو بھی ملا لیا جن کی پرستش کرنے کی کوئی سند ان کے پاس نہیں تھی۔ اس طرح زمین فتنے اور فساد سے بھر گئی۔''

☆ ''خداوند تعالیٰ نے جو محدود آزادی اور انتخاب کی مہلت انسان کو بخشی تھی اس کا یہ تقاضہ تھا کہ وہ انہیں غلط راستے پر چلنے کی مہلت دیئے رکھتا اور اپنی مشیت سے انہیں غلط راستے سے صحیح راستے پر نہ موڑتا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے انسانوں کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے چند لوگوں کو منتخب کر کے ان کی راہ نمائی کرنے کا جو فریضہ اپنے ذمہ لیا تھا اس کے تحت مختلف قوموں میں ایسے پیغمبر مبعوث ہوتے رہے جو اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی صحیح راہ کی نشاندہی کرتے رہے اور لوگوں کو اس راستے کی طرف بلاتے رہے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث تھا...... ان سب پیغمبروں کا ایک ہی دین تھا...... ان سب کا ایک ہی کام تھا کہ بنی نوع انسان میں سے جو ان کی دعوت کو قبول کریں، انہیں وہ ایک امت بنائیں تا کہ یہ امت نہ صرف اللہ کے قانون کی خود پابندی کرے بلکہ دوسروں

Marfat.com

تک بھی اس دعوت کو پہنچاتی رہے...... انسانوں کی ایک قلیل تعداد نے ان کی دعوت پر لبیک کہا اور ایک کثیر تعداد لوگوں کی ایسی تھی جس نے اس راہ ہدایت پر چلنے سے انکار کر دیا۔"

☆ "اللہ تعالیٰ نے سب سے آخر میں اس کارِ عظیم کے لیے محمد رسول اللہ ﷺ کو سرزمین عرب میں مبعوث فرمایا جس کے لیے پہلے انبیاء آتے رہے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے ذمہ نہ صرف عام لوگوں تک دعوتِ دین پہنچانے کا ذمہ تھا بلکہ انبیائے سابقین کی منحرف اور گمراہ امتوں کو بھی دوبارہ راہِ حق پر چلانا تھا۔ اس طریق پر وہ تمام لوگ جو اس ہدایت کو مان لیتے انہیں ایک گروہ (امتِ مسلمہ) بن کر اس دنیا میں دعوت دین کو پھیلانا تھا...... اس دعوت اور ہدایت کی کتاب کا نام قرآن ہے، جو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔"

☆ قرآن کریم کی یہ حقیقت اور اس کے متعلق چند بنیادی معلومات حاصل ہونے کے بعد اب شاید یہ سمجھنا آسان ہو کہ اس کتاب کا موضوع کیا ہے؟ اس کا مرکزی مضمون کیا ہے؟ اور اس کا مقصد نزول کیا ہے؟

☆ اس کا موضوع انسان ہے، اس اعتبار سے کہ بلحاظِ حقیقتِ نفس الامری اس کی فلاح اور اس کا خسران کس چیز میں ہے۔

☆ اس کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ انسان نے خدا اور نظام کائنات اور خود اپنی ہستی اور دنیوی زندگی کے متعلق جو نظریات قائم کیے ہیں اور ان نظریات کی بنا پر جو رویّے اس نے اختیار کیے ہیں وہ سب حقیقتِ نفس الامری کے لحاظ سے غلط اور نتیجے کے اعتبار سے خود انسان کے لیے تباہ کن ہیں۔ انسان کی فلاح کا راستہ وہی ہے جس کی نشاندہی اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس سرزمین پر بھیجتے وقت کر دی تھی۔

☆ اس کا مقصدِ نزول انسان کو اس صحیح رویہ (دین حق) کی طرف دعوت دینا ہے اور اللہ کی ہدایت کو واضح طور پر پیش کرنا ہے جسے انسان اپنی غفلت سے گم اور شرارت سے مسخ کرتا رہا ہے۔"

Marfat.com

☆ ''ان تمام امور کو ذہن میں رکھ کر جب ہم قرآن پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ یہ کتاب کہیں بھی اپنے موضوع، اپنے مدعا اور اپنے مرکزی مضمون سے بال برابر بھی نہیں ہٹتی۔ اول سے لے کر آخر تک اس کے مختلف النوع مضامین اس کے مرکزی مضمون کے ساتھ اس طرح جڑے ہوئے ہیں جیسے ایک ہار کے چھوٹے بڑے رنگ برنگ جواہر، ہار کے رشتے میں مربوط و منسلک ہوتے ہیں۔ وہ زمین کی ساخت پر، انسان کی خلقت پر، آثار کائنات کے مشاہدات اور گزری ہوئی قوموں کے واقعات پر گفتگو کرتا ہے، مختلف قوموں کے عقائد و اخلاق اور اعمال پر تنقید کرتا ہے، مابعد الطبیعی امور و مسائل کی تشریح کرتا ہے مگر اس لیے نہیں کہ اسے طبیعیات، تاریخ، فلسفے، یا کسی دوسرے علم کی تعلیم دینی ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ حقیقتِ نفس الامری کے متعلق انسان کی غلط فہمیاں دور کرنا چاہتا ہے اور اصل حقیقت انسان کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہر چیز کا ذکر صرف اس حد تک کرتا ہے جس حد تک کہ وہ اس کے مرکزی مضمون سے مطابقت رکھتی ہے اور یوں وہ غیر متعلق تفصیلات کو نظر انداز کرتا ہوا اپنا تمام بیان ''دعوتِ دین'' کے مرکزی نقطے پر ہی مرکوز رکھتا ہے۔''

''قرآن کے بارے میں مزید ایک بات سمجھنے کی ہے اور وہ یہ کہ یہ اس نوعیت کی کوئی کتاب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بیک وقت لکھ کر محمد ﷺ کو دے دیا ہو اور کہہ دیا ہو کہ اسے شائع کر کے لوگوں کو ایک خاص رویۂ زندگی کی طرف بلائیں۔ نیز یہ اس نوعیت کی بھی کتاب نہیں کہ اس میں مصنفانہ انداز پر کتاب کے موضوع اور مرکزی مضمون سے بحث کی گئی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں نہ تصنیفی ترتیب پائی جاتی ہے نہ کتابی اسلوب۔ دراصل اس کی اصل نوعیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ایک بندے پر نازل کیا تا کہ وہ اپنے قبیلے کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دے۔ اس کام کے لیے جن ہدایات کی ضرورت تھی آغاز میں صرف وہی ہدایات دی گئیں۔ اس میں پیغمبر کو اس امر کی تعلیم دی گئی کہ وہ خود اپنے آپ کو اس عظیم الشان کام کے لیے کس طرح تیار کرے اور

11067ک

Marfat.com

کیسے کام کا آغاز کرے۔''

''دوسرے حقیقت نفس الامری کے متعلق ابتدائی معلومات اور حقیقت کے بارے میں ان غلط فہمیوں کی تردید جو گردوپیش کے لوگوں میں پائی جاتی تھیں اور جن کی وجہ سے ان کا رویہ غلط ہو رہا تھا۔ تیسرے صحیح رویّے کی طرف دعوت اور ہدایت الٰہی کے ان بنیادی اصولِ اخلاق کا بیان، جن کی پیروی میں انسان کے لیے فلاح وسعادت ہے۔''

''یہ پیغامات (وحی) ابتدائے دعوت کی مناسبت سے چھوٹے چھوٹے مختصر بولوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ جن کی زبان نہایت شستہ، شیریں، پُراثر اور مخاطب قوم کے مذاق کے مطابق بہترین ادبی رنگ لیے ہوتی تھی۔ اہل مکہ کے کانوں میں جب اس دعوت کی آواز پڑی تو ان کا ردعمل تین صورتوں میں ظاہر ہوا:

۱۔ ''چند صالح آدمی اس دعوت کو قبول کر کے امت مسلمہ بننے کے لیے تیار ہو گئے۔''

۲۔ ''ایک کثیر تعداد جہالت یا خودغرضی یا آبائی طریقے کی محبت کے سبب مخالفت پر آمادہ ہو گئی۔''

۳۔ ''مکّے اور قریش کی حدود سے نکل کر اس دعوت کی آواز نسبتاً وسیع حلقے میں پہنچنے لگی۔''

☆ ''اس مرحلے پر اسلام اور جاہلیت کے درمیان ایک سخت جان گسل کشمکش شروع ہوئی جس کا سلسلہ آٹھ نو سال تک چلتا رہا۔ لوگوں نے اس تحریک کو بزور مٹا دینے کی کوشش کی۔ انہوں نے اسے مٹانے کے لیے سارے حربے استعمال کر ڈالے۔ جھوٹا پروپیگنڈا، الزامات، شبہات اور اعتراضات کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ اسلام قبول کرنے والوں پر نہایت وحشیانہ ظلم ڈھانے شروع کیے۔ ان کا معاشی اور معاشرتی مقاطعہ کیا۔ حتیٰ کہ کچھ لوگ اس سے تنگ آ کر دو دفعہ اپنے گھر چھوڑ کر حبش کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے اور بالآخر تیسری مرتبہ ان سب کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنا پڑی۔''

Marfat.com

☆ ''اس طویل دور میں اللہ تعالیٰ حسب موقع اور حسب ضرورت اپنے نبی ﷺ پر ایسے پر جوش خطبے نازل کرتا رہا جن میں دریا کی سی روانی، سیلاب کی سی قوت اور تیز وتند آگ کی سی تاثیر تھی۔ ان خطبوں میں اہل ایمان کو ڈھارس بندھائی گئی، ان کی تربیت کے لیے ہدایات دی گئیں اور دوسری طرف مخالفین کو ان قوموں کے انجام سے ڈرایا گیا جن کی تاریخ سے وہ خود واقف تھے اور ان بستیوں کے کھنڈرات سے عبرت دلائی گئی جن پر سے شب و روز اپنے سفروں میں ان کا گزر ہوتا تھا۔ توحید اور آخرت کی دلیلیں ان کھلی کھلی نشانیوں سے دی گئیں جو رات دن، زمین و آسمان میں ان کی آنکھوں کے سامنے نمایاں تھیں۔ ان کے ایک ایک شبہ کو رفع کیا گیا، ان کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور انہیں خدا کے غضب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرایا گیا تاکہ وہ مخالفت چھوڑ کر اس دعوت کو قبول کر لیں۔

مکے میں جب اس دعوت کو دیتے ہوئے تیرہ چودہ سال گزر گئے تو رسول اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ عرب کے تمام حصوں سے مسلمان آ کر مدینہ میں جمع ہو گئے اور یوں امت مسلمہ کا چھوٹا سا گروہ ایک باقاعدہ ریاست کی بنیاد ڈالنے میں کامیاب ہو گیا۔ پرانی جاہلیت کے علمبرداروں سے مسلّح مقابلہ ہوا، انبیائے سابقہ کی امتوں (یہود و نصاریٰ) سے سابقہ پیش آیا۔ خود امت مسلمہ کے اندرونی نظام میں مختلف اقسام کے منافقین داخل ہو گئے تھے، ان سے بھی واسطہ پڑا اور دس سال کی شدید کشمکش سے گزر کر یہ تحریک کامیابی کی اس منزل پر پہنچی کہ سارا عرب اس کے زیر نگین ہو گیا اور عالمگیر دعوت واصلاح کے دروازے اس کے سامنے کھل گئے۔ اس تمام دور میں ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی تقریریں محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوتی رہیں جن کا انداز کبھی آتشیں خطابت کا، کبھی شاہانہ فرامین واحکام کا، کبھی معلّمانہ درس وتعلیم کا، کبھی مصلحانہ افہام وتفہیم کا ہوتا تھا۔ مقصد ان تمام خطبوں کا یہ ہوتا تھا کہ مسلمانوں کو تعلیم وتربیت کے ذریعے اس اسلامی ریاست کے چلانے کے لیے تیار کیا

Marfat.com

جائے۔ دوسری طرف ان لوگوں کو جو دائرۂ ایمان سے باہر تھے (اہل کتاب، منافقین، مشرکین) سمجھانے کی کوشش کی جاتی تھی۔''

''اس تمام بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم ایک دعوت کے ساتھ اترنا شروع ہوا اور وہ دعوت اپنے آغاز سے لے کر اپنی انتہا کی تکمیل تک ۲۳ سال کی مدت میں جن جن مرحلوں اور جن جن منزلوں سے گزرتی رہی ان کی مختلف النوع ضرورتوں کے مطابق قرآن کریم کے مختلف حصے نازل ہوتے رہے۔ پھر قرآن کے جو حصے دعوت کے ارتقا کے ساتھ نازل ہوئے وہ بھی رسالوں کی شکل میں شائع نہیں کیے گئے بلکہ تقریروں کی شکل میں بیان کیے جاتے تھے اور اسی شکل میں پھیلائے جاتے تھے۔ ان خطبوں کی نوعیت ایک داعی کے خطبوں کی سی تھی جسے دل و دماغ، عقل اور جذبات ہر ایک کو اپیل کرنا ہوتا تھا اور جس کو ہر قسم کی ذہنیتوں سے سابقہ پیش آتا ہے۔''

درج بالا گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ:

- قرآن ان معروف معنوں میں کوئی ''کتاب'' نہیں جس میں ایک متعین موضوع پر معلومات، خیالات اور دلائل کو ایک خاص تصنیفی ترتیب کے ساتھ مسلسل بیان کیا گیا ہو۔
- قرآن، اصطلاحی معنوں میں سائنس (طبیعی یا عمرانی) کے کسی ایک مضمون کی بھی کتاب نہیں جس میں اس مضمون سے متعلق معلومات درج کی گئی ہوں...... اگرچہ اس میں انفس و آفاق کی جانب بے شمار اشارے ملتے ہیں...... انسانوں کے عروج و زوال کی داستانیں بھی پائی جاتی ہیں...... آثار کائنات، فلسفہ، مابعد الطبیعیات، علوم طبعی، عمرانیات، قانون، اخلاقیات، غرضیکہ بے شمار موضوعات کے بارے میں ذکر پایا جاتا ہے، کہیں مختصر اور کہیں تفصیل کے ساتھ لیکن قرآن کریم کو ان میں سے کسی ایک موضوع سے متعلق کتاب نہیں کہہ سکتے۔ وہ زمین اور آسمان کی ساخت پر، انسان کی خلقت پر اور دیگر موضوعات پر گفتگو کرتا ہے مگر اس لیے نہیں کہ اسے زمین و آسمان کی ساخت کے بارے میں کوئی

Marfat.com

معلومات فراہم کرنی ہیں یا انسان کی خلقت کے بارے میں وہ کچھ معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہے۔

☆ قرآن میں ان تمام امور کے بارے میں جس قدر معلومات بھی درج ہیں وہ صرف اس لیے ہیں کہ قرآن کریم ان تمام امور کو بطور نشانی (آیات) استعمال کر کے انسان کو توجہ دلاتا ہے کہ کوئی اس کائنات کا خالق، مالک اور معبود ہے...... چونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس لیے تمہاری خلقت کے بارے میں جو کچھ وہ بیان کر رہا ہے اگر اسے بنیاد بنا کر اپنی جستجو کا آغاز کرو گے تو بہت جلد راہ حقیقت کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

تفسیر قرآن کے معنی و مفہوم:

عربی زبان میں تفسیر کے معنی ''کسی چیز کو کھول کر بیان کرنا یا تشریح کرنے'' کے ہیں۔ ایک اسلامی اصطلاح کے طور پر اس کا مطلب ''قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کی تشریح و توضیح ہے تا کہ اس کے مخاطب کو بآسانی سمجھ میں آسکیں'' ...... جیسا کہ اس باب کے آغاز میں سورہ النحل (16: 44) کے حوالے سے بیان کیا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ صرف قرآن کے الفاظ کی تعلیم دیں بلکہ اس میں ان الفاظ و ہدایات کی تشریح و توضیح بھی شامل تھی ...... یہی وجہ ہے کہ اکثر صحابہ کرام مختلف سورتوں کو پڑھنے نیز سمجھنے اور ان کے معنی و مفہوم پر عمل کرنے میں کئی کئی سال لگاتے تھے۔

قرآنی تفاسیر کا ارتقائی جائزہ لینے سے قبل یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم یہ معلوم کریں کہ تفسیر قرآن کے ماخذ و مصادر کیا ہیں؟...... اہل علم نے قرآن کریم کی توضیح و تشریح (تفسیر قرآن) کے درج ذیل مصادر و ماخذ بیان کیے ہیں:

ا۔ قرآن کریم:

قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کا سب سے اوّلین اور اہم ترین ماخذ خود قرآن کریم

Marfat.com

ہے...... قرآن کریم میں چند مقامات پر کوئی حکم ربانی مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے جبکہ اس کی توضیح وتفصیل کسی دوسری آیت/سورت میں کر دی گئی ہے...... یہی وجہ ہے کہ مفسرین کرام کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ قرآنی احکامات کی تشریح وتوضیح کسی دوسری آیت قرآنی سے ہی اخذ کریں۔

۲۔حدیث:

قرآنی تفسیر کا دوسرا اہم ترین ماخذ احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں جس کا اظہار آپ ﷺ نے اپنے اقوال، فرامین، اعمال اور افعال کی صورت میں کیا۔

۳۔اقوال صحابہ کرام:

قرآنی تفسیر کا تیسرا اہم ترین ماخذ صحابہ کرام کے اقوال ہیں...... چونکہ صحابہ کرام نے براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے استفادہ کیا تھا، انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان سے قرآنی آیات نیز ان کی تشریح وتوضیح اخذ کی تھی اس لیے ان کے وہ اقوال قرآنی تفسیر کا ایک اہم ماخذ ہیں۔ نیز چونکہ قرآن کریم ان کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا، اس لیے وہ قرآن کریم کی مختلف آیات وسورتوں کے پس منظر اور حالات سے آگاہ تھے۔ اسی ضمن میں اہل علم کے درمیان مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ جن آیات کی تشریح، تعبیر میں صحابہ کرام کے درمیان ہم آہنگی اور اتفاق رائے پایا جاتا ہو اس سے کسی صورت بھی اختلاف یا تجاوز نہیں کرنا چاہیے...... تاہم اگر مختلف اصحاب کے اقوال میں کسی آیت کی تشریح وتعبیر میں اختلاف ہو تو پھر اہل علم ان میں سے کسی ایک قول/رائے کو عقل ونقل کی روشنی میں ترجیح دے سکتے ہیں۔ (تاہم پھر بھی کسی قولِ صحابی سے ہٹ کر رائے دینا صحیح نہیں)۔

۴۔اقوال تابعین:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ان اصحاب کے اقوال بھی قرآنی تفسیر کے اہم ماخذ ہیں

Marfat.com

جنہوں نے اگرچہ محمد رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور تربیت نہیں پائی تھی لیکن مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا تھا اور وہ ان کے شاگردانِ رشید تھے۔

۵۔عربی زبان:

کیونکہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس لیے قرآنی تفسیر وتشریح کا ایک اہم ماخذ عربی زبان کے ادبی اسالیب اور اس میں استعمال ہونے والی اصطلاحات و واقعات ہیں، نیز اس ضمن میں لغت وتاریخ کا جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

۶۔تدبر وتفکر:

کیونکہ قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے جس کی آیات میں ہزار ہا رموز و معانی پنہاں ہیں اور جو قیامت تک کے حالات اور مسائل کا حل پیش کرتا ہے اس لیے اگر کوئی شخص درج بالا امور جاننے کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنی میں تدبر وتفکر کے ذریعے کسی مسئلے کا حل نکالتا ہے تو یہ بھی قرآنی آیات کی تشریح کا ایک اہم ماخذ مانا گیا ہے۔ اقبال نے قرآنی آیات کی انہی حکمتوں اور اس میں پنہاں ہدایت کی جانب یوں اشارہ کیا ہے:

گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن
فاش گو ئیم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
صد جہانِ تازہ در آیات اوست
عصر ہا پیچیدہ در آیاتِ اوست
بندۂ مومن ز آیاتِ خدا است
ایں جہاں اندر بر اُو چوں قباست
چوں کہن گردد جہانِ در برش
می دہد قرآن جہانِ دیگرش

Marfat.com

یک جہانِ عصر حاضر را بس است
گیر اگر در سینہ دل معنی رس است

ترجمہ: ''اگر تو مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارنا چاہتا ہے تو قرآن پر عمل کیے بغیر یہ ممکن نہیں۔ میں تمہیں اپنے دل کی بات بتاؤں کہ یہ محض ایک کتاب نہیں بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کی آیات میں سینکڑوں جہان آباد ہیں اور اس کی آیات میں بے شمار زمانوں کے حالات پوشیدہ ہیں۔ بندۂ مومن خدا کی نشانیوں میں سے ہے اور وہ قرآن کا عملی نمونہ ہے۔ جب اس کے خیالات و اعمال میں کوئی کمی یا تشنگی واقع ہوتی ہے تو قرآن اس کے سامنے فکر و عمل کا ایک نیا جہان پیش کر دیتا ہے۔ عصرِ حاضر کے تمام مسائل کا حل قرآن کی تعلیمات میں پوشیدہ ہے بشرطیکہ تیرے سینے میں ایسا دل ہو، جو اس کے معنی تک رسائی حاصل کر سکتا ہو۔''

تدوین و حفاظت قرآن مجید......ایک نظر میں:

ذیل کی سطور میں ہم تدوین و حفاظت قرآن کے بارے میں ایک مختصر جائزہ پیش کر رہے ہیں جس سے یہ بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ ۲۳ سال کی مدت میں قرآن مجید کی تدوین اور حفاظت کس طریق پر عمل میں آئی:

☆ نزول قرآن کا آغاز دسمبر 409ء میں ہوا۔

☆ سب سے پہلے نازل ہونے والی ۵ آیات ''سورہ اقراء'' (یعنی سورہ العلق ۹۶: ۵) ہیں۔

☆ ابتدائی زمانے میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ قرآنی آیات حفظ کریں اور پانچوں نمازوں میں اس کی تلاوت بھی کریں۔

☆ جن مسلمانوں کے پاس تحریری آیات ہوتی تھیں، وہ انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے سامنے پڑھ کر سناتے تھے اور یوں ان کی تحریروں کی توثیق ہو جاتی تھی۔

Marfat.com

☆ مسلمانوں کی تعداد بڑھنے پر دیگر صحابہ کرام کو بھی قرآن کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا۔

☆ قرآن مجید کے تحریری نسخوں کا اوّلین سراغ غالباً نبوت کے پانچویں سال، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے پر ملتا ہے جو ان کی بہن اور بہنوئی نے انہیں اسلام لانے سے پہلے دکھایا۔

☆ اس کے بعد بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر مدینے سے کچھ لوگ آ کر مسلمان ہوئے۔ ان میں سے بنی زریق کے ایک شخص کو اس وقت تک کی نازل شدہ سورتوں کا مجموعہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا...... جو مدینہ میں پہنچ کر اپنے قبیلے کی مسجد میں با آواز بلند اس کی تلاوت کرتے تھے...... گویا یہ قرآن کریم کے مدوّن ہونے یا تحریری صورت میں پائے جانے کا دوسرا واقعہ ہے جس کی صراحت مؤرخین نے کی ہے۔

☆ قرآن کریم کی تدوین ترتیب زمانی کے لحاظ سے نہیں ہوئی تھی۔ آج ایک سورہ نازل ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت فرماتے کہ اس کو فلاں مقام پر لکھ لو۔ پھر کل ایک آیت نازل ہوئی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اس کو فلاں آیت سے قبل یا فلاں آیت کے بعد لکھو یا فلاں سورہ میں لکھو؟

☆ اس طرح مدون شدہ نسخوں کی جانچ پڑتال، ہر رمضان میں کی جاتی تھی کہ اس وقت تک نازل شدہ قرآن کو بآواز بلند دہرایا جاتا تھا اور ایسے صحابہ جن کو لکھنا پڑھنا آتا تھا، وہ اپنا ذاتی نسخہ ساتھ لاتے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت پر اس کا مقابلہ کرتے جاتے۔

☆ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ آخری سال، وفات سے چند ماہ پہلے، جب رمضان کا مہینہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کا پورا قرآن مجید لوگوں کو دو مرتبہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میری وفات قریب آ گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے بارے میں حضرت جبرائیل نے مجھے کہا ہے کہ میں دو مرتبہ سناؤں

Marfat.com

تا کہ اگر کسی سے غلطیاں ہوئی ہیں تو وہ باقی نہ رہیں۔

☆ محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد، مسیلمہ کذاب سے یمامہ کے مقام پر جنگ ہوئی جس میں بہت سے بہترین حفاظِ قرآن شہید ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس طرح قرآن مجید کے حفاظ شہید ہوتے رہے یا ان کی طبعی موت واقع ہوتی رہی تو قرآن کریم کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو سکتا ہے جو انبیائے سابقہ کی کتابوں کے ساتھ ہوا کہ وہ بدل ڈالی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہلے پہل اشکال ہوا کہ جو کام محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں نہیں کیا تو میں کیسے کروں؟...... تاہم بعد میں انہیں شرح صدر ہو گیا اور انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جو کاتب وحی تھے حکم دیا کہ وہ یہ کام کریں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اعلان کرا دیا کہ جس شخص کے پاس قرآن کریم کا کوئی حصہ تحریری صورت میں ہو جس کا اس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے سن کر دوبارہ مقابلہ بھی کر لیا ہو تو وہ لا کر اس کمشن کو دے جس کے صدر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے اور جس میں دیگر صحابہ کرام بشمول حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

☆ اس کمشن کو یہ حکم دیا گیا کہ قرآن مجید کے جو نسخے پیش کیے جائیں، قابل اعتماد ہوں، محمد رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سے تصدیق شدہ ہوں (جسے ''عرضہ یا پیش کش'' کہتے ہیں) نیز اگر کوئی آیت کم از کم دو تحریری نسخوں میں موجود ہو تو اسے لکھا جائے ورنہ رد کر دی جائے!

☆ اس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قرآن مجید کی تدوین ہوئی، اس کام کو کاتب وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں سرانجام دیا گیا، یاد رہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے وقت کم از کم بیس پچیس حافظ موجود تھے جن میں کچھ انصار اور کچھ مہاجرین تھے، جنہیں سارا قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ ان میں ایک حافظہ خاتون حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔

Marfat.com

- ☆ اس کمشن کے سامنے جو لوگ نسخہ لا کر پیش کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے قسم لیتے کہ یہ نسخہ وہی ہے جس کی تصحیح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی ہے۔
- ☆ اس طریق پر جانچ پڑتال کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے شروع سے آخر تک پڑھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ اس میں ایک آیت کم ہے جو ان کے حافظے میں تو موجود تھی مگر کسی تحریری نسخے میں موجود نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے چکر لگائے، مہاجرین، انصار کے گھروں میں جا کر پوچھا۔ تاہم انصار میں سے ایک شخص کے پاس ایک تحریری نسخہ ملا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا ہوا تھا لیکن چونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہدایت تھی کہ جب تک دو تحریری نسخوں میں کوئی آیت نہ ملے اسے درج نہ کیا جائے جبکہ وہ آیت صرف ایک نسخے میں موجود تھی۔...... یہاں مشیتِ ایزدی اپنا اثر دکھاتی ہے۔ اتفاق سے ایک اور صحابی کے ذاتی نسخے میں وہ آیت بھی لکھی ہوئی مل گئی جن کے متعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان کے کسی کام سے خوش ہو کر کہا تھا کہ آج سے تمہاری شہادت دو شہادتوں کے برابر ہے۔ اس طرح اس آیت کو انہوں نے ایک شخص سے لے کر نقل کیا۔
- ☆ تدوین قرآن کا یہ نسخہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت میں ان کے پاس رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ نسخہ امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی بھی تھیں کے پاس رہا جو ان چند خواتین میں سے تھیں جن کو پڑھنا لکھنا آتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ نسخہ دوبارہ خلیفۂ وقت (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے پاس لایا جائے...... واقعہ یہ ہوا کہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران، اسلامی فتوحات کا سلسلہ اس قدر تیزی کے ساتھ بڑھا کہ دور دور تک اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ اس دوران آرمنیا کی جنگ کے دوران فوج کے امام اور مقتدیوں میں بعض آیات کی قرأت پر جھگڑا ہو گیا۔ امام نے کوئی

Marfat.com

آیت ایک قرأت کے ساتھ پڑھی جو اس نے اپنے استاد (صحابی) سے سیکھی تھی جبکہ دوسرا فریق کہنے لگا کہ ان کے استاد (صحابی) نے اس کی قرأت دوسری طرح سے کی ہے...... اس فوج کے کمانڈر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے اس مسئلے کو کسی طرح سے رفع کیا تاہم مدینہ پہنچنے پر سب سے پہلے وہ خلیفۂ وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملے اور کہا کہ امیر المؤمنین، امت محمدیہ کی خبر لیجئے اور یہ تمام واقعہ سنایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ نسخہ امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے منگوایا اور اس نسخہ کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (کاتب وحی اور اس نسخہ کو حتمی شکل دینے والے صحابی) سے کہا کہ اس کی نقول تیار کریں۔ مزید یہ ہدایت بھی فرمائی کہ چونکہ عربی زبان، مختلف علاقوں میں کسی قدر اختلاف لہجہ کے ساتھ بولی جاتی ہے اس لیے جہاں کسی لفظ کے تلفظ میں اختلاف پایا جائے تو اسے مکہ معظمہ (قریش) کے تلفظ کے مطابق لکھا جائے۔ لہٰذا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی نسخے کے مطابق چار نقول تیار کیں۔ ان نسخوں کو ایک ایک کر کے مسجد نبوی میں ایک شخص نے بآواز بلند پڑھا تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مصحف میں کوئی تبدیلی کی ہے۔ اس کے بعد یہ چار (یا ایک روایت کے مطابق سات) نسخے مملکت اسلامی کے مختلف صوبوں کے صدر مقام پر بھیج دیئے گئے۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ آئندہ انہی نسخوں سے نقل کر کے دیگر نسخے تیار کیے جائیں اور اگر کسی کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی نسخہ ہو تو اسے تلف کر دیا جائے...... اس طریق پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر آج تک قرآن مجید کے جو نسخے ہمارے پاس نسلاً بعد نسل چلے آ رہے ہیں وہ پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک وہی ہیں۔ اس میں سے ایک نسخہ روس کے شہر تاشقند میں ہے...... ایک امریکہ میں ہے...... ایک انگلستان میں ہے...... ایک نسخہ کابل میں ہے...... ایک مصر میں ہے...... ایک استنبول میں کسی میوزیم میں ہے جس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقع پر گرنے والے خون کے سرخ نشان بھی

Marfat.com

موجود ہیں ......ایک نسخہ انڈیا آفس لائبریری لندن میں ہے، اس پر سرکاری مہریں ثبت شدہ ہیں اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نسخۂ قرآن ہے!...... اس لحاظ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کہتے ہیں۔

☆ اس ضمن میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۱۹۹۲ء) نے قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں ایک تاریخی واقعہ لکھا ہے کہ آج سے 75-70 سال قبل بعض اہل مغرب کو یہ خیال ہوا کہ مسلمانوں کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کیا جائے کہ قرآن کریم موجودہ زمانے میں وہی ہے جس کی تدوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی تھی۔ اس مقصد کے لیے جرمنی میں ایک ادارہ بنایا گیا۔ دوسری جنگ عظیم سے پہلے اس ادارے میں قرآن کریم کے بہت سے قلمی نسخے جمع کیے گئے۔ اسی طرح بائیبل کے بھی بہت سے نسخے جمع کیے گئے۔ ماہرین کی دو ٹیموں کو بٹھا دیا گیا کہ وہ اس امر کا جائزہ لیں کہ قرآن کریم اور بائیبل میں تحریری یعنی کتابت اور مختلف تحریروں سے نقل کردہ نسخوں میں کوئی اختلاف ہے یا نہیں؟ لیکن ابھی یہ ادارہ اپنا کام کر ہی رہا تھا کہ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے پر بم گرا اور اس کا سارا ریکارڈ ضائع ہو گیا لیکن اس ادارے کی ایک ابتدائی رپورٹ جو ایک رسالے میں جرمن زبان میں شائع ہوئی تھی وہ اس تباہی کے باوجود بچ گئی تھی۔ اس رپورٹ میں لکھا تھا کہ قرآن مجید کے جتنے بھی نسخے ہم نے دیکھے ان میں کتابت کی غلطیاں تو تھیں کہ لکھنے والے سے لکھنے میں غلطی ہو گئی مثلاً الف چھوٹ گیا یا ب چھوٹ گئی جسے لکھنے والوں نے ٹھیک بھی کیا ہوا تھا تاہم تمام جمع شدہ نسخوں میں کوئی اختلاف نہیں ملا۔ انہوں نے لکھا کہ اختلاف نسخ کی تو کوئی ایک بھی مثال موجود نہیں۔ جہاں تک بائیبل کی غلطیوں کا تعلق ہے تو اس میں کتابت کی انفرادی غلطیاں تو ہم نے نظر انداز کر دیں لیکن جب اختلاف نسخ کا جائزہ لیا گیا تو کوئی پونے دو لاکھ کے قریب اختلافات نکلے! ان پونے دو لاکھ میں تقریباً ۲۵۰۰۰ وہ اختلافات ہیں جو انتہائی بنیادی اہمیت کے حامل ہیں جس

Marfat.com

سے بائبل کے مطالب اور پیغام پر فرق پڑتا ہے۔

حفاظت قرآن مجید اور عربی زبان:

قرآن کریم، عربی زبان میں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخری نبی ﷺ کی کتاب کے لیے عربی زبان کا انتخاب کیوں ہوا؟...... اس سوال کا جواب ڈاکٹر حمید اللہ (۱۹۹۲) نے اپنے مشہور زمانہ ''خطبات بہاولپور'' میں دیا، آپ کے بقول ''یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ زبانیں رفتہ رفتہ بدل جاتی ہیں۔ خود اردو زبان کو لیجئے۔ اب سے پانچ سو سال پہلے کی کتاب مشکل سے ہمیں سمجھ میں آتی ہے۔ دنیا کی ساری زبانوں کا یہی حال ہے۔ انگریزی میں پانچ سو سال پہلے کے مولف ''چاسر'' (Chaucer) کی کتاب کو آج کل لندن میں کوئی شخص یونیورسٹی کے فاضل پروفیسروں کے سوا سمجھ نہیں سکتا۔ یہی حال دوسری قدیم وجدید زبانوں کا ہے۔ یعنی وہ رفتہ رفتہ ناقابل فہم ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا کا آخری پیغام بھی کسی ایسی تبدیل ہونے والی زبان میں آتا تو خدا کی رحمت کا اقتضاء یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہم بیسویں صدی کے لوگوں کو پھر ایک نئی کتاب دے تاکہ ہم اسے سمجھ سکیں کیونکہ گذشتہ صدیوں کی کتاب زبان کے بدل جانے سے اب تک ناقابل فہم ہو چکی ہوتی...... دنیا کی زبانوں میں سے اگر کسی زبان کو یہ استثناء ہے کہ وہ نہیں بدلتی تو وہ عربی زبان ہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی ہم عصر عربی، یعنی قرآن مجید اور حدیث شریف میں جو زبان استعمال ہوئی ہے اور جو عربی آج ریڈیو پر آپ سنتے ہیں یا جو آج عربی اخبارات وکتب میں پڑھتے ہیں، ان دونوں میں بلحاظ مفہوم، الفاظ، گریمر، (صرف ونحو) ہجے اور تلفظ کوئی فرق نہیں ہے۔ آج رسول اکرم ﷺ زندہ ہوں اور میں ایک عرب کی حیثیت سے اپنی موجودہ عربی میں آپ سے گفتگو کروں تو آپ ﷺ اس کا ہر لفظ سمجھیں گے۔ اگر رسول اللہ ﷺ مجھے جواب مرحمت فرمائیں تو آپ ﷺ کا ہر لفظ میں سمجھ سکوں گا کیونکہ ان دونوں زبانوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ میں اس سے یہ استنباط کرتا ہوں کہ آخری نبی پر بھیجی ہوئی آخری کتاب ایسی زبان میں ہونی چاہیے جو غیر تبدیل پذیر ہو۔ لہٰذا عربی کا انتخاب کیا گیا۔''

Marfat.com

Marfat.com

باب دوم:

تفسیر قرآن کا ارتقاء

تفسیر قرآنی کے ارتقائی مراحل:

اہل علم نے قرآنی تفسیر کے ارتقاء کو درج ذیل مراحل میں تقسیم کیا ہے:

(ا) پہلا مرحلہ:

تفسیر قرآنی کا پہلا اور اولین مرحلہ اس دور پر مشتمل ہے جس دور میں محمد رسول اللہ ﷺ موجود تھے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں صحابہ کرام کو جب بھی کوئی مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تھا یا قرآن کے معنی یا مفہوم کو جاننے میں دقت پیش آتی تھی۔ اگرچہ وہ خود بھی عربی زبان جانتے تھے تاہم پھر بھی وہ نبی کریم ﷺ کی جانب رجوع کرتے تھے جو ہمیشہ اس معاملے میں ان کی راہنمائی فرماتے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ عادت تھی کہ وہ ان معانی ومفاہیم کو اپنے دوسرے ساتھیوں کو بھی بتادیا کرتے تھے جو اس مجلس میں حاضر نہیں ہوتے تھے اور یوں یہ ہدایت تمام یا بیشتر صحابہ کرام تک پہنچ جاتی تھی۔

(ب) دوسرا مرحلہ:

محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت (11ھ) کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہوا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرام کا طریقۂ کار یہ تھا کہ جو چیز انہیں معلوم نہ ہوتی تھی وہ ایک دوسرے سے معلوم کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح قرآنی تفسیر اور اس کے مفاہیم ومعانی کا علم ایک سے دوسرے تک پہنچ جایا کرتا تھا۔ یہاں اس امر کی تصریح شاید ضروری ہو کہ یہ تمام کام زبانی طور پر ہی سرانجام نہیں پارہا تھا بلکہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں احادیث کے ایسے بہت سے مجموعے تحریری

Marfat.com

صورت میں بھی موجود تھے۔ ظاہر ہے کہ احادیث کے ان مجموعوں میں قرآنی تفسیر یا تشریح بھی ہوتی تھی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے زبانی طور پر یا جس پر عملاً اپنی زندگی میں صحابہ کے سامنے پیش فرمائی تھی۔ اس سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن کی تفسیر کے سب سے پہلے مفسر خود نبی پاک ﷺ کی ذات گرامی تھی جبکہ سب سے پہلی تفسیر کو حدیث بھی کہا جاسکتا ہے...... اہل علم نے واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کا ہر لفظ اور آیت ایک باب کی حیثیت رکھتا ہے، جبکہ احادیث اس کی تفصیل اور تشریح پر مبنی ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں صلوٰۃ (نماز)، زکوٰۃ، حج اور جہاد کے احکامات مجمل انداز میں بیان ہوئے ہیں جبکہ احادیث نبوی میں ان تمام احکامات کے بارے میں تفصیلی ہدایت وراہنمائی دی گئی ہے (عباسی، خاکوانی 2005)۔ اس جگہ نہایت اختصار کے ساتھ ان چار مفسرین کرام کا ذکر کرنا ضروری ہے جنہوں نے قرآن کریم کی متعدد آیات کی تشریح وتعبیر کی۔

ا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما:

یہ "امام التفسیر" کے لقب سے پکارے جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے خصوصی دعا فرمائی تھی جس کے سبب انہیں قرآنی علوم کی تشریح وتعبیر کا ایک خصوصی ملکہ حاصل ہوگیا تھا۔ اگرچہ آپ کی عمر صرف ۱۳ سال تھی جب نبی پاک ﷺ کی وفات ہوئی تاہم محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وہ آپ ﷺ کی محبت سے ہر وقت سرشار رہے۔ مزید برآں، کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی قرآنی علوم سیکھتے رہتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی سلامتی فکر، عقلمندی اور قرآن فہمی کے بے حد مداح تھے اور اسی بنا پر آپ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کبار صحابہ کی مجلس شوریٰ میں مشورے کی غرض سے بلا لیا کرتے تھے۔ انہیں عربی زبان کی باریکیوں پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ اس بارے میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہیں تھا۔ قرآن کریم کی کوئی سورت بھی ایسی نہیں جس کی تشریح وتوضیح آپ نے نہ فرمائی ہو۔ ان کے متعدد شاگرد بھی تھے جن میں حضرت سعید بن جبیر، مجاہد، عکرمہ (ان کے غلام) طاؤس بن کیسان الیمانی، اور عطاء بن ابی رباح

Marfat.com

اہم ترین ہیں۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

صحابہ کرام میں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہ پہلے شخص ہیں جنہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کعبہ میں برسرِ عام قرآن پڑھنے پر کفار مکہ نے مارا پیٹا تھا۔ وہ قرآن کریم کے سب سے بڑے حافظ تھے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود اکثر ان سے قرآن سنا کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد ان کا شمار ان صحابہ کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآنی آیات کی تشریح وتوضیح کا فریضہ سرانجام دیا۔ انہیں بہت سی احادیث روایت کرنے کا اعزاز بھی حاصل ہے تفسیری امور پر مشتمل بہت سی احادیث کا سلسلہ ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

۴۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان اولین ستّر (۷۰) انصار میں سے ہیں جنہوں نے عقبۂ ثانیہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا تھا۔ غزوۂ بدر اور دیگر غزوات میں شریک رہے ہیں۔ اسلام کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے کاتب وحی ہونے کا منصب آپ کو سونپا...... انہیں قرآنی آیات پر بہت عبور حاصل تھا۔ اس لیے انہیں ''سیّد القراء'' کہا جاتا ہے۔ انہیں قرآنی آیات، سورتوں کے نزول کے اسباب اور وجوہات کا بھی گہرا اور واضح علم تھا۔ بالخصوص وہ ان تمام سورتوں/آیات کے بارے میں بھی علم رکھتے تھے جو اللہ کریم نے منسوخ فرمائیں اور ان کی جگہ دوسری آیات نازل فرمائیں (علم ناسخ و منسوخ) ایک قول کے مطابق آپ مدینہ منورہ میں 20ھ میں اور ایک قول کے مطابق عہد عثمانی میں 30ھ میں انتقال فرما گئے تھے۔

Marfat.com

۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرآنی علوم کا سمندر کہا جاتا ہے۔ ایک مقرر اور خطیب کے طور پر کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ انہیں عربی لٹریچر اور شاعری پر مکمل عبور حاصل تھا۔ انہیں قوتِ فیصلہ کی خداداد صلاحیت بھی عطا ہوئی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ انہیں جو کچھ تفسیر قرآن کے بارے میں معلومات حاصل ہیں، وہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاصل کی ہیں۔ ان تمام تر صفات کے باوجود ان کی روایت کردہ تفسیری روایات اور احادیث کو لوگوں نے اس قدر وضعی احادیث کے ساتھ ملا دیا ہے کہ ان کی صحیح روایات کی تعداد کم ہو گئی ہے۔ جھوٹے لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنی وضعی باتوں/ غلط احادیث کو صحیح ثابت کرنے کے لیے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر دیتے تھے۔ ابن سبا نامی شخص نے ''فضائل علی رضی اللہ عنہ'' کے نام سے بے شمار جھوٹی احادیث بیان کی تھیں جن کی تردید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود بھی کی تھی۔ (تفصیل آئندہ ابواب میں دی گئی ہے)

3۔ تفسیری ارتقاء کا تیسرا مرحلہ:

ارتقائے تفسیر کا تیسرا مرحلہ ان تابعین پر مشتمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب نہیں ہوئے تھے بلکہ ان کی تعلیم و تربیت جیّد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کی تھی۔ تابعین کے اس گروہ میں بہت سے ایسے اصحاب تھے جنہیں علم کے حصول کا خصوصی شوق اور لگن تھی اور جو قرآن فہمی سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ ان حضرات نے وہ تمام معلومات اور علم کا خزانہ جمع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چونکہ ان حضرات نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا تھا اس لیے انہیں قرآنی آیات کے فہم وادراک کا ایک خصوصی ملکہ حاصل تھا۔ اس علم وفہم کی بناء پر آنے والے دور میں انہوں نے بھی قرآنی آیات کی تشریح و توضیح کے خزانوں میں بہت اضافہ کیا۔ یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ تابعین نے ایسی تمام معلومات کا اضافہ کیا جن کی بہت ضرورت تھی اور جو

Marfat.com

تفسیر قرآن سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ اس کی یہ وجہ تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کافی زمانہ گزر گیا تھا اور اسلامی ریاست کے وسیع ہونے سے مختلف مسائل پیدا ہو رہے تھے جن کا حل قرآن کریم سے پیش کرنا بہت ضروری تھا۔

4۔ تفسیر قرآنی کا چوتھا مرحلہ:

ارتقائے تفسیر کا چوتھا مرحلہ تبع تابعین کے دور پر مشتمل ہے۔ یہ وہ پاک باز گروہ ہے جن کی تعلیم و تربیت تابعین نے کی تھی۔ ان حضرات نے ان تمام روایات کو نہ صرف بلفظہٖ نقل کیا بلکہ ان مشکل مسائل کی تفہیم کی تشریح و تعبیر بھی کی جن کے بارے میں شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا تھا جو اسلامی ریاست کی توسیع کی وجہ سے مختلف علاقوں/ ممالک میں رہنے والے لوگوں کی جانب سے کیے گئے تھے۔

یہ وہ چار ادوار ہیں جن میں تفسیر کا ارتقاء ظہور پذیر ہوا اور مذکورۃ الصدر سطور میں ان ادوار کا ایک مجمل خاکہ پیش کیا گیا ہے...... ان چار مراحل کے دوران جس قدر علمی کام سرانجام پایا اسے ''تفسیر بالماثور'' کہتے ہیں۔ تفسیر کے اس اسلوب کو ''تفسیر بالروایہ'' یا ''تفسیر منقول'' بھی کہتے ہیں۔ تاہم وہ کام جو محمد رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے دوران اقوال و احادیث نبویہ کی روشنی میں سرانجام پایا اسے ''تفسیر القرآن بالاحادیث النبویہ'' کہتے ہیں۔ جبکہ وہ کام جو صحابہ کرام کے دور میں سرانجام پایا اسے ''تفسیر القرآن باقوال صحابہ'' کہتے ہیں۔ مزید برآں، جو علمی کام تابعین اور تبع تابعین کے ادوار میں سر انجام پایا اسے بالترتیب ''تفسیر القرآن باقوال تابعین'' اور تفسیر القرآن باقوال تبع تابعین'' کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ قرآن کریم کی تشریح و توضیح میں چند ایسے امور بھی شامل ہیں جو اہل کتاب کے ہاں رائج تھے...... وہ چند اصحاب جن کا تعلق یہودی اہلِ علم سے تھا (اہل کتاب) اور جو محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان بھی ہو گئے تھے، ان کے واسطے سے کچھ اسرائیلی روایات سے بھی تفسیر قرآن کا کام لیا گیا تھا اس قسم کے تفسیری مواد کو ''تفسیر القرآن بروایات اسرائیلی'' کہا جاتا ہے۔ تابعین کے دور میں چند بہت ضخیم

Marfat.com

تفاسیر لکھی گئیں جن میں سے اہم ترین "تفسیر ابن جریر طبری" ہے۔

یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ ابتدا میں تفسیر قرآن نبی کریم ﷺ کے ارشادات و اقوال سے کی جاتی تھی۔ آغاز میں قرآنی تفسیر کے لیے احادیث مبارکہ کو غالب حیثیت حاصل ہے۔ جسے تفسیر بالماثور کہا جاتا ہے۔ محدثین نے حدیث کے تمام روایاتی مواد کو مختلف درجوں میں تقسیم کیا ہے۔ (مزید تفصیل ضمیمہ ب میں دیکھیے)

اس طرح متعدد راویوں کی بھی تقسیم مختلف درجات میں کی گئی ہے مثلاً ثقہ جبکہ کچھ غیر ثقہ/ کذاب تھے...... کچھ ایسی ہی صورت حال تفسیر قرآن کے ضمن میں بھی واقع ہوئی۔ وضع حدیث کا آغاز 41 ہجری میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے ہوا جبکہ امت مسلمہ مختلف فرقوں ازقسم خوارج، شیعہ اور سنی وغیرہ میں بٹ گئی۔ ان میں سے بعض فرقوں کے لوگوں نے اپنے اپنے خیالات وعقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لیے نیز اپنے سیاسی مقاصد کو پروان چڑھانے کے لیے احادیث وضع کرنے کا عمل شروع کیا اور ان کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی کی طرف کرنے لگے۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے درحقیقت اسلام قبول نہیں کیا تھا، انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے بھیس میں ظاہر کر کے احادیث وضع کرنی شروع کیں۔ یہودی، جنہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنے پر مدینے سے نکال دیا گیا تھا، وہ بلاد شام میں جا کر بس گئے تھے۔ اسلام دشمنی (بلکہ ہدایت ساوی کے ساتھ ان کے دیرینہ مخاصمانہ رویے) نے انہیں یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا...... اپنے آبائی مذہب (یہودیت) کی ترویج و اشاعت کو ایک خدمت سمجھتے ہوئے انہوں نے اسلام کے خلاف اس قسم کی حرکات کا آغاز کیا جس سے تفسیر قرآن میں وضع حدیث کے عمل کا آغاز ہوا۔ مزید برآں، اس دور میں، اس قسم کے لوگوں کی وجہ سے صحابہ کرام کو برا کہنے کے عمل کا بھی آغاز ہوا (آئندہ ابواب میں اس موضوع پر تفصیلاً گفتگو کی گئی ہے)

...... یہ صورت حال بالخصوص ان شہروں میں زیادہ ہوئی جو مدینہ (اسلامی ریاست کے دارالخلافے اور مسکن رسول ﷺ) سے دور تھے۔

Marfat.com

اسرائیلی روایات کے بارے میں تفصیلات آئندہ صفحات میں درج ہیں۔

اس پس منظر میں یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم اہم ترین مفسرین (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم) کا جائزہ لیں۔

کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور ترین مفسرین:

امام جلال الدین سیوطی نے درج ذیل دس کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام بیان کیے ہیں جو مشہور ترین مفسرین میں شامل ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (م 13ھ)

۲۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (م 24ھ)

۳۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (م 35ھ)

۴۔ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ (م 40ھ)

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما (م 76ھ)

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (م 34ھ)

۷۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ (م 19 یا 24ھ)

۸۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

درج بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر چند صحابہ وصحابیات کے نام بھی ذیل میں درج کیے جارہے ہیں جنہوں نے آیات قرآنی کی تشریح وتوضیح کا فریضہ سرانجام دیا تاہم ان کی تفسیری روایات تعداد میں کسی قدر کم ہیں۔

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ

Marfat.com

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

۶۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما

۸۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اس جگہ اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ درج بالا تمام صحابہ کرام اور صحابیات کے قرآنی آیات کی تفسیر کا کام حجم اور کمیت کے اعتبار سے یکساں نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے چند مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلامی ریاست کی تعمیر و ترقی کے کاموں میں مصروف رہتے تھے جبکہ چند صحابہ کرام نے قرآنی تعلیمات کو سمجھنے سمجھانے میں اپنی تمام تر زندگی صرف کر دی۔ تاہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے قرآنی تفسیر کا ایک بہت بڑا ذخیرہ چھوڑا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اسلامی ریاست کے سیاسی اور انتظامی امور سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات نیز تین خلفائے راشدین کے دور میں بھی، بہت حد تک فارغ رہ کر یکسوئی کے ساتھ خدمت قرآن کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ حتیٰ کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد آپ کی مصروفیاتِ خلافت نے آپ کو آن گھیرا۔ مزید برآں، آپ کے خلیفہ بننے تک اسلامی ریاست کی حدود بہت وسعت اختیار کر چکی تھیں اور لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ان امور کی بناء پر اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس وسعت پذیر اسلامی ریاست کے مختلف شہروں اور عوام کے مسائل کے حل کے لیے قرآنی آیات کی تشریح و توضیح کی جائے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم بھی اس فہرست میں شامل ہیں جنہوں نے خدمت قرآن کی بیش بہا خدمات سرانجام دیں۔ اگرچہ حضرت زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی ان صحابہ کرام میں شامل ہیں جنہوں نے قرآنی تشریح و تعبیر کا فریضہ سرانجام دیا تاہم ان کے کام کی مقدار دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت کسی قدر کم ہے۔

Marfat.com

۲۔ مفسر تابعین:

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ تفسیر قرآن کی خدمت سرانجام دینے والے اصحاب میں تابعین بھی شامل ہیں جنہوں نے صحابہ کرام سے اکتساب فیض کیا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر کہ کسی امر کی تشریح واضح طور بیان نہیں ہوئی یا اس کے بارے میں کوئی حدیث نبوی ﷺ یا قول صحابہ کرام موجود نہیں تو پھر مسلمان اہل علم اس پر متفق ہیں کہ ایسی حالت میں تابعین کے اَقوال پر عمل کیا جائے گا...... تابعین کے اس گروہ میں مجاہد بن جابر بہت مشہور ہیں...... ان کا یہ قول ہے کہ ''میں نے تمام قرآن کریم تین مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس طریق پر پڑھا کہ قرآن کی ہر سورت کی توضیح وتشریح کے لیے میں ان سے سوال کیا کرتا تھا''...... تابعین کے اس گروہ میں درج ذیل مفسرین شامل ہیں:

۱۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ	۲۔ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ
۳۔ مسروق بن الاجداع رحمہ اللہ	۴۔ قتادہ رحمہ اللہ
۵۔ عکرمہ رحمہ اللہ	۶۔ حسن بصری رحمہ اللہ
۷۔ سعید بن المسیب رحمہ اللہ	۸۔ ربیع بن انس رحمہ اللہ
۹۔ ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ	

۳۔ تبع تابعین میں مفسرین:

مفسرین کی یہ وہ جماعت ہے جنہوں نے تابعین کا زمانہ پایا اور ان سے فیض یاب ہوئے۔ یوں وہ تابعین کے بھی وارث تھے —— ان حضرات نے بہت سی کتب کی تصنیف وتالیف کی جس میں صحابہ کرام کے اقوال کی تشریح وتوضیح شامل تھی۔ اس جماعت میں درج ذیل اصحاب ہیں:

۱۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ	۲۔ وکیع بن الجراح رحمہ اللہ
۳۔ شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ	۴۔ یزید بن ہارون رحمہ اللہ

Marfat.com

۵۔عبد بن حمید رحمہ اللہ ۶۔روح بن عبادہ رحمہ اللہ

۷۔ابو بکر بن شعبہ رحمہ اللہ

یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ درج بالا حضرات، تبع تابعین کے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ تبع تابعین کے دور کے بعد مفسرین عظام ہیں۔آئندہ سطور میں ان لوگوں کے نام دیے جارہے ہیں جنھوں نے تبع تابعین کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کے ضمن میں نمایاں کام کیا۔ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

۱۔ابن ماجہ (م 273ھ) ۲۔ابن جریر طبری (م 310ھ)

۳۔ابو بکر بن منذر نیشاپوری (م 318ھ) ۴۔ابن ابی حاتم (م 327ھ)

۵۔ابو شیخ بن حبان (م 361ھ) ۶۔امام حاکم (م 405ھ)

۷۔ابو بکر بن معاویہ (م 410ھ)

درج بالا صفحات میں ہم نے تفسیری ارتقاء کا ایک بہت مختصر سا جائزہ لیا ہے۔درج ذیل صفحات میں اب ہم تفسیری ارتقاء کے مختلف ادوار میں اس عظیم الشان علمی کام کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیں گے۔

(الف) محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات (نزول وحی سے 11ھ تک) میں تفسیری ارتقاء

گزشتہ 1400 سالوں میں تفسیری ارتقاء کے سفر کا پہلا مرحلہ خود محمد رسول اللہ ﷺ پر نزول وحی سے لے کر 11 ہجری تک کے عرصے پر محیط ہے۔گزشتہ صفحات میں ہم بعثتِ محمدی کا مقصد قرآنی آیات کی روشنی میں واضح کر چکے ہیں (سورہ البقرہ 129:2 سورہ آل عمران 164:3، سورہ الجمعۃ 2:62)۔تعلیم و تزکیہ نفس کے مقصد کے پیش نظر محمد رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف قرآنی آیات کی تشریح و توضیح فرمائی بلکہ قرآنی آیات پر اس انداز میں عمل بھی کر کے دکھایا کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی پاک ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ ﷺ کی توضیحات وارشادات کو لکھنے میں

Marfat.com

کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور اس طریق پر بہت سا تحریری مواد بعد میں آنے والے لوگوں کی راہنمائی کا سبب بنا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ قرآن کی تفسیر کے سب سے پہلے مفسر خود حضرت رسالتمآب ﷺ تھے...... کہا جا سکتا ہے کہ کار نبوت کی تکمیل کے لیے آپ نے اپنے قول وفعل (جسے مجموعی طور پر سنت یا حدیث کہتے ہیں) کے ذریعے قرآنی تفسیر کی تھی جسے اوّلین تفسیر قرآن کہا جاتا ہے۔ انہیں اقوال نبی ﷺ پر مشتمل بہت سا تحریری مواد خود محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے تحت جمع کیا گیا۔ مثال کے طور پر محمد رسول اللہ ﷺ نے خود ''10ھ میں حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران پر عامل بنا کر بھیجا اور چند احکامات'' انھیں کو املاء کروائے تھے۔ ان کا انتقال 51 ہجری میں ہوا۔ یہ کتابچہ تحریری شکل میں دو صفحات پر مشتمل ہے جس میں زکوٰۃ کے مختلف احکامات/ مسائل درج ہیں۔ اس تحریر کی نقول بلاد اسلامیہ کے مختلف حصوں میں ارسال کی گئیں جس پر تمام ممالک میں زکوٰۃ کی وصولی اور اس کے خرچ کی مدات پر عمل درآمد ہوتا رہا اور آج بھی زکوٰۃ کے جس قدر مسائل کتب میں پائے جاتے ہیں ان کا منبع و مصدر حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کی یہ کتاب ہے۔

اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا دستور تھا کہ وہ نماز، روزہ، سود کے احکامات حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں املا کرایا کرتے تھے جو ان امور کے بارے میں قرآنی احکامات کی تفسیر بن گئے...... تاہم یہاں اس امر کی صراحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اس طریق پر مرتب کردہ تحریری مواد جو محمد رسول اللہ ﷺ نے خود تیار کرایا تھا، اسے احادیث نبوی ہی کہا جاتا تھا...... اس وقت تک علیحدہ سے کسی مجموعہ/ مواد کو ''تفسیر قرآن'' کے نام سے موسوم نہیں کیا جاتا تھا۔

(ب) اصحاب رسول ﷺ کے دور میں تفسیر:

محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے جس طریق پر احادیث کے ذریعے قرآنی تفسیر کا آغاز ہوا تھا، وہ کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں وفات نبوی کے بعد بھی جاری رہا۔ اس

Marfat.com

دور میں درج ذیل تفسیری مواد تیار ہوا۔

ا۔ تفسیر ابی بن کعب (م 19 یا 24ھ):

یہ اولین تفسیر ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران لکھی گئی۔ بعد میں آنے والے بہت سے مفسرین (محمد بن جریر الطبری م، 310ھ، ابن ابی ہیثم م 327ھ) نے اپنی تفاسیر میں اس کے بہت سے حوالے دیئے ہیں۔ ابوعبداللہ الحاکم (م 405ھ) اور امام احمد بن حنبل (م 241ھ) نے بھی اس تفسیر کی عبارتیں بطور حوالہ نقل کی ہیں...... اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تفسیر پانچویں صدی ہجری تک موجود تھی۔

تفسیر ابن عباس (م 65ھ):

اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں لکھی جانے والی یہ دوسری تفسیر ہے، یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس دور میں تفسیر قرآن بہت سادہ شکل میں ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تحریری طور پر تفسیر قرآن کا یہ بالکل ابتدائی تجربہ/ دور تھا۔

(ج) تابعین کے دور میں تفسیر قرآن:

خلفائے راشدین کے دور میں اسلامی ریاست دور ونزدیک کے بیشتر ممالک/ علاقوں تک وسیع ہوگئی تھی۔ اس لیے یہ امر بہت ضروری تھا کہ اسلامی تعلیمات کو بھی اس طریق پر وسعت دی جائے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس عظیم فرض کو کماحقہٗ پورا کیا اور مملکت اسلامیہ کے مختلف حصوں میں تفسیر قرآن کے درج ذیل ادارے (سکول) قائم ہوئے:

(الف) مکہ میں تفسیر قرآن کا سکول:

یہ ادارہ/ سکول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سرکردگی میں مکہ میں کام کررہا تھا۔ آغاز میں یہ مدینہ میں قائم ہوا تھا لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور اموی حکمران عبدالملک بن مروان کے درمیان جنگ کی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مکہ آ گئے تھے جہاں آپ کے درج ذیل تلامذہ نے جو تمام آپ کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ کے لیکچروں سے

Marfat.com

استفادہ کیا اور عالم اسلام کے بہترین مفسر/محدث/ اور فقیہ بنے۔

ا۔سعید بن جبیر (م92ھ):

ان کا پورا اسم گرامی سعید بن جبیر بن ہشام اسدی ہے۔ یہ حبشی النسل تھے تاہم بہترین علمی صفات کے حامل تھے۔انہوں نے اپنی تعلیم وتربیت بہت سے کبار صحابہ کرام سے حاصل کی جن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہت اہم ہیں۔ یہ خود تابعین کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اور علم حدیث، تفسیر اور فقہ میں بہت اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔سعید بن جبیر کو یہ اولین اعزاز بھی حاصل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تحریر کی جانے والی سب سے پہلی تفسیر انہوں نے لکھی۔اموی حاکم عبدالملک بن مروان (م86ھ) نے آپ سے درخواست کی کہ وہ تفسیر قرآن لکھیں......انہوں نے یہ فریضہ سرانجام دیا جسے اموی بادشاہ نے سرکاری خزانے میں رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد یہ حضرت عطاء بن دینار کے قبضے میں آگیا جو خود بھی تابعی تھے (م126ھ)۔حضرت سعید نے قرأت سبعہ کی تربیت حاصل کی۔آپ کو قرآن اور حدیث میں بہت زیادہ درک حاصل تھا، اس لیے آپ کو ''جامع الفنون'' بھی کہتے ہیں۔انہی صفات کی بناء پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آپ پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی شخص ان سے مسئلہ معلوم کرنے آتا تو وہ اسے حضرت سعید کی جانب بھیج دیتے۔ جب بھی کوفہ سے کوئی آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھنے آتا تو آپ فرمایا کرتے تھے ''کیا تمہارے درمیان (کوفہ میں) سعید بن جبیر موجود نہیں؟'' حجاج بن یوسف نے 95 ہجری میں جبکہ ان کی عمر 49 سال کی ہی تھی، قتل کرا دیا تھا کیونکہ انہوں نے ایک مناظرے میں اسے شکست دی تھی۔

۲۔مجاہد (م104ھ):

آپ کی پیدائش 21 ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوئی اور وفات 83 سال کی عمر میں 104 ہجری میں ہوئی۔اگرچہ انہوں نے اپنے استاد حضرت

Marfat.com

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بہت کم روایات نقل کی ہیں تاہم وہ بہت قابل اعتماد صاحب علم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ ان پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری کے باب ''کتاب التفسیر'' میں ان سے بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ ان کا قول ہے کہ انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تین مرتبہ قرآن کریم پڑھا۔ ہر آیت پر وہ انہیں روک کر پوچھتے تھے کہ اس آیت کا نزول کب اور کس جگہ ہوا تھا؟''

۳۔ حضرت عکرمہ (م 104ھ):

ابوعبداللہ عکرمہ بربری/ مدنی بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے جن کا تعلق بربر (افریقہ) کے علاقے سے تھا۔ انہوں نے اپنی تعلیم و تربیت حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کی تھی۔ بہت سے اہل علم نے ان کی تعلیمی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا اعتراف کیا ہے۔ امام شعبی کہا کرتے تھے کہ ''عکرمہ سے بڑھ کر قرآن کا جاننے والا کوئی دوسرا شخص نہیں۔''

۴۔ طاؤس بن کیسان الیمانی (م 106ھ):

انہوں نے اپنی تعلیم مشہور زمانہ عبادلۂ اربعہ سے حاصل کی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔ انہوں نے بالخصوص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے علم حاصل کیا۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ ''میں نے ۵۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا'' وہ تفسیر قرآن کے ایک بہت بڑے عالم تھے۔

وہ اس قدر متقی، پرہیز گار اور اللہ سے ڈرنے والے تھے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ ''میں طاؤس کو جنت میں دیکھتا ہوں۔'' انہوں نے اپنی عمر میں ۴۰ حج کیے۔ وہ یمن میں تفسیر کے بہترین استاد تھے۔

Marfat.com

۵۔عطاء بن ابی رباح (م 114ھ):

ابو محمد عطاء بن ابی رباح مکی القریشی کی پیدائش 27 ہجری میں ہوئی۔اگر چہ وہ بہت سے جسمانی نقائص کے حامل تھے (مثلاً سیاہ رنگ، آنکھوں کا بھینگا پن، چلنے پھرنے سے معذور اور آخری عمر میں صرف ایک ہاتھ رہ گیا تھا) تاہم ان تمام تر جسمانی کمزوریوں کے باوجود علم کا سمندر تھے۔انہوں نے قریباً 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا بالخصوص حضرت ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہم وغیرہ سے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن فہمی کے بارے میں آپ پر اس قدر اعتماد کرتے تھے کہ جب کبھی بھی مکہ سے کوئی آدمی ان سے مسئلہ پوچھنے آتا تھا تو وہ کہا کرتے تھے کہ ''اے اہل مکہ! تم میرے پاس کیوں آتے ہو، جبکہ تمہارے پاس عطاء جیسا مایہ ناز شخص موجود ہے۔''......
فقہی مسائل کے استنباط اور معلومات میں عطاء کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام طلباء پر ایک گونہ فوقیت حاصل تھی۔قتادہ جو خود بھی ایک تابعی تھے، کے قول کے مطابق ''تابعین میں چار اعلیٰ قسم کے اہل علم تھے جو اپنے اپنے علم میں مایہ ناز حیثیت کے حامل تھے۔

- مسائل حج میں عطاء
- سب سے بڑے مفسر قرآن سعید بن جبیر
- عکرمہ کو جہاد اور غزوات کی تاریخ کا سب سے زیادہ علم تھا۔
- حسن بصری کو حلال وحرام کے مسائل کا سب سے زیادہ علم تھا۔

2-مدینۃ النبی ﷺ کا تفسیری سکول:

مدینۃ النبی ﷺ میں یہ سکول حضرت ابی کعب رضی اللہ عنہ نے قائم کیا تھا جس میں بہت سے تابعین نے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلیم وتربیت حاصل کی جس میں سے چیدہ چیدہ شخصیات درج ذیل ہیں:

Marfat.com

i) ابو العالیہ (م 90ھ):

انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے دو سال بعد اسلام قبول کیا۔ انہوں نے اپنی تعلیم حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کی۔ انہیں تفسیر قرآن کا علم حاصل کرنے کا ایک فطری شوق تھا۔ سعید بن جبیر کے بعد، جنہوں نے دوسری تفسیر لکھی، وہ ابو العالیہ ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگرد رشید ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ دراصل یہ تفسیر حضرت ابن کعب کے تفسیری اقوال کا مجموعہ ہے۔ ابن کعب سے ابو العالیہ اور ان سے ابی بن انس (م 136ھ) اوران سے ابوجعفر رازی نے روایت کی۔ بعد میں آنے والے تمام مفسرین و محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

ii) محمد بن کعب القرظی (م 118ھ):

انہوں نے اپنی تعلیم حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کی۔ وہ ابن ابی کعب رضی اللہ عنہ سے بھی بالواسطہ طور پر روایت کیا کرتے تھے۔ ان کا شمار مدینہ کے چند جید ترین اہل علم میں ہوتا تھا۔ ان کا انتقال 75 سال کی عمر میں ہوا جبکہ وہ اپنے شاگردوں کو مسجد میں بیٹھے درس دے رہے تھے کہ مسجد کی چھت ان پر گر گئی۔

iii) زید بن اسلم (م 136ھ):

تابعین کرام میں تفسیری روایات کی بناء پر انہیں شہرت ملی۔ وہ اپنے وقت کے تمام تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور فن تفسیر کے شناور تھے۔ ان کے تلامذہ میں امام مالک بن انس رحمہ اللہ اور عبدالرحمٰن رحمہ اللہ (ان کے بیٹے) شامل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ علی بن حسین رحمہ اللہ (امام زین العابدین جو حضرت حسین کے بیٹے تھے) اکثر ان کے درس میں شرکت کرتے تھے۔ اس پر کسی شخص نے اس بات پر

Marfat.com

اظہار تعجب کیا کہ خانوادہ نبی ﷺ کا فرد، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کے درس میں شریک ہوتا ہے جبکہ اپنے خاندان کے اہل علم سے استفادہ نہیں کرتا۔ اس پر آپ نے جواب دیا ''کہ کوئی شخص اسی شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جہاں سے اسے دین کا علم حاصل ہو''!

بندۂ عشق شوی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست!

۳۔عراق کا تفسیری سکول:

یہ سکول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قائم کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنر عراق (عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما) کے ساتھ وزیر تعلیم مقرر کیا تھا۔ قرآن کی تفسیر کرنے میں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جہاں احادیث کو بکثرت استعمال کرتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ان حالات اور مسائل پر خود بھی غور و خوض فرمایا کرتے تھے جن مسائل کا حل انہیں پہلے سے کیے گئے کام میں نہیں ملتا تھا۔ اس سکول سے فارغ التحصیل اہلِ علم درج ذیل ہیں:

i) علقمہ بن قیس (م 61 یا 63ھ):

علقمہ بن قیس نے حضرات عمر، عثمان، علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے تاہم وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت قابل شاگرد تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ ''میں نے جو کچھ پڑھایا جانا ہے، اس کا تمام علم علقمہ کو ہے۔'' تمام ثقہ محدثین نے علقمہ کی روایات کو نقل کیا ہے جو ان کے قابلِ وثوق ہونے کی دلیل ہے!

ii) مسروق بن الاجدع (م 63ھ):

انہوں نے اپنی تمام تعلیم و تربیت چاروں خلفاء کے علاوہ حضرت ابن مسعود، ابی بن کعب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کی۔ وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تمام تلامذہ میں سب سے زیادہ متقی اور صاحب علم تھے۔ انہیں قرآن فہمی کی بنا پر ''امام التفسیر'' کہا جاتا تھا۔ وہ

Marfat.com

فرماتے تھے کہ ''ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہمارے سامنے قرآن کی کسی آیت کی تلاوت فرماتے تھے اور پھر اس کی تعبیر و تشریح تمام دن کرتے رہتے تھے۔ حدیث کے چھ ائمہ کرام نے آپ کی روایات کو اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے جو آپ کی اصابت رائے اور دیانتِ علمی کا از خود ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ بہت سے ثقہ اہلِ علم نے آپ کے عمدہ تفسیری کام پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے۔

iii) اسود بن یزید (م 74/75ھ):

ابو عبدالرحمٰن اسود بن یزید بن قیس نخعی کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید تھے۔ تاہم انہوں نے حضرات ابوبکر، عمر، علی، حذیفہ، بلال اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی روایات کی ہیں جو تمام محدثین کے نزدیک قابل قبول ہیں۔

iv) مُرّہ بن شرجیل ہمدانی (م 76ھ):

ابو اسمٰعیل مرہ بن شرجیل ہمدانی کوفی ایک بہت متقی انسان تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیم حضرات ابوبکر، عمر، علی، ابن مسعود اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حاصل کی۔ امام شعبی اور دیگر ائمہ کرام ان کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ تمام محدثین نے ان کی روایات کو نقل کیا ہے۔

v) عامر شعبی (م 109ھ):

یہ کوفہ میں قاضی تھے اور کبار تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ احادیث حضرات عمر، علی اور ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں تاہم ان کی ان حضرات سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

vi) حسن بصری (م 110ھ):

ان کا اصل نام حسن بن ابوالحسن یاسر بصری ہے۔ ان کی والدہ کا نام خیرہ رضی اللہ عنہا تھا جو خود صحابیہ تھیں اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ حضرت خیرہ رضی اللہ عنہا

Marfat.com

علمی کارناموں کی وجہ سے صحابیات میں ایک اعلیٰ مقام رکھتی تھیں۔ حسن بصری نے حضرات علی، ابن عمر، انس اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایات کی ہیں۔ حسن بصری اپنے وقت کے بہترین مقرر اور اعلیٰ پائے کے عالم تھے۔ انہیں قرآن کریم اور احادیث نبوی کا بہت زیادہ علم تھا بالخصوص وہ معاملات حلال وحرام جو قرآن کریم نے بتائے ہیں ان پر آپ کی بہت گہری نظر تھی۔ حدیث کے تمام ائمہ کرام نے ان کی روایت کردہ احادیث کو مستند قرار دیا ہے۔

vii) قتادہ (م 117ھ):

ان کا تعلق بلادعرب سے تھا اور وہ پیدائشی نابینا تھے۔ انہوں نے احادیث حضرات انس، ابوطفیل، ابن سیرین، عکرمہ، عطاء بن رباح رحمہم اللہ سے روایت کی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے معتمد ترین تلامذہ میں سے تھے۔ پہلے نمبر پر امام زہری اور دوسرے نمبر پر قتادہ شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی یادداشت خداداد تھی (نابینا ہونے کی وجہ سے اللہ کریم نے انہیں اس صفت سے بہرہ مند فرمایا تھا) وہ عربی شاعری اور تاریخ کے علاوہ انسانی شجرہ ہائے نسب (جن سے واقفیت اس وقت کے عرب میں ایک بہت بڑا وصف اور خوبی سمجھی جاتی تھی) کے سب سے بڑے عالم تھے۔ بطور مفسر قرآن وہ بہت عمدہ شہرت کے مالک ہیں!

درج بالا مفسرین اور تابعین کرام رحمہم اللہ کے اجمالی تعارف سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے علم کا بیشتر حصہ ان احادیث نبویہ پر مشتمل تھا جو انہوں نے براہ راست کبار صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کی تھیں تاہم ان کے تفسیری سرمائے میں اہل کتاب میں سے اسلام قبول کرنے والے ارباب علم کی روایات بھی محفوظ ہوگئی ہیں۔ اسی طرح تابعین کے متعدد اقوال بھی ان کے اپنے اجتہادات پر مبنی تھے جو انہوں نے قرآن وسنت کی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوئے کیے تھے۔ چونکہ ان کا دور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدسہ سے قریب تر تھا اور چونکہ انہوں نے بہت سے صحابہ کرام کو دیکھا اور ان سے تعلیم حاصل کی

Marfat.com

تھی اس لیے انہیں ان مسائل اور احوال سے واسطہ نہیں پڑا تھا جو بعد کے ادوار میں عربی زبان کی پیچیدگیوں اور دیگر اقوام و قبائل کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے تھے اور جنہوں نے بعد میں آنے والے تبع تابعین کے لیے بہت سے مہمات مسائل پیدا کر دیئے تھے۔ تاہم انہوں نے شریعت حقہ کے علمی ورثہ کو بعد میں آنے والے اصحاب علم کے لیے محفوظ کر دیا اور یوں یہ سلسلہ نسل در نسل آگے منتقل ہوتا چلا گیا۔ بعد میں آنے والی نسلوں نے اس علمی ورثے میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے مزید اضافہ کیا اور ان مسائل کا حل تجویز کیا جو انہیں درپیش آئے...... یہ سلسلہ قیامت کے روز تک اسی طرح جاری و ساری رہے گا۔

از صد سخنِ پیرم، یک حرف مرا یاد است
عالم نہ شود ویراں، تا میکدہ آباد است!

عہد تابعین کے علمی کام پر مختصر تبصرہ:

عہد تابعین اس دور پر مشتمل ہے جو عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آخر صحابی کی وفات تک محیط ہے۔ اس طرح حلف بن خلیفہ (181ھ) وہ آخری تابعی ہیں جنہوں نے آخری صحابی رسول حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تھی جن کا اصل نام عامر بن واصلہ (م 110ھ) تھا اور جو مکہ میں قیام پذیر تھے۔ اس طرح تابعین کا دور 181 ہجری پر ختم ہوتا ہے۔

اس دور میں اسلامی حکومت کی حدود دور و نزدیک تک وسعت اختیار کر چکی تھیں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ خلافت راشدہ کے بعد سیاسی اختلافات کے نتیجے میں، نومسلم لوگوں کی دینی تعلیم و تربیت کا اس طرح بندوبست نہیں ہو سکا جس طرح عہد نبوی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھا۔ نتیجتاً امت مسلمہ میں بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے اور امت بہت سے گروہوں میں بٹ گئی۔ ان گروہوں میں سے چند ایک نے اپنے مذموم عقائد و خیالات کی ترویج و اشاعت بہت زور شور سے شروع کر دی۔ ان کا

Marfat.com

طرزِ عمل اسلام کی صحیح روح کے خلاف تھا۔ بہت سے احادیث وضع کی گئیں اور قرآنی آیات کی تشریح اپنے اپنے عقائد و خیالات کے مطابق کی جانے لگی۔ مزید مسلمان اہل علم کا واسطہ رومی اور ایرانی فکر اور فلسفے سے بھی پڑا جس کی وجہ سے بہت سے یونانی خیالات بھی لوگوں میں سرایت کرنے لگے۔ اسلامی ریاست کے وسعت پکڑنے کی وجہ سے بھی بہت سے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر مسائل ابھرے۔ اسی دوران بہت سے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) نے بھی اسلام قبول کیا اور یوں ان کے آبائی خیالات و روایات، غلط تاریخی کہانیاں (جن کا قرآنی تعلیمات سے قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا) بھی تفسیری لٹریچر میں داخل ہو گئیں جو اسی دور میں مرتب ہوئیں۔ افتخار احمد بلخی (1988ء) کے بقول ''تابعین کے دور میں اس قسم کی راویات کا تفسیری علوم میں داخل ہونا، تابعین سے سہواً ہوا، انہوں نے اس قسم کی روایات و اوہامات کا تنقیدی جائزہ نہ لیا اور یوں اس وجہ سے بعد میں آنے والے تبع تابعین نیز دیگر اہل علم کے لیے بے شمار مشکلات اور مسائل پیدا ہو گئے......اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مستشرقین کو بالخصوص تابعین اور تبع تابعین کے دور کے علمی لٹریچر پر اعتراضات کرنے کا موقع مل گیا۔''

تاہم ان تمام تر مشکلات و مسائل سے تبع تابعین اور دیگر اہل علم قطعاً مایوس اور ہراساں نہ ہوئے اور چونکہ قرآن کریم ایک الہامی کتاب ہے جو قیامت تک کے لیے انسانی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے نازل ہوئی ہے، اس لیے انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قابلیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے عہد میں پیش آنے والے ہر نوع کے سوالات اور مسائل کا شافی جواب دیا۔ تابعین اس قسم کے تمام معاملات پر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے تاہم انہوں نے کبھی بھی اس قسم کے معاملات کو وجہِ نزاع اور اختلاف نہیں بنایا۔ جب بھی انہیں کسی مشکل مسئلے کا واضح حل قرآن کی آیات، احادیث نبویہ، صحابہ کرام کے تعامل اور اقوال تابعین میں نظر نہ آیا تو وہ از خود ان پر غور و خوض کرتے تھے اور اس خداداد صلاحیت و قابلیت، عقل اور اصابتِ رائے کی بناء پر، جو اللہ

Marfat.com

کریم نے انہیں عطا فرمائی تھی، ان کا حل تلاش کرلیا کرتے تھے...... تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے چنانچہ قاضی شریح، ابراہیم نخعی، مجاہد، عطاء، ابن سیرین اور مکحول رحمۃ اللہ علیہم نے مختلف مسائل کے شافی ووافی حل تجویز کیے۔

تابعین کے دور (بالخصوص آخری دور) میں تفسیر قرآن کے ضمن میں مزید ایک قابل قدر کام ہوا جس سے ارتقاء کا یہ سفر ایک نئے مرحلے میں داخل ہوا۔ اس ارتقائی سفر کی بنیادی خصوصیت یہ تھی کہ اس میں نہ صرف تفسیری کتب کا دقت نظر سے تنقیدی جائزہ لے کر اس میں وضع کردہ احادیث اور کہانیوں کی یوں نشان دہی کی گئی جس نے امت مسلمہ کے ذہن اور عقل کو بھی اپیل کیا۔ اس طرح قرآن کریم کی تشریح وتوضیح کو ایک مدلل اور سمجھ میں آنے والے انداز میں ترتیب دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں تفسیر قرآن پر بحیثیت مجموعی زور دینے کی بجائے ان مبہمات مسائل اور معاملات پر زیادہ توجہ دی گئی جس کی وجہ سے امت مسلمہ کو کسی قدر پریشانی لاحق تھی (افتخار احمد بلخی 1988)۔ اس ضمن میں بہت سی مفید اور قابل قدر کتب تصنیف کی گئیں۔

علوم قرآن کی مختلف کتب:

علوم القرآن سے مراد وہ تمام علوم ومعارف ہیں جو مفسرین اور علمائے کرام نے گذشتہ چودہ سو سالوں کے دوران میں قرآن کریم کے حوالے سے مرتب فرمائے ہیں۔ ایک اعتبار سے اسلامی علوم وفنون کا پورا ذخیرہ قرآن مجید کی تفسیر وتعبیر وشرح ووضاحت سے عبارت ہے۔ آج سے کم وبیش ایک ہزار سال قبل مشہور مفسر قرآن قاضی ابوبکر ابن العربی نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جتنے علوم وفنون ہیں، جن کا انہوں نے اندازہ اس وقت ۵۰ کے قریب لگایا تھا، وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرح ہیں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی شرح ہے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کے سارے علوم وفنون علوم القرآن کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ قرآن کریم کی آیات کی تشریح اور توضیحات کو سمجھنے کے لیے، ان

Marfat.com

دیگر علوم کا فہم حاصل کرنا ضروری ہے جن کا قرآن کی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں سے تعلق ہے (سید فخر الحسن 1988)۔ ذیل میں چند علوم کے بارے میں نہایت اختصار کے ساتھ گفتگو کی جا رہی ہے:

ا۔ اسباب نزول:

یہ علم ان حالات و واقعات سے متعلق ہے جو نزول قرآن کا سبب بنے۔ واضح رہے کہ بیشتر قرآنی احکامات، مخصوص حالات اور واقعات کی وجہ سے نازل ہوئے جسے ان آیات/سورتوں کا پس منظر کہا جا سکتا ہے۔ اس علم کی چند مشہور ترین کتب ذیل میں درج ہیں:

ا۔ اسباب نزول از ابن مترب (م402ھ)

۲۔ اسباب نزول از علامہ واحدی (م468ھ)

۳۔ لباب المنقول فی اسباب النزول از علامہ جلال الدین سیوطی (م911ھ)

۲۔ علم ناسخ و منسوخ:

علم کی یہ شاخ ان آیات سے تعلق رکھتی ہے جو کسی وجہ سے منسوخ کی گئیں یا ان کی جگہ دوسری آیات نازل ہوئیں۔ اس علم کی چند مشہور کتب یہ ہیں:

- ✩ ابن واقد المعروضی (م157ھ)
- ✩ امام شافعی (م206ھ)
- ✩ ابو عبید قاسم بن سلام (م224ھ)
- ✩ ابو جعفر النہاس (م338ھ)
- ✩ ابن حزم (م456ھ)
- ✩ ابن جوزی (م597ھ)
- ✩ برہان الدین الناجی (م900ھ)

Marfat.com

۴۔ اعجاز القرآن:

قرآن کی تفسیر کے علوم میں علم کی ایک بہت اہم شاخ اس نام سے موسوم ہے۔ یہ علم ان تمام چیلنجز اور دعووں کے بارے میں ہے جو قرآن کریم نے کفار و مشرکین نیز دیگر غیر مسلم لوگوں کو دیئے کہ وہ قرآن کی طرح کی کوئی ایک سورت ہی بنا کر دکھا دیں اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ اس علم کی چند مشہور کتب درج ذیل ہیں:

- اعجاز القرآن از ابن یزید الواسطی (م306ھ)
- النکات فی اعجاز القرآن از ابوالحسن زمانی (م384ھ)
- اعجاز القرآن از خطیبی (م388ھ)
- اعجاز القرآن از ابوبکر باقلانی (م403ھ)
- اعجاز القرآن از عبدالقاہر جرجانی (م474ھ)
- اعجاز القرآن از زملکانی (م727ھ)

iv) امثال القرآن:

قرآن کریم نے انسان کو توحید باری تعالیٰ کی جانب توجہ دلانے کے لیے متعدد مقامات پر تمثیلی انداز اختیار فرمایا ہے۔ مثلاً مشرکین اور منکرین خدا کے کمزور اور غلط عقائد کو مکڑی کے جالے سے تشبیہ دی ہے۔ اس علم کی مشہور کتب درج ذیل مصنفین کی ہیں:

- عبدالرحمٰن السلمی (م412ھ)
- ابوالحسن ماوردی (م450ھ)

v) محکمات و متشابہات:

قرآن حکیم میں کچھ آیات کو محکمات اور کچھ کو متشابہات قرار دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں سورۂ آل عمران کی آیت نمبر سات بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اس آیت کریمہ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

Marfat.com

''وہ اسی کی ذات جس نے آپ ﷺ پر کتاب اتاری، اس میں آیاتِ محکمات ہیں۔ وہ اصل کتاب ہیں اور کچھ متشابہات بھی ہیں، جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں فتنہ اور تاویل کی تلاش کے لیے حالانکہ اس کی تاویل کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں کہ سب آیتیں خدا کی طرف سے ہیں اور صرف عقلمند ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔''

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ محکم اور متشابہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، اسی طرح راسخین فی العلم ان لوگوں کے حریف اور مقابل ہیں جن کے دلوں میں کجی اور ٹیڑھ ہے۔ محکم اور متشابہ کے اسی تقابل نے علمائے دین کو ان کی تعریف متعین کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں انھوں نے مختلف اور متعدد نظریات وافکار کا اظہار کیا ہے تاہم ان سب نظریات کا لب لباب اور خلاصہ ایک ہی ہے اور وہ حسب ذیل ہے:

محکم آیات:

یہ ایسی آیات ہیں جو اپنے معنی اور مفہوم پر دلالت کرنے میں واضح ہوں اور ان میں کوئی اخفاء واشتباہ نہ ہو۔ نص اور ظاہر بھی اس میں شامل ہیں۔ اس لیے کہ نص وہ ہے جس کو راجح اور متبادر معنی کے لیے وضع کیا گیا ہو، اسی بنا پر نص کا مفہوم بالکل واضح ہوتا ہے۔

متشابہ آیات:

یہ ایسی آیات ہیں جو اپنا معنی ومفہوم ظاہر کرنے میں واضح نہ ہوں۔ مجمل، مؤوّل اور مشکل سب متشابہات میں شامل ہیں اس لیے کہ مجمل کے لیے تفصیل درکار ہوتی ہے، مؤوّل تاویل کے بعد اپنے مفہوم پر دلالت کرتا ہے جبکہ مشکل اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح نہیں ہوتا بلکہ اس میں التباس وابہام پایا جاتا ہے۔ (بحوالہ الاتقان از امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

Marfat.com

اس علم کی چند مشہور کتب اور ان کے مصنفین کے نام ذیل میں درج ذیل ہیں:

- ☆ مفردات القرآن از امام راغب اصفہانی
- ☆ امام رازی کی تفسیر
- ☆ البرہان فی توجیہہ متشابہات القرآن از علامہ کسائی (م 189ھ)
- ☆ ابن حبیب نیشاپوری کی کتاب (م 238ھ)
- ☆ الاکلیل فی المتشابہات والتاویل از امام ابن تیمیہ (م 728ھ)
- ☆ امام ابنِ تیمیہ کے ایک شاگرد نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔

vi) اقسام القرآن:

تفسیر قرآن کے علوم میں سے ایک علم اقسام القرآن کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں ان قسموں (OATHS) کا ذکر ہے جو قرآن کریم میں کھائی گئی ہیں مثلاً ہوا، انجیر، ستارے وغیرہ۔ اس علم کی چند کتب اور مصنفین کے نام یہ ہیں:

- ☆ التبیان فی اقسام القرآن از علامہ ابن قیم
- ☆ الامعان فی اقسام القرآن از مولانا حمید الدین فراہی (اس کا ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے کیا ہے)
- ☆ امام رازی نے بھی اس موضوع پر اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔

vii) قصص القرآن:

تفسیری علوم کی یہ شاخ اقوام گزشتہ کے واقعات و حالات پر مشتمل ہے جن کی جانب مختلف انبیائے کرام دنیا میں مبعوث کیے گئے تھے تا کہ انہیں صحیح راستے (اسلام) کی تعلیم دیں مثلاً بنی اسرائیل۔ متعدد اہل علم نے اس موضوع پر کتب تصنیف کی ہیں اور مختلف مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث بھی کی ہے۔ اس سلسلے کی چند کتب کے نام درج ذیل ہیں:

- ☆ فتح المنان فی مشاہیر الرسل فی القرآن از احمد السجائی (م 1197ھ)

Marfat.com

- التقریر فی التکویر از محمد ابو الخیری بدین (م 1343ھ)
- ابو القاسم عبدالرحمٰن السہیلی (م 581ھ) کی کتاب
- علامہ احمد العابدی نے بھی ایک کتاب لکھی۔

viii) چند دیگر علوم القرآن:

درج بالا اہم ترین علوم القرآن کے علاوہ چند علوم ایسے بھی ہیں جن کا تعلق قرآن کریم سے ہے مثلاً علم التجوید، اعراب القرآن۔ ان علوم پر چند مشہور کتب درج ذیل ہیں:

- فنون الافنان فی عجائب علوم القرآن از علامہ ابن جوزی (م 597ھ)
- البرہان فی علوم القرآن از علامہ بدرالدین زرکشی (م 794ھ)
- الاتقان فی علوم القرآن از علامہ سیوطی (م 911ھ)

درج بالا عمومی تبصرے اور علوم القرآن سے متعلقہ چند کتب و مصنفین کے تذکرے کے بعد اس امر کی جانب اشارہ کرنا ضروری ہے کہ کبار صحابہ کرام کی زیر نگرانی اور راہنمائی میں تفسیر قرآن کے مختلف اسکول/ مدارس/ ادارے مکہ، مدینہ، عراق اور کوفہ میں قائم ہوئے (ان کا ذکر کیا جا چکا ہے)۔ ان اداروں سے نہ صرف تابعین میں تفسیر قرآن کے نابغۂ روزگار پیدا ہوئے بلکہ ان کی وجہ سے بعد میں آنے والے ادوار میں تبع تابعین نے جو محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے، ان کے لیے راہیں بھی انہیں اداروں کی وجہ سے استوار ہوئیں۔ یہی ہماری ذیل کی گزارشات کا موضوع ہے۔

(7) تبع تابعین کے دور میں تفسیر قرآن کا ارتقاء:

صحابہ کرام اور تابعین کے بعد ایک تیسرے دور کا آغاز ہوا جس میں بہت سی تفاسیر کی تصنیف و تالیف کا کام سرانجام پایا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تابعین کو بہت سی مشکلات اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا جس سے وہ بہ احسن وجوہ عہدہ برآ ہوئے۔ تاہم تبع تابعین کے دور میں دیگر گھمبیر قسم کے مسائل پیدا ہوئے۔ یہ مسائل اور مشکلات دو اقسام کے تھے:

Marfat.com

اولاً: وہ تمام فرقے (جو تابعین کے دور میں وجود میں آ چکے تھے) تبع تابعین کے دور میں بہت زیادہ فعال ہو گئے اور اپنے مزعومہ خیالات کی توسیع و اشاعت، قرآن کریم کی تشریح کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ان کے ساتھ ساتھ ملحدین بھی تھے جو اسلامی تعلیمات کی نفی کرتے تھے۔

اس صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے تبع تابعین نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ مختلف تفاسیر کی تالیف شروع کی جس میں اس تمام کام کو جمع کر دیا گیا جو محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں سرانجام پایا تھا۔ چونکہ محدثین نے احادیث کی تدوین کا کام بھی مختلف مجموعوں کی شکل میں بلحاظ موضوعات (SUBJECT WISE) کرنا شروع کر دیا تھا اس لیے اب ان مجموعوں میں ایک باب ''کتاب التفسیر'' کے عنوان سے شروع کر دیا گیا۔اس وقت تک کوئی ایسا مجموعہ حدیث موجود نہیں تھا جس میں تمام تر قرآنی آیات/سورتوں کو جمع کر دیا گیا ہو۔متعدد تبع تابعین نے بہت بڑے پیمانے پر مختلف ممالک/شہروں کے طویل اور صبر آزما سفر کیے تاکہ ان تمام احادیث کو جمع کیا جا سکے۔انہوں نے ہر اس شخص سے رابطہ کیا جس کے پاس کسی ایک حدیث کی موجودگی کا بھی علم ہوا۔انہوں نے قرآنی تفسیر سے متعلقہ احادیث بھی جمع کیں جو محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآنی تشریح کے ضمن میں منقول تھیں۔اس طریق پر درجۂ اول کے درج ذیل تبع تابعین نے خدمات سرانجام دیں:

- ☆ یزید بن ہارون السلمی (م117ھ)
- ☆ شعبہ بن حجاج (م118ھ)
- ☆ وکیع بن الجراح (م197ھ)
- ☆ سفیان بن عیینہ (م198ھ)
- ☆ روح بن عبادہ بصری (م205ھ)
- ☆ آدم بن ابی ایاس (م220ھ)
- ☆ عبد بن حمید (م249ھ)

Marfat.com

اس کے علاوہ، چند اصحاب نے فرقہ ہائے باطلہ کے عقائد کی تردید و تکذیب بھی شروع کی۔ اغلباً اس ضمن میں سب سے پہلی کتاب دوسری صدی ہجری میں حافظ ابو محمد سفیان بن عیینہ کوفی (م 198ھ) نے لکھی۔ اس کا نام "جوابات القرآن" تھا۔ دوسری صدی ہجری کے دوران قریباً 60 کتب تفسیر قرآن کے مختلف پہلوؤں پر لکھی گئیں۔

اس عرصے میں تفسیر قرآن کی تالیف و تصنیف کا کام، احادیث کی کتب سے علیحدہ طور پر سرانجام پانا شروع ہوا۔ جبکہ اس سے پہلے یہ دونوں موضوعات ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے تھے۔ اب اہل علم نے قرآن کی ہر سورت اور آیت کی تشریح اور مقاصد، موضوعات اور تفصیل کے ساتھ معانی و تشریح کا آغاز کیا۔ اس ضمن میں درج ذیل چند اعاظم رجال قابلِ ذکر ہیں:

- ابن ماجہ
- ابن جریر طبری (م 273ھ)
- ابوبکر منذر نیشاپوری (م 318ھ)
- امام حاکم (م 405ھ)
- ابوبکر بن مردویہ (م 410ھ)

درج بالا اہل علم جنہوں نے تفاسیر مرتب کیں، تبع تابعین کے دوسرے درجہ کے اہل علم شمار ہوتے ہیں۔ ان کی تمام تفاسیر کو "تفسیر ماثور" کہتے ہیں۔ یہ تمام تفاسیر نہایت اہتمام کے ساتھ فرامینِ رسول ﷺ، اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ارشاداتِ تابعین و تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے مطابق لکھی گئیں۔ تاہم ابن جریر طبری کی تفسیر اس لحاظ سے منفرد ہے کہ انہوں نے درج بالا اہم ترین امور کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل و براہین بھی مختلف آیات کی تشریح و توضیح میں دیئے ہیں۔ انہوں نے یہ کوشش بھی کی ہے کہ مختلف آیات سے فقہی اصول و مسائل (جس حد تک ممکن ہو) بھی اخذ کیے جائیں۔ یہ کوشش تفسیری ادب میں بارش کے پہلے قطرے کی مانند ثابت ہوئی جس کی وجہ سے تفسیر قرآن کو ایک نئی جہت حاصل ہوئی بنابریں مستقبل میں اہل علم کو اس قسم کے کام کرنے کی ترغیب ہوئی۔ اس کام

Marfat.com

کی درج ذیل خصوصیات تھیں:

☆ تفسیر قرآن کا کام حدیث کے مجموعوں سے علیحدہ طور پر ہونے لگا۔

☆ قرآن کریم کی ہر سورت/آیت کی تشریح وتوضیح کی گئی۔

☆ اگرچہ بحیثیتِ مجموعی تصنیف وتالیف کا کام اس طرح سرانجام پانا شروع ہوا جس طرح احادیث تحریر کی جاتی تھیں تاہم سند دینے کے اہتمام کو ترک کر دیا گیا جس کی وجہ سے بہت سی وضعی روایات کو تفسیری لٹریچر اور احادیث میں دخل حاصل ہوا۔

☆ چند غیر مستند اور UNRELIABLE تشریحات وتوضیحات قرآنی کی وجہ سے مفسرین کے درمیان اختلافات کا آغاز ہوا۔

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

باب سوم:

تیسری صدی ہجری سے زمانۂ حال تک کے تفسیری ارتقاء کا جائزہ

گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآنی تفسیر کے ارتقاء کا ایک مختصر سا جائزہ لیا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں ہوا تھا۔ اس باب میں ہم اس بے نظیر علمی کام کا جائزہ لیں گے جو گزشتہ 1400 سالوں میں سر انجام پایا۔ اس سے یہ ظاہر ہو گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف حصوں میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جبکہ مسلم اہل علم نے قرآن کریم کی تشریح و توضیح کے مقدس فریضے سے کوئی کوتاہی برتی ہو۔ چونکہ یہ موضوع بہت تفصیل طلب ہے تاہم، ہم اپنے قارئین کے لیے نہایت اختصار کے ساتھ چیدہ چیدہ مفسرین اور ان کی تفاسیر کا ذکر کریں گے۔

(الف) تیسری صدی ہجری کے مفسرین

ا۔ ابو محمد حسن عسکری:

ابو محمد حسن عسکری، اثناء عشریہ امامیہ کے گیارہویں امام ہیں۔ ان کی پیدائش مدینہ میں 231 یا 232 ہجری میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر حسن عسکری'' ہے۔ یہ تفسیر دراصل زبانی دیئے گئے لیکچرز پر مشتمل ہے جنھیں ان کے شاگردوں نے جمع کیا۔ یہ تفسیر صرف سورہ البقرہ کے معانی و مطالب اور تشریح پر مشتمل ہے۔ مختلف آیات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں استشہاد کیا گیا ہے۔

Marfat.com

۲۔ سہل بن عبداللہ التستری (م 273 یا 283ھ)

آپ 200 ہجری میں تستر کے مقام پر پیدا ہوئے۔ آپ کی تفسیر کا نام "تفسیر القرآن یا تفسیر تستری" ہے۔ اس میں قرآن کریم کی چیدہ چیدہ آیات کی تفسیر کی گئی ہے۔

۳۔ ابن قتیبہ:

ان کا نام ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ ہے۔ وہ عباسی حکمران ہارون الرشید کے آخری دور میں 213ھ (828ء) میں پیدا ہوئے اور 276ھ (889ء) میں وفات پائی۔ آپ کا شمار سنی مسلمانوں کے ان چند نابغۂ روزگار اہل علم میں ہوتا ہے جنہوں نے قرآن کریم کے مختلف علوم کے متعلق دو صد سے زیادہ کتب تصنیف کیں۔ انہوں نے نہ صرف قرآنی آیات کی تشریح و توضیح کی بلکہ مخالفین و معاندین اسلام فرقوں کے ان اعتراضات اور شکوک و شبہات کا بھی نہایت شافی جواب دیا جو معترضین اور متخاصمین کی طرف سے اکثر کیے جاتے تھے۔ یہی ان کے علمی کاموں کا نمایاں ترین اور اختصاصی پہلو ہے۔

(ب) چوتھی صدی ہجری کے مفسرین

ا۔ محمد بن جریر الطبری:

ان کی پیدائش طبرستان میں 244ھ (839ء) میں ہوئی۔ انہوں نے تعلیم کے حصول کے لیے بہت زیادہ اور طویل سفر کیے۔ اللہ کریم نے انہیں ایک خصوصی ذوق سے نوازا تھا کہ وہ تاریخ، فقہ، قرأتِ قرآن، اور تفسیر کے علاوہ ریاضی، میڈیسن (طب)، تاریخ، اور گرائمر جیسے مضامین پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اپنے سفر کے دوران انہوں نے بہت سا علمی مواد اکٹھا کیا جو ان کی تعلیمی، تصنیفی سرگرمیوں کے لیے بہت مفید اور ضروری تھا۔ ان کی تفسیر کا نام "جامع البیان فی تفسیر القرآن" ہے جو 30 جلدوں میں شائع ہوئی

Marfat.com

ہے۔اس تفسیر کی حیثیت ایک انسائیکلو پیڈیا کی سی ہے اور مختلف ادوار کے مفسرین نے نہ صرف اس سے اخذ واکتساب کیا ہے بلکہ علم تفسیر کے ایک نہایت معتبر حوالے کے طور پر بھی اس کا ذکر کیا ہے۔اس بناء پر اسے ''ام التفاسیر'' کہتے ہیں۔

۲۔ابن ابی حاتم رازی (م 327ھ):

ان کی تفسیر کا نام ''المسند'' ہے۔وہ ایک بہت وسیع المطالعہ اور کثیر التصانیف شخصیت تھی۔انہوں نے مختلف موضوعات پر درجنوں کتابیں تصنیف کیں۔ان کی علمی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے تلامذہ میں بے شمار اعاظم رجال شامل ہیں. جن میں مشہور ترین یہ ہیں:

- ابن عدی (م365ھ)
- ابن حبان (م354ھ)
- ابوالشیخ الاصبہانی (م309ھ)

۳۔ابومنصور ماتریدی (م333ھ):

ان کی پیدائش 238ھ (853ء) میں سمرقند میں ہوئی اور وفات 332ھ (994ء) میں ہوئی۔ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر ماتریدی'' یا ''تاویلات اہل السنہ'' ہے۔

۴۔ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص:

ان کی پیدائش رے (ایران) میں 305 ہجری میں ہوئی اور وفات 370 ہجری میں ہوئی۔انہیں قرآنی تعلیمات پر مکمل عبور حاصل تھا۔ان کی تفسیر کا نام ''احکام القرآن'' ہے اور حنفی فقہی مذہب میں اس کی حیثیت ایک انسائیکلو پیڈیا کی سی ہے۔اگرچہ یہ تفسیر چوتھی صدی ہجری میں لکھی گئی لیکن اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ موجودہ دور میں بھی صحیح الفکر اہل علم میں نہایت ذوق وشوق اور اہتمام سے نہ صرف پڑھی جاتی ہے بلکہ بطور حوالہ بھی اسے ایک استفادی حیثیت دی جاتی ہے۔اس تفسیر کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ

Marfat.com

اسے فقہی مسائل کی بنیاد پر لکھا گیا ہے اور دیگر فقہی مذاہب (شافعی، مالکی) سے ایک تقابلی جائزہ بھی اس میں شامل ہے۔

۵۔ابواللیث سمرقندی حنفی (372ھ):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر بحرالعلوم'' ہے۔اگرچہ اس کی اشاعت نہیں ہوسکی تاہم اس کا قلمی نسخہ مصر میں موجود ہے۔

(ج) پانچویں صدی ہجری کے مفسرین

ا۔محمد بن حسین سلمی:

ان کی پیدائش 330ھ میں اور وفات 412ھ میں ہوئی۔وہ ایک بہت بڑے عالم تھے جنہوں نے قریباً 100 کتابیں لکھیں۔ان کی تفسیر کا نام ''حقائق تفسیر'' ہے۔

۲۔قاضی عبدالجبار (م415ھ):

ان کا شمار معتزلہ فرقہ کے سب سے بڑے عالم کے طور پر ہوتا ہے۔ان کی تفسیر کا نام ''تنزیہہ القرآن عن المطاعن'' ہے۔سوال و جواب کی شکل میں یہ تفسیر معتزلی عقائد اور نظریات پر مبنی ہے۔

۳۔امام ثعلبی (م427ھ):

ان کا مکمل نام ابواسحٰق احمد بن ابراہیم ثعلبی ہے،ان کی تفسیر ''الکشف والبیان عن تفسیر القرآن'' کے نام سے موسوم ہے۔

۴۔ابوجعفر محمد بن الحسن طوسی (م460ھ):

ان کی تفسیر ''البیان فی تفسیر القرآن'' کے نام سے مشہور ہے۔یہ شیعہ فرقہ کے بہت

Marfat.com

مشہور امام گزرے ہیں۔ ان کی تفسیر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے جس میں قرآنی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر جامع گفتگو کی گئی ہے۔

(د) چھٹی صدی ہجری کے مفسرین

ا۔عمادالدین ابوالحسن علی بن محمد طبری:

ان کی پیدائش 450ھ اور وفات 504ھ میں ہوئی۔ان کی تفسیر ''احکام القرآن'' کے نام سے موسوم ہے۔ ان کا تعلق شافعی مکتب فکر سے ہے اور اپنے فقہی مذہب کی تعلیمات کے لحاظ سے حوالے کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

۲۔ابومحمد بن حسین بن مسعود بغوی:

ان کی پیدائش خراسان میں ہوئی، ان کی تفسیر ''معالم التنزیل'' کے نام سے جانی جاتی ہے۔ان کا تعلق بھی شافعی مکتب فکر سے ہے۔

۳۔ابوالقاسم محمود بن عمر جاراللہ الخوارزمی الزمخشری المعتزلی:

ان کی پیدائش خراسان میں 467ھ (1075ء) میں وفات 538ھ میں ہوئی، وہ ایرانی النسل تھے تاہم عربی زبان اور لٹریچر پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ان کی مشہور زمانہ تفسیر ''الکشاف'' کے نام سے علمی حلقوں میں جانی جاتی ہے جو مکہ میں لکھی گئی۔ اگرچہ انہوں نے یہ تفسیر معتزلی عقائد کی تائید میں لکھی ہے تاہم اہل علم اس کی علمی قدر و قیمت کے قائل ہیں۔ علامہ اقبال کے والد نے ان کے قرآن کریم کے ساتھ والہانہ شغف کو دیکھتے ہوئے یہ نصیحت فرمائی کہ ''اقبال قرآن کریم کو ایسے پڑھا کرو جیسے کہ وہ تم پر نازل ہو رہا ہو''!......اس پر علامہ اقبال نے یہ شعر کہا:

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف!

Marfat.com

۴۔ابو علی بن حسن طبرسی مشہدی (م 538ھ):

ان کا شمار شیعہ مکتب فکر کے رجال عظیم میں ہوتا ہے۔ان کی تفسیر کا نام ''مجمع البیان فی علوم القرآن'' ہے۔قطع نظر شیعہ عقائد کے یہ تفسیر اسلامی تفسیری لٹریچر میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

۵۔ابو بکر محمد بن عبداللہ:

ان کی پیدائش 468ھ اور انتقال 543ھ (1148ء) میں ہوا۔ان کا شمار مالکی مکتب فکر کے اعاظم رجال میں ہوتا ہے۔ان کی تفسیر کا نام ''احکام القرآن'' ہے۔اس تفسیر کا ایک نمایاں ترین وصف یہ ہے کہ یہ ضعیف احادیث اور اسرائیلی روایات سے بالکل پاک ہے۔

۶۔ابو محمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی:

ان کی پیدائش 481ھ میں اور وفات 546ھ میں ہوئی۔آپ کی تفسیر کا نام ''المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز'' ہے۔ایک متبحر عالم ہونے کی حیثیت سے انہیں حدیث، فقہ، تفسیر، شاعری، اور عربی لٹریچر پر مکمل عبور حاصل تھا۔ان کی یہ تفسیر شائع نہ ہو سکی۔

۷۔ابو القاسم حسین بن محمد بن الفضل المعروف بہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ:

آپ اصفہان کے رہنے والے ہیں۔آپ نے ایک کتاب ''المفردات فی غریب القرآن'' کے نام سے لکھی ہے جس میں انہوں نے قرآن حکیم کے مفردات کی تفسیر کی ہے۔اس بارے میں اس کو سند کا درجہ حاصل ہے۔سن وفات 502ھ ہے۔

۸۔محمد بن محمد بن احمد ابو حامد غزالی رحمہ اللہ:

آپ طوس میں 450ھ میں متولد ہوئے اور آپ نے 505ھ میں وفات پائی

Marfat.com

ہے۔آپ نے دو تفسیریں لکھی ہیں، ان میں سے ایک ''جواھر القرآن'' ہے یہ مختصر تفسیر ہے۔مصر سے شائع ہو چکی ہے۔دوسری تفسیر طویل ہے جو چالیس جلدوں میں ''یاقوت التاویل فی تفسیر التنزیل'' کے نام سے معروف ہے۔انڈیا آفس (لندن) کی لائبریری میں اس تفسیر کا کچھ حصہ موجود ہے۔

۹۔عمر بن محمد بن احمد بن اسمٰعیل نجم الدین ابو حفص نسفی رحمۃ اللہ:

461ھ سن پیدائش اور 538ھ سن وفات ہے۔''التیسیر فی علم التفسیر'' آپ کی تفسیر کا نام ہے۔

۱۰۔ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی المعروف بابن الجوزی رحمۃ اللہ:

''زاد المسیر فی علم التفسیر'' تیسیر البیان فی تفسیر القرآن اور ''المغنی فی تفسیر القرآن'' کے نام سے آپ نے تفسیر لکھی ہیں۔597ھ سن وفات ہے۔

(ر) ساتویں صدی ہجری کے مفسرین

۱۔ابو محمد شیرازی (606ھ)

ان کی تفسیر کا نام ''عرائس البیان فی حقائق القرآن'' ہے۔

۲۔امام فخر الدین رازی:

ان کا مکمل نام محمد بن عمر بن حسین تھا اور ان کی پیدائش 544ھ میں (رے) ایران میں ہوئی اور انتقال 606ھ میں ہوا۔ان کی تفسیر کا نام ''التفسیر الکبیر/ مفاتیح الغیب'' ہے، وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث، مفسر اور فلاسفر تھے۔انہوں نے 67 کتابیں لکھیں۔ان کی تفسیر تیس 30 جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی ہے۔اس میں بہت سے فلسفیانہ موضوعات پر بحث کی گئی ہے اور معتزلہ نیز ملحدین کے باطل عقائد ونظریات کی تردید بھی کی گئی ہے۔

Marfat.com

۳۔ امام ابن اعرابی:

ان کی پیدائش 560ھ میں اور وفات 628ھ میں ہوئی۔ ان کا شمار صوفیا کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے اہل علم میں ہوتا ہے۔ آپ نے 150 کتابیں لکھیں جو اب تک موجود ہیں۔ آپ محی الدین اور شیخ اکبر کے القاب سے مشہور ہیں۔ آپ نے ''کشف الاسرار وھتک الاستار'' اور ''الجمع التاویل'' کے نام سے دو تفسیریں لکھی ہیں۔

۴۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی:

ان کا تعلق قرطبہ (اندلس) سے تھا۔ ان کا انتقال 671ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر کا نام ''الجامع لاحکام القرآن'' ہے۔ تفسیر کے علاوہ انہوں نے متعدد کتب بھی لکھیں۔ تاہم ان کی تفسیر اہلِ علم میں بہت مقبول ہے۔ قرطبی نے اپنی تفسیر کا مدار بہت سے مشہور اور مستند مراجع اور مصادر پر رکھا ہے، انہوں نے اسرائیلی روایات کی تردید عقلی دلائل سے کی ہے۔

۵۔ امام عبداللہ بن عمر بن محمد (امام بیضاوی):

وہ امام بیضاوی کے نام سے مشہور ہیں، ان کی پیدائش آذربائیجان میں ہوئی اور انتقال 685ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر ''تفسیر بیضاوی/ انوار التنزیل واسرار التاویل'' کے نام سے مشہور ہے۔ اہل علم نے اس تفسیر کو اس کی علمی وجاہت اور اسرائیلی روایات سے پاک ہونے کی بنا پر تحسین کی نظر سے دیکھا ہے۔ اس میں معتزلی عقائد کی خوب تردید کی گئی ہے۔

(س) آٹھویں صدی ہجری کی تفاسیر اور ان کے مفسرین

ا۔ عبداللہ بن احمد نسفی:

آپ ''تفسیر نسفی/ مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' نامی تفسیر کے مصنف ہیں۔ ان

Marfat.com

کا انتقال 686ھ یا 701ھ میں ہوا۔ ان کا تعلق حنفی مکتب فکر سے ہے اور علم قرآن و حدیث کے رجلِ عظیم خیال کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ اس کا بہت سا مواد تفسیر بیضاوی اور تفسیر کشاف سے حاصل کیا گیا ہے تاہم یہ معتزلہ اور اسرائیلی روایات سے یکسر پاک ہے۔

۲۔ نظام الدین حسن بن محمد خراسانی:

ان کی پیدائش ''قم (ایران) میں ہوئی اور انتقال 728ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر کا نام ''غرائب القرآن ورغائب الفرقان'' ہے۔ وہ تفسیر اور تاویل کے بہت بڑے عالم ہیں جنہیں عربی زبان اور لٹریچر پر بہت زیادہ عبور حاصل تھا۔ تفسیر کے علاوہ بھی انہوں نے دیگر بہت سی کتب لکھیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں امام رازی کی تفسیر (التفسیر الکبیر) اور علامہ زمخشری کی تفسیر ''الکشاف'' پر بہت سے اضافے کیے ہیں۔ اس تفسیر کو بلحاظ موضوعات، سٹائل اور صوفیانہ طرزِ فکر کے بہت عمدہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ شائع شدہ ہے۔

۳۔ علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم:

ان کی پیدائش بغداد میں 678ھ میں ہوئی اور وہ 741ھ میں فوت ہو گئے۔ ان کا تعلق شافعی مکتب فکر سے تھا۔ ان کی تفسیر ''لباب التاویل فی معانی التنزیل'' ہے جسے عام طور پر تفسیر خازن بھی کہتے ہیں۔

۴۔ محمد بن یوسف بن علی:

وہ عام طور پر ابوحیان کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی پیدائش 654ھ میں اور وفات 745ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''البحر المحیط'' ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیم 450 اساتذہ کرام سے حاصل کی جو مختلف علوم سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی تفسیر آٹھ جلدوں میں شائع شدہ ہے۔

۵۔ امام ابن کثیر:

ان کا اسم گرامی اسماعیل ہے۔ وہ بصرہ میں 700 یا 701ھ میں پیدا ہوئے اور

Marfat.com

وفات 774ھ میں ہوئی۔ آپ ایک بہت منفرد شخصیت کے حامل انسان تھے۔ آپ کو تاریخ، حدیث، تفسیر اور فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ وہ شاعری کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ اپنی عظیم الشان تفسیر (تفسیر قرآن العظیم/تفسیر ابن کثیر) کے علاوہ بہت سے دیگر موضوعات پر متعدد کتب تصنیف کی ہیں۔

(ش) نویں صدی ہجری کے مفسرین

ا۔ عبداللہ بن مقداد بن عبداللہ بن اسمٰعیل آسوری:

یہ شیعہ مکتب فکر کے مفسر ہیں جنہوں نے ''کنز العرفان فی فقہ القرآن'' نامی تفسیر لکھی۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سی کتب بھی لکھیں۔ 832ھ سن وفات ہے۔

۲۔ شمس الدین یوسف بن احمد ثلائی زیدی:

شیعہ مکتب فکر کے زیدیہ فرقہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کا انتقال 832ھ میں ہوا۔ انہوں نے ''الثمرات فی تفسیر آیات الاحکام'' نامی تفسیر لکھی۔

۳۔ جلال الدین المحلی و جلال الدین سیوطی:

ہر دو مفسرین نے ایک تفسیر لکھی جس کا نام ''جلالین'' ہے۔ اول الذکر کی پیدائش مصر میں 791ھ میں ہوئی اور انتقال 864ھ میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد اس تفسیر کا بقایا حصہ جلال الدین سیوطی نے مکمل کیا۔ ان کا تعلق شافعی مکتب فکر سے تھا۔ تفسیری لٹریچر میں یہ بہترین تفسیر تسلیم کی جاتی ہے جس سے آج بھی استفادہ کیا جاتا ہے۔

۴۔ امام ثعلبی:

ان کا اصل نام ابن زید عبدالرحمٰن بن محمد ہے۔ انہوں نے ایک تفسیر ''الجواہیر المعانی فی تفسیر القرآن'' لکھی۔ ان کا تعلق مالکی مکتب فکر سے تھا۔ ان کا انتقال الجیریا میں 876ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر کی اشاعت بھی ہوئی۔

Marfat.com

(ص) دسویں صدی ہجری کے مفسرین

ا۔ امام جلال الدین سیوطی:

ان کا نام جلال الدین ابو الفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی تھا۔ ان کی پیدائش 849ھ میں اور وفات 911ھ میں ہوئی۔ ان کا تعلق شافعی مکتب فکر سے تھا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے جلال الدین المحلی کے ساتھ مل کر تفسیر ''جلالین'' کا کام شروع کیا لیکن ان کی وفات کے بعد اس کی تکمیل انہوں نے کی۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے ایک تفسیر ''الدر المنثور فی تفسیر الماثور'' کے نام سے لکھی۔ مزید برآں، انہوں نے 500 سے زائد کتب لکھیں۔ علوم القرآن پر ان کی ایک مایہ ناز تصنیف کا نام ''الاتقان'' ہے اس کے علاوہ وہ علم حدیث کے ایک نابغۂ روزگار عالم تھے جنہیں علم حدیث کی مختلف شاخوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔ ان کی تفسیر 6 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۲۔ شمس الدین محمد بن محمد:

انہیں الخطیب الشربینی کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ انہوں نے ''سراج المنیر'' کے نام سے تفسیر لکھی جو 4 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ اپنی گوناگوں خوبیوں کی بنا پر یہ تفسیر اہل علم میں بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ ان کا تعلق شافعی مکتب فکر سے تھا۔ 977ھ سن وفات ہے۔

۳۔ محمد بن مصطفیٰ:

انہیں ابو سعود کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ وہ 893ھ میں پیدا ہوئے اور 982ھ میں وفات پائی۔ ان کی تفسیر کا نام ''ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم'' ہے۔ اپنے ادبی سٹائل کی بنا پر یہ تفسیر ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔

Marfat.com

(ض) 1091 ہجری سے 1354 ہجری تک کے مفسرین

ا۔ ملا محسن کاشی:

ان کا نام محمد بن شاہ مرتضیٰ ہے۔ وہ شیعہ مکتب فکر کے اتنے عظیم شخص ہیں کہ ان کے مقابل کوئی دوسرا نہیں۔ وہ حدیث، تفسیر اور شاعری کے بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی تفسیر کا نام ''الصافی فی تفسیر القرآن'' ہے یہ تین مختلف جلدوں میں لکھی گئی ہے جو ''کبیر''، ''متوسط'' اور ''صغیر'' کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان کی درج بالا تفسیر میں 70000 اشعار ہیں۔ یہ تفسیر 1074ھ میں مکمل ہوئی تھی۔

۲۔ سید عبداللہ بن محمد رضا:

ان کی پیدائش 1188ھ میں نجف میں ہوئی اور انتقال 1242ھ میں ہوا۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر القرآن'' ہے۔ وہ شیعہ مکتب فکر کے ایک بہت بڑے اور مستند عالم تھے۔ انہوں نے دیگر کتب بھی لکھیں۔

۳۔ محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی:

ان کی پیدائش 1173ھ میں اور وفات 1250ھ میں ہوئی۔ ان کی مشہور زمانہ تفسیر کا نام ''فتح القدیر'' ہے۔ وہ تفسیر، حدیث اور بہت سے دیگر علوم کے ایک نابغۂ روزگار عالم تھے جنہوں نے متعدد دیگر کتب بھی لکھیں۔ ان کا تعلق سلفی مکتب فکر سے تھا۔ ان کی تفسیر 5 جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

۴۔ سید محمود آفندی آلوسی:

ان کی پیدائش بغداد میں 1217ھ میں ہوئی اور وفات 1270ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم وسبع مثانی'' ہے۔ ان کی تفسیر کا مختصر نام ''روح المعانی'' ہے۔ ان کی تفسیر بہت مستند سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں بہت سی

Marfat.com

تفاسیر کا خلاصہ آ گیا ہے۔انہوں نے معتزلہ اور شیعہ کے خیالات ونظریات اور اسرائیلی روایات کی تردید کی ہے۔وہ ایک منفرد محدث اور مفسر تھے جنہوں نے اپنی تعلیم بہت سے اساتذہ سے حاصل کی۔انہیں حصول تعلیم کا بہت شوق تھا۔متعدد طلباء نے ان سے تعلیم حاصل کی۔وہ اپنے طلباء کو رہائش، خوراک اور لباس کی سہولیات اپنی جیب سے مہیا کرتے تھے۔

۵۔شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد بن عبدالمنان المراغی:

ان کی پیدائش 1298ھ (1881ء) میں ہوئی اور وفات 1354ھ (1945ء) میں ہوئی۔ان کی تفسیر کا نام "تفسیر المراغی" ہے۔اپنے والد سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ قاہرہ (مصر) چلے گئے جہاں جامعۂ ازہر سے انہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔وہ شیخ محمد عبدہٗ کے خاص شاگرد تھے۔انہوں نے سوڈان میں بطور قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بھی کام کیا اور بعدازاں جامعہ الازہر میں وائس چانسلر بن گئے۔تفسیر کے علاوہ انہوں نے بہت سے دیگر موضوعات پر بھی متعدد کتب لکھیں۔ان کی تفسیر کا ایک نہایت قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ انہوں نے زمانۂ حال کے بے شمار مسائل اور نظاموں پر علمی انداز میں تنقید کرتے ہوئے نہ صرف ان کے نقائص کو واضح کیا ہے بلکہ ان کے حل کی تجاویز بھی بتائی ہیں۔

۶۔سید رشید رضا مصری:

وہ 1282ھ میں پیدا ہوئے اور ان کا انتقال 1354ھ میں ہوا۔ان کی تفسیر کا نام "تفسیر القرآن الحکیم......تفسیر المنار" ہے۔وہ مفتی محمد عبدہٗ کے ہونہار ترین شاگرد تھے۔انہوں نے کچھ تربیت جمال الدین افغانی سے بھی حاصل کی۔ان کی شخصیت قدیم اور جدید علوم کا ایک بہترین اور خوبصورت امتزاج ہے۔وہ مفتی محمد عبدہٗ کے علمی وارث بنے ان کی تفسیر 12 جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔دراصل مفتی محمد عبدہٗ نے پارہ عمّ، سورۃ العصر اور بعض قرآنی آیات کی تفسیر یا تو تحریری صورت میں لکھی، یا پھر آپ نے اپنے تلمیذ

Marfat.com

عزیز سید رشید رضا کے مشورے سے جامعہ ازہر میں تفسیری محاضرات پیش کیے۔ ان کے سارے تحریری کام اور محاضرات کو ان کے بعد ان کے شاگرد سید رشید رضا نے جمع کر کے باقاعدہ تفسیر کی صورت میں شائع کیا۔ اس تفسیر میں مستشرقین کے اٹھائے گئے سوالات اور اعتراضات کی تردید کی گئی ہے۔

(ل) 1358ھ سے 1420ھ تک کے مفسرین

ا۔ شیخ طنطاوی جوہری:

ان کی پیدائش 1287ھ (1870ء) میں اور وفات 1358ھ (1940ء) میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم'' ہے۔ اس تفسیر میں شیخ طنطاوی نے ان مسائل پر بحث کی ہے جو جدید زمانے کے مسلمانوں کے ذہن میں پائے جاتے ہیں۔ مزید برآں، انہوں نے کائنات میں پائی جانے والی تمام مخلوقات از قسم حیوانات، نباتات اور علوم از قسم میڈیسن، فلکیات وغیرہ کے بارے میں بھی گفتگو کی ہے۔ ان کی رائے میں قرآن کریم میں 750 ایسی آیات ہیں جو مختلف سائنسی علوم (فزیکل، کیمیائی، حیاتیاتی) کے بارے میں ہیں جبکہ صرف 150 آیات ایسی ہیں جن کا تعلق فقہی مسائل سے ہے۔ اس طرح انہوں نے جدید دور کے مسلمانوں پر زور دیا ہے کہ وہ جدید سائنسی علوم سیکھیں۔

۲۔ سلطان محمد بن حیدر خراسانی:

ان کا تعلق شیعہ مکتب فکر کے بہت اعلیٰ پائے کے مفسرین میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی تفسیر کا نام ''بیان السعادۃ فی مقامۃ العبادۃ'' ہے۔

۳۔ سید قطب شہید:

ان کا اصل نام سید ہے اور خاندانی نام قطب ہے۔ وہ 1906ء میں پیدا ہوئے اور

Marfat.com

جمال عبدالناصر نے انہیں 1966ء میں پھانسی کی سزا دی تھی۔ ان کی تفسیر کا نام ''فی ظلال القرآن'' ہے جو 8 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اور اس کا اردو زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ وہ ایک نابغۂ روزگار راہ نما تھے۔ اخوان المسلمین جو مصر میں اسلامی نظام کے نفاذ کی حامی جماعت ہے اس کے لیڈر تھے۔ انہوں نے اس کے علاوہ 22 کتب بھی لکھیں۔ فی ظلال القرآن تفسیر کے انداز میں لکھی جانے والی دیگر تفاسیر کی طرح نہیں۔ چونکہ اس تفسیر کا بیشتر حصہ جیل میں لکھا گیا اس لیے وہ تاثرات جو قرآن کریم کے پڑھنے سے ان پر طاری ہوتے تھے ان کا انھوں نے تفسیری صورت میں برملا اظہار کر دیا ہے جس کے مطالعے سے قاری میں دعوت دین کا شوق اور ابلاغِ حق کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

Marfat.com

باب چہارم:

برصغیر ہندو پاکستان میں تفسیر کا ارتقاء

برصغیر ہندو پاکستان میں اسلام، ان عرب تاجروں کی وجہ سے پھیلا جو یہاں تجارت کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ خلافت راشدہ کے دور میں اسلامی ریاست کی حدود بلاد عرب سے بہت دور تک پھیل گئی تھیں اور یوں متعدد ممالک اور اقوام اسلامی ریاست کے زیر نگین آ گئے تھے۔ اموی حکمران ولید بن عبدالملک (86ھ/705ء سے 96ھ/713ء) کے دور میں سندھ باقاعدہ طور پر اسلامی ریاست کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ 94 ہجری (712ء) میں محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا۔ 99 ہجری میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہندو بادشاہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جس کے نتیجے میں نہ صرف وہ بادشاہ بلکہ دیگر بہت بڑے بڑے زمیندار بھی مسلمان ہو گئے۔ مسلمانوں کے اس برصغیر میں داخلے کی بناء پر عربی، فارسی زبانوں کا چلن عام ہوا۔ ان حالات میں مسلمانوں نے دین کی تبلیغ و اشاعت کا آغاز کیا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تیسری صدی ہجری میں منصورہ (سندھ) کے حاکم نے ایک عالم کو سندھ بھیجا کہ وہ ہندو آبادی میں اسلام کی دعوت کا کام کریں۔ تاریخ میں یہ بھی آتا ہے کہ اس دور میں سورہ یٰسین کی تشریح پر مشتمل تفسیر بھی لکھی گئی۔ ذیل میں ہم ان مفسرین اور عربی زبان میں لکھی گئی ان کی تصنیف کردہ تفاسیر کی تفصیل درج کر رہے ہیں جو 249ھ سے لے کر 982ھ تک لکھی گئیں۔

تیسری صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے اہم مفسرین

ا۔ حافظ ابو محمد عبد بن حمید بن نصر (م 245ھ)

عبد بن حمید، ایک محدث اور مفسر تھے۔ ان کا تعلق برصغیر کے اس حصے سے ہے جو

Marfat.com

اس وقت پاکستان کا حصہ ہے۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر عبد بن حمید'' ہے۔

۲۔ شیخ محمد بن احمد تھانیسری (م 684ھ):

ان کی تفسیر کا نام ''کاشف الحقائق وقاموس الدقائق'' ہے۔ یہ عربی زبان میں لکھی جانے والی سب سے پہلی تفسیر ہے جو سورہ فاتحہ سے لے کر والناس تک مکمل ہے۔

۳۔ سید محمد حسن گیسودراز:

ان کا اصل نام سید محمد حسن تھا، تاہم ''گیسودراز'' کے نام سے معروف ہیں۔ وہ دہلی میں 724ھ میں پیدا ہوئے اور 828ھ میں وفات پائی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر ملتقاط'' ہے۔ انہوں نے 105 سے زائد کتب لکھیں۔ انہیں عربی، فارسی اور قدیم اردو زبان پر مکمل عبور حاصل تھا۔

۴۔ شیخ جلال الدین علی بن احمد المہامی:

ان کی پیدائش گجرات میں 776ھ میں اور وفات 835ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تبصیر الرحمٰن وتفسیر المنان بعد مایشیر الی اعجاز القرآن'' ہے۔

۵۔ حاجی عبدالوہاب بخاری:

ان کی پیدائش 869ھ میں اور وفات 933ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر القرآن'' ہے۔

۶۔ حسن محمد بن میانجو:

ان کی پیدائش 923ھ میں اور وفات 982ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر ''تفسیر محمدی'' کے نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

(ب) 1000 صدی ہجری سے 1130 صدی ہجری

تک کے عربی تفاسیر کے مفسرین

ا۔ شیخ مبارک بن خضر ناگوری (م 1001ھ):

ان کی تفسیر 5 جلدوں میں ہے اور ''منبع عیون المعانی و مطلع الشمس الثانی'' کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے اپنے شاگردوں کو یہ تفسیر املا کرائی تھی۔

ا۔ ابوالفیض (م 1004ھ):

فیضی، شہنشاہ اکبر کا نورتن تھا۔ اگرچہ وہ بطور ایک فارسی شاعر معروف ہے لیکن اس نے ''سواطع الالہام'' نامی تفسیر بھی لکھی۔ اس تفسیر کا محیر العقول پہلو یہ ہے کہ عربی زبان میں لکھی گئی اور اس تفسیر میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا جس میں نقطہ ہو۔ [1] اس لحاظ سے یہ دنیا کی شاید پہلی اور آخری غیر منقوط تفسیر ہے۔ یہ تفسیر 700 صفحات پر مشتمل ہے اور اڑھائی سال کی مدت میں لکھی گئی۔

۳۔ شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی:

ان کی پیدائش 962ھ میں اور وفات 1103ھ میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''انوار الاسرار فی حقائق القرآن'' ہے۔

۴۔ شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب گجراتی:

یہ اورنگزیب عالمگیر کے زمانے میں قاضی تھے اور اپنے وقت کے متبحر عالم دین تھے۔ ان کا تعلق حنفی مکتب فکر سے تھا۔ ان کی تفسیر کا نام ''زبدۃ التفسیر للقدماء المشاہیر'' ہے۔

---

[1] مصنفین کو بتایا گیا ہے کہ یہ تفسیر ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ایک سادات خاندان کے ہاں ایک گاؤں میں ان کی لائبریری میں موجود ہے۔

Marfat.com

۵۔ ملا جیون:

ان کی پیدائش 1047ھ میں ہوئی اور وہ 1130ھ میں فوت ہوئے، وہ اورنگزیب عالمگیر کے استاد تھے۔ ان کی تفسیر کا نام ''التفسیر الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ'' ہے۔ یہ اہل علم کے نزدیک بہت مستند اور قابل وثوق تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ یہ تفسیر شائع ہو چکی ہے۔ مغل حکومت کے دور میں یہ مدارسِ عربیہ و دینیہ میں بطور نصاب شامل تھی۔

(ج) 1140ھ تا 1356ھ میں عربی تفاسیر کے مفسرین

ا۔ ملا علی اصغر بن عبداللہ قنوجی:

ان کی پیدائش 1051ھ میں قنوج میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''ثواقب التنزیل فی انارۃ التاویل'' ہے۔

۲۔ شیخ حکیم اللہ جہاں آبادی:

ان کی پیدائش 1060ھ میں اور وفات 1141ھ میں ہوئی۔ وہ دہلی میں پیدا ہوئے۔ ان کی تفسیر کا نام ''قرآن القرآن بالبیان'' ہے۔

۳۔ امیر عبداللہ محمد بن قنوجی (م 1178ھ):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر صغیر'' ہے۔

۴۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی:

ان کی پیدائش 1143ھ (1730ء) میں پانی پت میں ہوئی۔ انہوں نے اپنی تعلیم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر مظہری'' ہے جو 10 جلدوں میں ہے اور جس میں احادیث کے بہت سے حوالے مستند کتبِ حدیث سے دیئے گئے ہیں۔

Marfat.com

۵۔نواب صدیق حسن خان قنوجی:

ان کی ولادت روہیل کھنڈ میں 1248ھ (1832ء) میں ہوئی اور وفات 1307ھ (1889ء) میں۔ان کی تفسیر کا نام ''نیل المرام من تفسیر آیات الاحکام'' ہے، جو شائع شدہ ہے۔

۶۔مولانا ثناء اللہ امرتسری:

ان کی پیدائش 1287ھ (1868ء) میں امرتسر میں ہوئی اور وفات 1948ء میں۔ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر القرآن بالکلام الرحمٰن'' ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے 131 کتب قرآن وحدیث کے مختلف موضوعات پر لکھیں۔

برصغیر ہندوپاکستان میں اردو تفاسیر

(الف) بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے اہم مفسرین اوران کی تفاسیر

۱۔شاہ مراد اللہ سنبھلی (م 1185ھ/1770ء):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر مرادیہ'' ہے۔

۲۔شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی (1176ھ)

فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن اورالزہراوین (تفسیر سورہ بقرہ وآل عمران)

۳۔شاہ عبدالعزیز دہلوی:

آپ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ان کی پیدائش 1159ھ اور وفات 1239ھ ہے۔ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر فتح العزیز'' ہے۔نہایت مفصل تفسیر

Marfat.com

ہے۔جس کی اکثر جلدیں 1857ء کے ہنگاموں میں ضائع ہوگئی تھیں۔اوراب صرف سورہ بقرہ اور پارہ عم کی تفسیر موجود ہے۔

۴۔شاہ رفیع الدین دہلوی:

آپ شاہ ولی اللہ دہلوی کے بیٹے تھے۔ان کی پیدائش 1163ھ/1749ء اور وفات 1233ھ/1817ء میں ہوئی۔ان کا ترجمہ ''تحت اللفظ'' ہے۔

۵۔شاہ عبدالقادر محدث دہلوی:

آپ کی پیدائش 1167ھ/1753ء میں اور وفات 1230ھ/1815ء میں ہوئی۔ان کی تفسیر/ترجمہ کا نام ''موضح القرآن'' ہے جو نہ صرف شائع شدہ ہے بلکہ آج بھی مقبول عام ہے۔وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے ایک عظیم سپوت تھے۔ ان کا ترجمہ بامحاورہ ہے۔

۶۔شاہ رؤف احمد رافت نقشبندی (م1259ھ/1833ء):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر رؤفی'' ہے۔جسے عام طور پر ''تفسیر مجددی'' بھی کہتے ہیں۔

۷۔نواب قطب الدین خان بہادر دہلوی: (م1289ھ)

وہ شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے تلامذہ میں سے تھے،ان کی تفسیر 2 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے جس کا نام ''جامع التفاسیر'' ہے۔انہوں نے حدیث کی شہرہ آفاق کتاب مشکوٰۃ کا بھی اردو میں ترجمہ کیا جس کا نام ''مظاہر حق'' ہے۔

۸۔قاضی صبغت اللہ بدرالدولہ (م1280ھ/1863ء):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر فیض الکریم'' ہے یہ معروف محقق اور اسلامی سکالر ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کے دادا ہیں۔

Marfat.com

۹۔ مولانا فخر الدین احمد قادری فرنگی محلی:

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر قادری'' ہے جو دو جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

(ب) چودہویں صدی ہجری کے نصف دور اول میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین

ا۔ سر سید احمد خان:

ان کی پیدائش 1232ھ/ 1817ء میں بمقام دہلی ہوئی۔ انہوں نے ایک تفسیر ''تفسیر القرآن وھو الھدی والفرقان'' لکھی جو 1882ء میں شائع ہوئی۔ یہ تفسیر ''تفسیر احمدی'' کے نام سے بھی معروف ہے۔ اس تفسیر کو اہل علم کے ہاں بہت پذیرائی نہیں ہوئی کہ اس میں بہت سی ایسی باتیں لکھی گئی ہیں جو قرآنی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ تفسیر قرآن کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سی کتب لکھیں۔ وہ علی گڑھ کالج کے بانی ہیں جس نے بعد میں علی گڑھ یونیورسٹی کی شکل اختیار کی۔ ان کا انتقال 1315ھ/ 1896ء میں ہوا۔

۲۔ مولوی ڈپٹی نذیر احمد:

ان کی پیدائش 1252ھ/ 1836ء میں ہوئی اور وفات 1335ھ/ 1916ء میں ہوئی ان کی تفسیر کا نام ''غرائب القرآن'' ہے۔

۳۔ مولانا ابو محمد عبد الحق حقانی:

آپ کی پیدائش 1267ھ میں ہوئی اور وفات 1335ھ/ 1916ء میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''فتح المنان'' یا ''تفسیر حقانی'' ہے۔ یہ تفسیر 8 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ یہ قرآنی علوم کے ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے اور اہل علم میں بہت مقبول ہے۔

Marfat.com

۴۔ مولانا سید امیر علی ملیح آبادی:

ان کی پیدائش 1247ھ/1858ء اور انتقال 1337ھ/1912ء میں ہوا۔ ان کی تفسیر ''مواہب الرحمٰن'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

۵۔ مولانا فتح محمد تائب لکھنوی:

انہوں نے ''خلاصۃ التفسیر'' کے نام سے تفسیر قرآن لکھی جو چار جلدوں میں شائع شدہ ہے۔

۶۔ مولانا وحید الزمان:

ان کی تفسیر ''تفسیر وحیدی'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

۷۔ مولانا محمد احتشام الدین مراد آبادی:

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر اکسیر اعظم'' ہے۔

۸۔ حکیم سید محمد حسن امروہی:

ان کی تفسیر کا نام ''ترجمہ و تفسیر غایت البرہان'' ہے۔

۹۔ مولوی محمد ان شاء اللہ (م 1347ھ/1928ء):

ان کی تفسیر ''تفسیر فرقان حمید'' کے نام سے معروف ہے۔

(ج) چودھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین

ا۔ مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی (م 1369ھ/1940ء):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر القرآن بالقرآن'' ہے۔ یہ دو تراجم پر مشتمل ہے جس میں سے ایک انگریزی میں ہے اور دوسرا اردو زبان میں۔ اس لحاظ سے اس کو ایک منفرد

Marfat.com

حیثیت حاصل ہے کہ یہ انگریزی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ ہے جو کسی مسلمان نے کیا ہے۔

۲۔مولانا اشرف علی تھانوی:

آپ کی پیدائش 1280ھ/1838ء میں ہوئی۔آپ کی تفسیر ''بیان القرآن'' کے نام سے اہل علم اور عوام میں بہت مقبول و معروف ہے۔اس کے علاوہ بھی آپ نے 800 کتب/رسائل/کتابچے تحریر فرمائے۔

۳۔مولانا شبیر احمد عثمانی (م1369ھ/1949ء):

ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر عثمانی'' ہے۔

۴۔مولانا ابوالکلام آزاد:

آپ کی پیدائش مکہ معظمہ میں 1355ھ/ 1888ء میں ہوئی اور وفات 1378ھ/1958ء میں ہندوستان میں ہوئی۔ان کی تفسیر کا نام ''ترجمان القرآن'' ہے جو مکمل نہ ہوسکی۔وہ عالم اسلام کی ایک نابغۂ روزگار ہستی تھے جنہوں نے متعدد کتب بھی لکھیں۔

۵۔مولانا احمد سعید دہلوی (م1382ھ/1962ء):

ان کی تفسیر کا نام ''کشف الرحمٰن مع تیسیر القرآن وتسہیل القرآن'' ہے۔

۶۔مولانا عبدالوہاب خان:

ان کی پیدائش رام پور میں 1891ء میں ہوئی اور وفات 1964ء میں ان کی تفسیر کا نام ''تقریب القرآن'' ہے۔

۷۔مولانا مفتی محمد شفیع:

ان کی پیدائش 1314ھ(1897ء) میں ہوئی۔ان کی تفسیر کا نام ''معارف القرآن''

Marfat.com

ہے جو انگریزی، اردو دونوں زبانوں میں 8 جلدوں میں شائع شدہ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے 162 کتب/رسائل بھی تحریر فرمائے۔ ان کا انتقال 1396ھ میں ہوا۔

۸۔ مولانا عبدالماجد دریابادی:

پیدائش 1310ھ اور وفات 1978ء میں ہوئی۔ ان کی تفسیر کا نام ''تفسیر ماجدی'' ہے جس کا انگریزی ترجمہ بھی شایع شدہ ہے۔ یہ ایک بہت عمدہ تفسیر ہے جو موجودہ زمانے کے مسائل سے سیر حاصل بحث کرتی ہے۔

(ج) پندرہویں صدی ہجری میں اردو تفاسیر اور ان کے مفسرین

۱۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی:

ان کی پیدائش 1367ھ/1890ء میں اور وفات 1974ء میں ہوئی۔ انہوں نے ''معارف القرآن'' کے نام سے ایک تفسیر لکھی جو امت مسلمہ کے تفسیری لٹریچر میں ایک نہایت عمدہ اضافہ ہے۔

۲۔ مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی:

انہوں نے ایک تفسیر لکھی جس کا نام ''معالم القرآن'' ہے جو بارہ پاروں پر مشتمل ہے۔

۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی:

آپ حیدر آباد دکن میں 1321ھ/ (1903ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کی تفسیر کا نام تفہیم القرآن'' ہے جو انگریزی اور اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں بھی ترجمہ شدہ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے متعدد جدید مسائل پر بہت تفصیل کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ ان کا انتقال 1979ء میں ہوا۔

Marfat.com

۴۔مولانا امین احسن اصلاحی:

وہ 1904ء میں پیدا ہوئے۔ان کی تفسیر کا نام ''تدبر قرآن'' ہے جو 9 جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۵۔پیر محمد کرم شاہ الازہری:

1918ء میں پیدائش اور 1998ء میں وفات پائی۔آپ کی تفسیر کا نام ''ضیاء القرآن'' ہے جو پانچ جلدوں میں انگریزی اور اردو میں شائع شدہ ہے۔

۶۔مولانا غلام رسول سعیدی:

ان کی پیدائش 1358ھ/ (1937ء) میں دہلی میں ہوئی۔تفسیر کا نام ''تفسیر تبیان القرآن'' ہے۔اس کے علاوہ متعدد کتب کے بھی مصنف ہیں۔

۷۔حافظ صلاح الدین یوسف:

ان کی تفسیر کا نام ''احسن البیان'' ہے۔

چند اہم ترین تفاسیر:

ذیل میں چند اہم ترین تفاسیر قرآن کا نام درج کیا جا رہا ہے جو 300 صدی ہجری سے لے کر 900 صدی ہجری (جو کہ تقریباً سن عیسوی 1000ء سے لے کر 1500ء پر محیط ہے) میں لکھی گئیں اور آج تک امت مسلمہ ان سے استفادہ کر رہی ہے۔ (گوشوارہ نمبر 1)

گوشوارہ نمبر ۱: چند اہم ترین تفاسیر

۱۔جامع البیان فی التفسیر القرآن	محمد بن جریر الطبری (المتوفی 310ھ)
۲۔بحر العلوم	ابو اللیث سمرقندی حنفی (المتوفی 375ھ)
۳۔الکشاف والبیان التفسیر القرآن	ابو اسحٰق نیشاپوری (المتوفی 427ھ)

Marfat.com

۴۔معالم التنزیل	ابومحمد حسن البغوی الخراسانی الشافعی (المتوفی 510ھ)
۵۔المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز	ابن عطیہ اندلسی (المتوفی 546ھ)
۶۔تفسیر القرآن العظیم المعروف بہ تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر الدمشقی الشافعی (المتوفی 774ھ)
۷۔الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن	عبدالرحمٰن ثعلبی الجزوری المالکی (المتوفی 876ھ)
۸۔الدر المنثور فی التفسیر بالماثور	جلال الدین سیوطی الشافعی (المتوفی 911ھ)

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں اشارہ کیا گیا کہ مفسرین اور محدثین نے اپنی پوری پوری زندگیاں تفاسیر اور احادیث کے مختلف مجموعے مرتب کرنے میں گزار دیں۔ ان کی مساعی کے نتیجے میں چند ایسی تفاسیر بھی معرض وجود میں آئیں جو کم از کم 20 جلدوں سے لے کر 500 جلدوں پر محیط ہیں۔ ذیل میں چند ایسی تفاسیر کے نام مع مفسرین و تعداد جلد درج کیے جا رہے ہیں:

تفسیر ابن جریر طبری (جامع البیان)	بیس جلدیں
تفسیر ابن جوزی	ستائیس جلدیں
تفسیر الاصبہانی	تیس جلدیں
کتاب التحریر التحریر	پچاس جلدوں سے زائد
تفسیر علامہ افادی (روم کے مفسر)	ایک سو بیس جلدیں
تفسیر القزوینی	تین سو جلدیں
تفسیر حدائق ذات البھجہ	پانچ سو جلدیں

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ خلافت راشدہ کے نظام کے بعد، مسلم سوسائٹی میں طوائف الملوکی اور سیاسی انارکی نے جنم لیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اس طوائف الملوکی نے بدترین شکل اختیار کر لی اور اسلامی ریاست خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے بجائے خاندانی بادشاہت میں تبدیل ہو گئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کی شہادت کے بعد اس انارکی نے ایک ایسی صورت اختیار کر لی کہ اس کے

Marfat.com

برے اثرات امتِ مسلمہ آج تک بھگت رہی ہے۔ اس دور میں بہت سے فرقے پیدا ہو گئے جنہوں نے نہ صرف غلط احادیث مختلف بادشاہوں کے مفاد کے لیے وضع کیں بلکہ ان کی دستبرد سے قرآن کریم بھی محفوظ نہ رہ سکا اور انہوں نے قرآن کریم کی آیات کی بھی ایسی ایسی اور نت نئی توجیہات وتشریحات کرنی شروع کیں جو اجماعِ امت کے خلاف تھیں تا کہ وہ اپنے مزعومہ عقائد وخیالات کو برحق ثابت کرسکیں۔

اموی خاندان کی بادشاہت سے لے کر عباسی دور تک ایک گروہ معرضِ وجود میں آیا۔ یہ گروہ جو دین کا درد رکھنے والے مخلص علماء اور استباز اہل علم پر مشتمل تھا۔ ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلامی ریاست کے وسعت پکڑنے، لاکھوں لوگوں کے اسلام قبول کرنے اور ان کی وجہ سے نت نئے مسائل سامنے آنے کی بنا پر یہ ضروری ہو گیا کہ اس تمام تر صورتِ حال سے نبرد آزما ہوا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے جب یہ بھی محسوس کیا کہ کسی مسئلے کا حل واضح انداز میں قرآن کریم، حدیث، اقوال صحابہ اور تابعین کی تحریروں میں نہیں ہے تو پھر انہوں نے اپنے عقلی استدلال سے کام لیا۔ ان کا طریق کار یہ تھا کہ سب سے پہلے وہ کسی نئے مسئلے کا حل گزشتہ لٹریچر میں تلاش کرتے تھے تا کہ کوئی ایسی بات سمجھ آسکے جو اس مسئلے کے حل کے لیے قریب ترین بنیاد فراہم کرتی ہو، اس قسم کی تفسیر کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں۔ اس گروہ میں بہت سے نابغہ روزگار اور کبار اہل علم شامل تھے جیسے امام رازی اور امام بیضاوی وغیرہ۔

فقہی مکاتب فکر (مذاہب) کا ظہور

اسی دور میں متعدد ایسی تفاسیر معرضِ وجود میں آئیں جن کا مقصد یہ تھا کہ وہ خدائی احکامات جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں، ان کی تشریح وتوضیح کی جائے۔ یہ کام مختلف فقہی مذاہب، (مکاتب فکر) کے اہل علم (فقہائے کرام، ائمہ کرام) نے سرانجام دیا، جس کا مختصر سا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔ یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس امر کا اظہار آغاز کار ہی میں کر دیا جائے کہ فقہی مکاتب فکر کے درمیان جو اختلافات ہیں وہ

Marfat.com

بالکل فطری ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب متعدد اشخاص مختلف زمانوں میں کسی ایک حکم کی پیروی کرنے کے طریقے پر غور کریں گے تو حدیث' سیرت رسول ﷺ کے بہت بڑے ذخیرے سے وہ رہنمائی حاصل کریں گے اور چونکہ ہر انسان کی فکر مختلف ہوتی ہے اور چونکہ ہر شخص ایک ہی طرح نہیں سوچتا بلکہ کسی مسئلے میں اس کے مختلف پہلو مختلف اشخاص پر واضح ہوتے ہیں اور وہ اس کے مطابق ہی کوئی فیصلہ کرتا ہے لیکن چونکہ ان کے دلائل اور استشہاد کا منبع قرآن کریم، احادیث رسول اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم ہوتے ہیں اس لیے وہ تمام دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اتباع ہی کر رہے ہوتے ہیں۔ فرق اگر پڑتا ہے تو وہ صرف اور صرف ''اقرب الی السنۃ'' ہونے یا نہ ہونے کا ہوتا ہے۔ یعنی ایک فقیہ نے کسی مسئلے میں ایک طریقِ کار کو سنت کے زیادہ قریب سمجھا اور اس کی پیروی کی جبکہ دوسرے نے کسی دوسرے طریقہ کار کو سنت کے زیادہ قریب سمجھا اور اس کی پیروی کی۔ لیکن چونکہ دونوں کا مصدر اور مرجع اللہ کے رسول ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے اس لیے دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہو گئے۔ دور انحطاط میں یہ فقہی مکاتب فکر، چند لوگوں کی شدت پسندی کی بنا پر اختلافات اور فرقہ بازی کا سبب بنے، اس کی انتہا یہ ہے کہ کچھ لوگ کہتے تھے کہ ''مارا از قرآن وسنت چہ کار، قول ابوحنیفہ بیار'' (یعنی ہمیں قرآن وسنت سے کوئی غرض نہیں، ہمارے نزدیک تو قول ابوحنیفہ لاؤ تاکہ ہم اس پر عمل کریں)

...... ظاہر ہے کہ جب ہر فرقہ کا شخص اس دعوے کے ساتھ اپنے مکتبِ فکر کو دوسروں پر ٹھونسنے کی کوشش کرے گا تو پھر لڑائی جھگڑا بڑھے گا...... یاد رہے کہ مختلف مکاتب فکر کے ائمہ کرام کے درمیان اس طرح کا طرز عمل نہ تھا۔ وہ اگرچہ دلائل کی بنا پر اپنے طرزِ عمل کو صحیح یا ''اقرب الی السنۃ'' سمجھ کر اس پر عمل کرتے تھے تو دوسرے مذاہب فکر کے ائمہ کو بھی یہ حق دیتے تھے کہ وہ اپنے دلائل کی بنا پر اس طرز عمل کی پیروی کریں جسے وہ اقرب الی السنہ سمجھتے ہوں۔ تاریخ میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جب کسی مذہب کے امام نے کسی دوسرے مذہب کے امام کے سامنے یا اس کی قبر پر جا کر اس طرز عمل کا مظاہرہ کیا جس کی وہ امام تلقین کرتے تھے۔ امام شافعی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ایک دفعہ امام (ابو

Marfat.com

حنیفہ) کی قبر پر گئے اور وہاں رفع یدین اور آمین بالجہر کے ساتھ نماز نہیں پڑھی...... لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے اپنے طرز عمل کو کیوں بدل لیا۔ (کہ آپ تو رفع یدین اور آمین بالجہر کے قائل ہیں) آپ نے فرمایا: ''کہ مجھے اس صاحب قبر سے شرم آتی ہے کہ میں اس کے طرز عمل سے اختلاف کروں۔''

اس ضمن میں ہندو پاکستان میں مذہبی فرقہ بندی اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم اور استوار ہوئی کہ ایک مکتب فکر کے لوگ دوسرے مکتب فکر کی مساجد میں نماز بھی نہیں پڑھتے یا ان کو پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ حالانکہ یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے کہ مسلمان نماز پڑھنے یا اسی قسم کے دوسرے معاملات میں اس قدر تنگ دلی کا مظاہرہ کریں کہ لڑائی جھگڑے یا دنگے فساد کی نوبت آئے ......سطور ذیل میں ہم ان مختلف مکاتب فکر کے بارے میں کچھ مثبت معلومات نہایت اختصار کے ساتھ پیش کر رہے ہیں:

۱۔فقہ حنفی کا مکتب فکر:

اس مکتب فکر کے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔اس مکتب فکر کی اہم ترین تفاسیر ہیں ''احکام القرآن از ابوبکر جصاص (م370ھ) اور التفسیرات الاحمدیہ فی آیات الشریعہ ہیں جو بالترتیب امام ابوبکر جصاص اور ملا جیون (م1130ھ) نے لکھیں۔

۲۔فقہ شافعی کا مکتب فکر:

امام شافعی اس مکتب فکر کے بانی ہیں، ان کی تفسیر کا نام احکام القرآن ہے جسے خود امام شافعی رحمہ اللہ نے تحریر کیا۔ نیز ایک دوسری تفسیر امام جلال الدین سیوطی کی ہے جس کا نام ''جلالین'' ہے۔

۳۔فقہ مالکی کا مکتب فکر:

اس فقہ کا آغاز امام مالک سے منسوب ہے اور اس مکتب فکر کی اہم ترین تفسیر ''الجامع

Marfat.com

الاحکام القرآن'' جسے امام ابوعبداللہ قرطبی (م 671ھ) نے تحریر کیا۔

۴۔فقہ حنبلی کا مکتب فکر:

امام احمد بن حنبل کی تصانیف میں ''تفسیر قرآن حکیم'' بھی ہے۔

۵۔امامیہ اثناء عشریہ کا مکتب فکر:

اس مکتب فکر کی مشہور ترین ''تفسیر کنز الایمان فی فقہ القرآن'' ہے جسے مقداد بن عبداللہ آسودری نے تحریر کیا۔

۶۔معتزلہ کا مکتب فکر:

اس مکتب فکر کی مشہور ترین تفسیر الکشاف جسے ابو قاسم محمد بن عمر زمخشری (م 538ھ) نے تحریر کیا۔

پہلی صدی ہجری کے اواخر سے اہل علم کی ایک بڑی تعداد نے قرآن کریم کے فقہی احکام پر اس نقطہ نظر سے خاص طور پر غور وخوض شروع کر دیا تھا کہ کس کس آیت سے کتنے احکام نکلتے ہیں اور قرآن کریم کے کون سے الفاظ میں کون سا اسلوب ایسا استعمال ہوا ہے۔جس سے کوئی نیا حکم معلوم ہوتا ہے۔امام ابوحنیفہ کے ضمن میں آتا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے براہ راست جتنے احکام مستنبط کیے ہیں،ان کی تعداد چھیاسی ہزار سے زائد ہے اور ان کے مرتب کردہ احکام کی روشنی میں ان کے تلامذہ نے جو مزید فروعی احکامات اور جزوی تفصیلات مرتب کی ہیں ان سب کو اگر جمع کیا جائے تو ان کی تعداد دس لاکھ بنتی ہے۔گویا انہوں نے قرآن کریم کی چند سو آیات احکام سے دس لاکھ چھیاسی ہزار فقہی مسائل کا استنباط کیا۔''

امام شافعی کا شمار بھی مشہور ترین مفسرین،محدثین اور فقہائے اسلام میں ہوتا ہے۔ انہوں نے عالم انسانیت کو اصول فقہ کا علم دیا۔آج دنیا کے ہر قانون میں علم اصولِ فقہ یعنی Jurisprudence کے نام سے پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے۔امام شافعی اس

Marfat.com

دقیق اور عمیق فن کے موجد ہیں۔ ان کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کے شاگرد امام احمد بن حنبل تھے۔ وہ ایک دفعہ امام احمد کے ہاں بطور مہمان رہے کیونکہ وہ بغداد میں قیام پذیر کسی محدث سے ایک حدیث براہ راست سننا چاہتے تھے۔ یاد رہے کہ امام شافعی قاہرہ/مصر میں رہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں نہ ریل گاڑی تھی اور نہ جہاز۔ لوگ قافلوں کے ہمراہ سفر کرتے تھے جنہیں آج کل کی طرح ٹریول ایجنٹ چلایا کرتے تھے۔ راستے میں کھانے، پینے اور حفاظت کا بندوبست وہ پیسے لے کر کیا کرتے تھے۔ امام شافعی نے بھی پیسے جمع کرائے اور قافلے کے ساتھ چل پڑے۔ ان کے پیسے جوان کے پاس تھے راستے میں چوری ہو گئے۔ چونکہ کھانے کی اجرت راستے میں دکانداروں کو جو قافلوں کے پاس آ کر دکانیں لگا لیتے تھے۔ نقد ادا کرنا ہوتی تھی۔ اب امام شافعی، اس قافلے کے ہمراہ بھوکے ہی عازم سفر رہے کہ واپس جا کر پیسے لانے اور دوسرے قافلے کا انتظار کرنے میں نامعلوم کتنی مدت گزر جاتی اور اس دوران اگر وہ محدث جو بوڑھے تھے، مر جاتے تو امام صاحب اس حدیث کی براہ راست سماعت سے محروم رہ جاتے۔ چند روز گزرنے کے بعد اہل قافلہ میں سے کچھ لوگ انہیں کھانے کو دے دیتے تو وہ صرف زندہ رہنے کی حد تک چند لقمے کھا لیتے۔ ایسا وہ احتیاط کی بنا پر ہوتا تھا (اہل قافلہ کی آمدنی/رزق کے حلال ہونے کا انہیں یقین نہ تھا)۔

بغداد میں امام احمد کے گھر پہنچ کر، عشاء کی نماز پڑھ کر وہ بستر پر دراز ہو گئے۔ امام احمد نے اپنی چھوٹی بیٹی کو ہدایت کی تھی کہ وہ امام شافعی کے آرام کا خیال رکھے۔ بچی تھوڑی دیر بعد اپنے والد (امام احمد) کے کمرے میں جھانک کر دیکھتی کہ وہ نماز میں مصروف ہیں اور جب امام شافعی کو دیکھتی تو انہیں بستر پر دراز پاتی۔ اسے خیال ہوا کہ شاید سفر کی تھکن کی وجہ سے وہ سو گئے ہیں۔ اس نے سوچا کہ تہجد کے لیے وہ ضرور اٹھیں گے لیکن امام شافعی تہجد کے وقت بھی نہ اٹھے۔ فجر کی اذان پر بھی از خود نہیں اٹھے۔ جب امام احمد بن حنبل نماز فجر کے لیے مسجد جانے لگے تو انہوں نے آواز دی۔ امام شافعی نے چادر اتار پھینکی اور ان کے ساتھ مسجد روانہ ہو گئے۔ بچی حیرانی سے یہ تمام احوال دیکھتی

Marfat.com

رہی کہ معلوم نہیں کیا معاملہ ہے۔ ویسے تو شیخ میرے والد کے استاد ہیں مگر تمام رات سوتے رہے اور فجر کی نماز کے لیے بھی بغیر وضو ہی مسجد چلے گئے اور وضو کا پانی جوں کا توں رہا۔ اسے حیرت تھی کہ میرے والد ان کے کس عمل کی وجہ سے ان کے اتنے عقیدت مند ہیں کہ ہر وقت ان کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں؟ امام احمد سنت کی اتباع میں فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے رہے اور ذکر کرتے رہے۔ سورج نکلنے پر اشراق کی نماز پڑھ کر گھر واپس آئے۔ جبکہ امام شافعی نماز فجر کے فوراً بعد گھر آ کر بستر پر دراز ہو گئے۔ جب ناشتہ لگ گیا اور انہیں ناشتہ کے لیے بلایا گیا تو وہ دوبارہ چادر پھینک کر ناشتہ کے لیے آ کر بیٹھ گئے۔ اب بچی دیکھتی ہے کہ انہوں نے ناشتہ بھی خوب ڈٹ کر کیا جبکہ بچی کے والد ہمیشہ سے بہت کم کھاتے تھے اور اس نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ بزرگ اور اہل اللہ بہت تھوڑا کھاتے ہیں۔ اسے خیال ہوا کہ اگر یہ بزرگ ہیں تو ان کے اندر یہ باتیں کیوں ہیں؟ اور اگر ان کے اندر یہ باتیں ہیں تو پھر یہ بزرگ کس طرح ہیں؟

اسی اثنا میں امام احمد نے اپنے استاد گرامی سے پوچھا کہ کیا رات آرام سے گزری ہے؟ ٹھیک طرح سے سو گئے تھے؟ امام شافعی نے جواب دیا کہ رات تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آرام سے گزری۔ مگر میں سویا ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا وجہ ہوئی؟ امام شافعی نے جواب دیا کہ رات جب تم نے عشاء کی نماز پڑھائی تو یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ﴾

یہ سورہ البقرہ کی آخری آیات میں سے ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ اگر مقروض تنگ دست ہو تو اسے اس وقت تک مہلت دی جائے جب تک اسے خوشحالی نصیب نہ ہو جائے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ اس آیت مبارکہ کو سن کر میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس آیت سے تو اسلامی قانون افلاس نکلتا ہے۔ پھر میں نے غور کیا تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اس قانون افلاس کی بنیاد اخلاقی اصول پر ہے۔ پھر مجھے خیال آیا اس سے تو یہ حکم بھی نکلتا ہے، اس کے بعد خیال آیا کہ اس سے تو فلاں حکم بھی نکلتا ہے۔ وہ بیان

Marfat.com

کرتے گئے اور امام احمد سنتے گئے۔ پھر انہوں نے کہا جب میں 108 ویں مسئلہ پر پہنچا تو تم نے مجھے نماز فجر کے لیے آواز دے دی۔ اب جا کر بچی کو معلوم ہوا کہ امام شافعی کی ایک رات میرے والد کی ہزاروں راتوں پر کیونکر بھاری ہے اس لیے کہ میرے والد جو کچھ کر رہے ہیں، وہ اپنی ذات کے لیے کر رہے ہیں جبکہ امام شافعی جو کچھ کر رہے ہیں، وہ پوری امت کے لیے ہے۔

جہاں تک ناشتہ پر زیادہ کھانے کی بات تھی تو امام احمد نے امام شافعی سے پوچھا کہ سفر کیسے گزرا؟ اس پر انہوں نے وہ قصہ بتا دیا کہ راستے میں رقم چوری ہو جانے کی وجہ سے میں لوگوں کے کھانے میں سے تین چار دن کے بعد بقدر ضرورت کھا لیا کرتا تھا۔ پورے 6 ماہ میں نے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آج پہلی مرتبہ مجھے حلال اور جائز کھانا ملا۔ دوسرے یہ کہ میں نے ہمیشہ یہ محسوس کیا کہ حلال رزق میں ایک خاص نور ہوتا ہے جس کا اندازہ دستر خوان پر بیٹھ کر ہی ہو جاتا ہے۔ تمہارے دستر خوان پر مجھے وہ نور نظر آیا اس لیے میں نے آج پیٹ بھر کر ناشتہ کیا۔...... اس طرح اس بچی کو اپنے ذہن کے سوالات کا جواب مل گیا...... اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ائمہ کرام کس طریق پر قرآن کریم سے فقہی احکامات مستنبط کرتے تھے!

مختلف علاقائی زبانوں نیز اردو میں قرآن کے تراجم و تفاسیر

مختلف فقہی مذاہب کی اہم ترین تفاسیر کے بعد یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اردو زبان میں قرآنی تفاسیر اور اردو ترجمے کا جو عظیم الشان کام سرانجام پایا اس کا بھی ذکر کیا جائے۔ محمد عالم مختار الحق (1994ء) نے قرآن کریم کی تفاسیر اور تراجم کی دو فہرستیں دی ہیں۔ ان کے مطابق پہلی قسم میں اردو زبان میں تحریر کردہ 251 مکمل تفاسیر/تراجم قرآن کریم کے ہیں جبکہ دوسری فہرست ایسے 365 تراجم اور تفاسیر پر مشتمل ہے جو نامکمل رہے۔ ان دونوں فہرستوں میں مفسرین کے نام/ تراجم کے نام اور ان کا سن اشاعت دیا گیا ہے۔

Marfat.com

جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ برصغیر ہندو پاکستان میں اسلام کی اشاعت پہلی صدی ہجری میں ہوئی۔ تاہم سندھی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ ایک عراقی مسلمان عالم نے 270ھ میں کیا۔ جو آج کل دستیاب نہیں۔ برصغیر میں کسی دوسری زبان (فارسی) میں سب سے اوّلین ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کا بتایا جاتا ہے۔

اسلام کی اشاعت کے ساتھ دیگر علاقائی زبانوں میں بھی قرآنی تراجم کی اشاعت شروع ہوئی۔

- ☆ ہندی/ اردو زبان میں پہلا ترجمہ/تفسیر 1131ھ میں قاضی محمد معظم سنبھلی نے کیا۔ اس کا مسودہ بھوپال (ہندوستان کی نور الحسن لائبریری) میں موجود ہے۔
- ☆ ایک دوسرا اردو کا ترجمہ 1150ھ میں ہوا جس کے مترجم کا نام معلوم نہیں، تاہم اس کا قلمی مسودہ آصفیہ لائبریری حیدر آباد دکن (ہندوستان) میں موجود ہے۔
- ☆ اس کے بعد شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے 1190ھ میں قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کیا۔
- ☆ اس کے قریباً پندرہ سال بعد ان کے بھائی شاہ عبدالقادر نے ایک لفظی ترجمہ موضح القرآن کے نام سے کیا جو اہل علم میں آج تک متداول ہے۔

دنیا کی دیگر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم

درج بالا تراجم کے بعد مختلف اہل علم نے دنیا کی دوسری زبانوں میں بھی قرآن کریم کے تراجم کیے ہیں جن کی تفصیل سیارہ ڈائجسٹ کے قرآن نمبر (1984ء) میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ نمبر تین جلدوں میں نعیم صدیقی مرحوم کی ادارت میں شائع ہوا تھا۔ اس کی رو سے قرآن کریم کے فارسی، چائنی، فرانسیسی، جرمنی، اٹالین، ڈچ اور سپین کی زبانوں میں بھی تراجم ہوئے ہیں۔

''تراجم قرآن کے بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے عمر بھر تحقیق کی اور ایک کتاب لکھی ''القرآن فی کل لسان'' یہ کتاب عربی، انگریزی، فرانسیسی اور اردو میں شایع

Marfat.com

ہو چکی ہے۔ اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ دنیا بھر کی زبانوں میں قرآن کریم کے کلی یا جزوی تراجم موجود ہیں۔ صرف ایک اردو زبان میں 300 سے زائد تراجم موجود ہیں۔ انگریزی میں 150 سے زائد تراجم، فارسی اور ترکی میں 100 سے زائد، فرانسیسی میں 581، جرمن میں 55، لاطینی میں 53، اور بقیہ زبانوں میں درجنوں کے حساب سے قرآن مجید کے تراجم موجود ہیں۔

تفسیر قرآن کے ارتقاء پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک صحیح الفکر اور ذہین آدمی کو با آسانی یہ سمجھ آسکتی ہے کہ:

☆ فی زمانہ قرآن کریم وہ واحد الہامی کتاب ہے جو گزشتہ چودہ سو سالوں کے دوران اسی طرح محفوظ رہی جس طرح کہ لوحِ محفوظ سے وہ محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی،...... باوجود ان تمام تر کوششوں کے جو افراد، اداروں اور مختلف تنظیموں کی جانب سے اس میں کوئی تبدیلی لانے یا تحریف کرنے کے ضمن میں کی گئیں۔

☆ انسانی زندگی کے مسائل اور پیچیدہ معاملات کو حل کرنے میں اس کی تشریح وتوضیح میں ایک حیرت انگیز یکسانیت اور اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے جو انسان کو وقتاً فوقتاً درپیش آتے رہے ہیں۔ خلافت راشدہ سے لے کر آج تک باوجود ان کوششوں کے جو اس کی تعلیمات کو مسخ کرنے کے لیے کی گئیں اور ان آیات کو اپنے مزعومہ خیالات کی تائید وتوثیق کے لیے مختلف افراد، اداروں اور فرقوں کی جانب سے پیش کیا گیا۔ تاہم امت مسلمہ کے اجتماعی ضمیر نے ہمیشہ اس کی سختی کے ساتھ تردید کی۔ اس سے یہ اخذ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہیے کہ آج تک امت مسلمہ میں اس قسم کی کوئی کوشش کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکی۔

☆ اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ قرآن کریم کی تشریحات وتوضیحات کو بھی اللہ کریم کی حفاظت حاصل رہی ہے۔ اس کی صورت حال یہ بنی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان اہل علم کے ایک طویل اور لامتناہی سلسلۃ الذہب کے ذریعے، جو نہ صرف عربی

Marfat.com

زبان اور تاریخ کی باریکیوں کو بھی بہت اچھی طرح سے سمجھتے تھے بلکہ انہیں حدیث کا بھی بہت گہرا اور واضح فہم حاصل تھا محفوظ فرما دیا۔ یاد رہے کہ حدیث کا علم اس قدر وسیع الاطراف اور ہمہ جہت پہلوؤں پر مشتمل ہے اور اس کی اس قدر باریک بینی اور احتیاط سے جانچ پڑتال کی گئی ہے جس کی کوئی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی کہ کسی پیغمبر کی زندگی کے حالات اور اقوال وارشادات پر اس قدر تحقیق وتفتیش کی گئی ہو۔

اسرائیلی روایات کا جائزہ:

جہاں تک چند اسرائیلی روایات اور ان سے اخذ کردہ نتائج کا تعلق ہے تو اس ضمن میں چند حقائق درج ذیل ہیں:

☆ قبل ازیں اس کتاب کے آغاز میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے کہ تفسیر قرآنی کا ارتقاء چار مختلف مراحل میں سرانجام پایا۔ پہلا مرحلہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کا تھا، دوسرا مرحلہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور تھا۔ تیسرا مرحلہ تابعین کا اور چوتھا مرحلہ تبع تابعین کا تھا...... ان چار ادوار میں لاکھوں سے زیادہ صفحات پر مشتمل تفسیری لٹریچر معرض وجود میں آیا...... ان کے علاوہ بھی ایک اور ماخذ تھا جس سے تفسیری لٹریچر میں اضافہ ہوا...... یہ اسلام قبول کرنے والے ان اعلیٰ پائے کے اہل کتاب علماء کی روایات پر مبنی مواد تھا...... جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ آدم وحوا کی پیدائش اور دیگر انبیائے کرام کے بارے میں چند تاریخی حقائق بھی ان اہل علم حضرات کی روایات سے تفسیری لٹریچر میں داخل ہوئے۔ ان میں سے چند امور قرآنی تعلیمات کے مطابق تھے اور چند امور ایسے تھے جن کی وجہ سے قرآنی احکامات/تعلیمات کی نفی نہیں ہوتی تھی۔ اس بارے میں مفسرین نے ان روایات کے بارے میں اس طریق پر جانچ پڑتال نہیں کی جس طرح وہ دوسرے امور میں کیا

Marfat.com

کرتے تھے یوں ایسے امور بھی تفسیری لٹریچر میں شامل ہو گئے۔علاوہ ازیں ابن خلدون کے بقول اہل عرب ان روایات سے واقف تھے جو یہودی اور عیسائی لوگوں میں ظہور اسلام سے قبل جاہلیت کے دور میں پائی جاتی تھیں...... یہ تمام روایات قبول اسلام کے باوجود بھی ان لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ رہیں...... جیسا کہ بتایا گیا کہ تورات اور انجیل کی روایات وہب بن منبہ اور عبداللہ بن سلام کی وساطت سے آئیں......تاہم ان اسرائیلی روایات کا تفسیری لٹریچر میں در آنا چند ایسے مضمرات کا سبب بنا جس کی وجہ سے بعد کے سالوں میں تفسیری لٹریچر کا معیار متاثر ہوا۔ التفسیر والمفسرون کے مطابق ''ان روایات نے نہ صرف تفسیر کے معیار کو متاثر کیا بلکہ ان کی وجہ سے بہت سی وضعی احادیث کو بھی تفسیری لٹریچر میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ نتیجتاً مخالف لوگوں نے ان اہل کتاب مسلم اہل علم کی علمی ثقاہت اور مرتبے کو بھی متاثر کیا، اگرچہ ان کی جانب ان عقائد و روایات کو منسوب کرنا کسی صورت بھی جائز اور مناسب نہیں تھا۔''

☆ علاوہ ازیں، ایک اور اہم فیکٹر جس نے درج بالا تاثر کو تقویت دی، وہ چند اہل علم کی جانب سے احادیث کی اسناد کو حذف کرنا تھا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عام طریقِ کار تھا کہ وہ ہمیشہ روایات کی صحت پر زور دیا کرتے تھے۔ وہ اس وقت تک کوئی حدیث دوسروں تک روایت نہیں کرتے تھے جب تک کہ انہیں اس کی سند کا یقین نہیں ہو جاتا تھا۔تاہم عمومی طور پر وہ اس کی سند کے بارے میں ثبوت طلب نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں مسلمان اور دیانت داری گویا لازم و ملزوم تھے اور ان کا اخلاص فی الدین ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہوتا تھا۔اگرچہ چند صحابہ کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ کسی حدیث کو تسلیم کرنے کے لیے حلف/قسم لیا کرتے تھے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ انہیں راوی کی دیانت یا اخلاص پر کوئی شبہ ہوتا تھا بلکہ اس کا یہ مقصد ہوتا تھا

Marfat.com

کہ وہ اس کے بارے میں یقین کامل (More Sure) حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے روایت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اس کی صحت کے لیے کوئی دوسری شہادت بھی پیش کریں۔ چند انصاری صحابہ نے ان کی تائید کی کہ انہوں نے بھی یہ حدیث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا بلکہ میں اس کی تائید کسی دوسرے شخص سے بھی کرانا چاہتا تھا۔''

یہ طریق کار تابعین کے دور تک جاری رہا جبکہ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وضع حدیث کا چلن عام ہو گیا ہے۔ وہ بھی کوئی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک کہ اس کا حوالہ/سند معلوم نہ کر لیتے تھے۔ وہ ایسی احادیث کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تھے جن کا کوئی راوی مستند اور صحیح نہیں ہوتا تھا۔ امام مسلم نے حدیث کی اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' کے مقدمہ میں ابن سیرین (جو ایک مشہور تابعی تھے) کا حوالہ دے کر کہا ہے کہ ''پہلے پہل کوئی بھی حدیث کی سند معلوم نہیں کرتا تھا، تاہم جب وضع حدیث کا پتہ چلا تو پھر لوگوں نے اس کے متعلق تحقیق کرنا شروع کر دیا کہ اس حدیث کی سند کیا ہے اور اس کے راوی کون ہیں؟''

تابعین کے دور میں تفسیر کی کسی روایت کی سند معلوم کرنے کا سلسلہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دور صحابہ کے مطابق جاری رہا تاہم تابعین کے دور کے بعد چند مفسرین جنہوں نے تمام قسم کا تفسیری مواد ایک جگہ اکٹھا کر دیا تھا، وہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے اقوال بھی سند کے ساتھ دریافت کرتے تھے۔ اس گروہ میں سفیان بن عیینہ، اور وکیع بن الجراح جیسے نابغۂ روزگار شخصیتیں بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد چند مفسرین نے تفاسیر کی تصنیف و تالیف کا کام اس طرح شروع کیا کہ انہوں نے راویان کی سند کو نظر انداز کر دیا۔ چونکہ انہوں نے ان روایات کو بہت دِقّت نظر سے نہیں جانچا پس چند غلط اور صحیح روایات ایک دوسرے کے ساتھ مل جل گئیں۔ اس کے بعد یہ عمل

Marfat.com

یوں پختہ ہوتا چلا گیا کہ جب بھی کسی شخص کو کوئی روایت ملی، اس نے اسے نقل کر دیا۔ بعد میں آنے والے علماء نے ان روایات کی صحت اور سند پر اعتبار کرتے ہوئے انہیں بھی نقل کر دیا اور اس روایت کی صحت کے بارے میں جاننے کی کوشش نہیں کی اور اسے قدیم مفسرین کے اصل ذریعے/ ماخذ سے بھی مقابلہ کر کے نہیں دیکھا، اس طرح غلط اور صحیح مواد ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گیا۔

عباسی (2005) اس طریق کار کے بارے میں یوں قمطراز ہیں کہ ''یہ طریق کار بہت خطرناک ثابت ہوا اس لیے کہ اس کی وجہ سے وضعی احادیث کو قرآنی تفاسیر کے بیش بہا علم میں داخل ہونے کا موقع ملا۔ اسناد کو حذف کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایسی تفاسیر کو پڑھنے والے ایک عام قاری کو ان تمام تفاسیر کے بارے میں ایک غلط تاثر ملا۔ بعد میں آنے والے بہت سے مفسرین نے بھی انہی موضوع اور گھڑی ہوئی احادیث اور واقعات کو صحیح سمجھتے ہوئے نقل کر دیا۔ جبکہ درحقیقت ایسے تمام واقعات اور غلط احادیث اصل قرآنی تعلیمات سے کوسوں دور تھیں اور عقل و نقل کے کسی بھی معیار پر پوری نہیں اترتی تھیں۔ اگرچہ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ وضعی احادیث اور اسرائیلی روایات کا تفسیری علوم میں شامل ہونا، دونوں بہت ہی خطرناک باتیں تھیں، تاہم اسنادِ روایت کا حذف کرنا بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوا بہ نسبت پہلے دو عمل کے''۔ یہ امر واضح ہے کہ کسی روایت کی سند کی موجودگی میں یہ ممکن تھا کہ اُس کی روایت کی صحت یا غلط ہونے کا تعین کیا جا سکے لیکن سند نہ ہونے کی صورت میں ایسا ہونا ممکن نہیں تھا کہ اس غلطی کی نشان دہی کے ذریعے اس کا ازالہ کیا جا سکے۔ اس صورت میں نہ صرف یہ کام ناممکن تھا بلکہ اس کی وجہ سے معاملہ بہت الجھ بھی گیا۔ ایسے تمام صاحبان علم کے لیے جنہوں نے روایات کی سند کو حذف کیا تھا کس قدر ضروری تھا کہ انہوں نے بھی ہر روایت کا حوالہ ابن جریر طبری کی طرح دیا ہوتا۔ اہل علم کے درمیان یہ ایک متفقہ امر ہے کہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ہر روایت کی صحت کا خیال نہیں کیا تاہم انہوں نے ہر روایت کی سند ضرور دے دی ہے جو انہوں نے اپنی تفسیر میں

Marfat.com

نقل کی ہے۔ چونکہ اس زمانے میں اہل علم کا یہ عام طریق کار تھا کہ کسی روایت کا حوالہ دینے کے بعد یہ لوگ اس قسم کی روایات کے مستند یا غیر مستند ہونے سے بری الذمہ ہو جاتے تھے۔اس کی یہ وجہ ہے کہ اس دور میں ہر راوی کی زندگی کے حالات عام طور پر اس قدر جانے پہچانے ہوتے تھے کہ ان کا ہر شخص کو اچھی طرح سے علم ہوتا تھا۔اس لحاظ سے وہ کسی روایت کی صحت یا عدم صحت کا اندازہ اس کے راوی کے نام سے کرلیا کرتے تھے!

اس بحث کو ختم کرنے سے قبل یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس امر کی جانب اشارہ کیا جائے کہ اہل علم نے اسرائیلی روایت کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا ہے۔(مقدمہ ابن کثیر)

☆ اولاً...... وہ روایات جو قرآنی تعلیمات/آیات سے مشابہت رکھتی ہیں مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر جانا اور فرعون کا غرقاب ہونا۔

☆ ثانیاً...... اس قسم کی روایات جو قرآنی تعلیمات سے متصادم ہیں مثلاً بنی اسرائیل کے انبیاء کی کردار کشی پر مبنی روایات۔ جبکہ قرآن کریم نے ان کی پرزور الفاظ میں تردید ہی نہیں کی بلکہ صحیح صورت حال کی وضاحت بھی کردی ہے۔اس قسم کی تمام اسرائیلی روایات غلط ہیں۔

☆ ثالثاً...... تیسری اقسام کی روایات وہ ہیں جو پہلی دو اقسام میں شامل نہیں اور ان میں سے بیشتر ایسی ہیں جن کی کوئی علمی/شرعی اہمیت نہیں۔ان میں سے بعض روایات کا تعلق ان پرندوں کے ناموں سے ہے کہ ایک معجزے کے طور پر جن کے ذبح کرکے ان کے ٹکڑے مختلف پہاڑوں پر رکھنے کا حکم دیا تھا۔اور یہ بھی فرمایا تھا کہ پھر ان پرندوں کو آپ آواز دیں گے تو وہ ذبح شدہ ٹکڑے زندہ ہو کر اڑتے ہوئے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ چونکہ ایسے پرندوں کے ناموں کا قرآن کریم میں کوئی ذکر نہیں اس لیے اس قسم کی روایات کو ماننے یا تردید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں...... بہتر یہ ہے کہ اس معاملے میں خاموش رہا جائے۔

(ابن کثیر ۱/۲۲۱)

Marfat.com

''تفسیر طبری، تفسیر بالماثور کا سب سے بڑا ماخذ ہے۔ اس میں صحابہ کرام سے آئی ہوئی تمام روایات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اس میں اسرائیلیات کی بھی اچھی خاصی تعداد پائی جاتی ہے لیکن یہ وہ اسرائیلیات ہیں، جن کے بارے میں امام طبری کا خیال تھا کہ وہ قابل قبول ہیں اور ان روایات میں کوئی چیز قابل اعتراض نہیں ہے، گو بعد میں آنے والے بہت سے لوگوں نے ان سے اختلاف بھی کیا۔''

(محمود غازی ۲۰۰۹)

''اسرائیلی روایات کو مسلمان اہل علم میں معروف ومقبول بنانے میں بہت سے لوگوں کو خاص شہرت حاصل ہوئی۔ ان میں ایک کعب الاحبار ہیں۔ یہ صاحب یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں عرب میں موجود تھے لیکن آپ ﷺ کے زمانے میں انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وہ مسلمان ہوئے۔ مسلمانوں میں جلد ہی ان کو بہت احترام کا مقام حاصل ہو گیا۔ وہ اپنی سابقہ مذہبی روایات کو بیان کیا کرتے تھے۔ اس طرح بہت سی باتیں ان کے حوالے سے مشہور ہو گئیں اور آہستہ آہستہ تفسیری ادب میں ان میں سے بہت سی چیزیں شامل ہو گئیں۔ مشہور محدث اپنے عہد کے صف اوّل کے عالم دین اور مورخ علامہ ابن کثیر نے اپنی معروف تصنیف ابن کثیر میں لکھا ہے کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں، اس امت کو کعب الاحبار کی طرف سے آنے والے کسی علم کی کوئی ضرورت نہیں۔ گویا اس جملے میں بہت کچھ کہہ دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس جملہ میں کوئی منفی تبصرہ نہیں کیا گیا لیکن ان کی روایات کی علمی اور دینی اہمیت واضح کر دی گئی ہے'' (محمود غازی ۲۰۰۹)

Marfat.com

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

باب پنجم:

گزشتہ چودہ صدیوں میں تفسیر قرآنی کے ارتقاء کا ایک اجمالی جائزہ

گزشتہ باب میں قرآنی تفسیر کے ارتقاء کا ہم نے ارادی طور پر قدرے تفصیل سے جائزہ لیا ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ اس ضمن میں کس قدر کوششیں (مالی، بدنی، علمی وغیرہ) متعدد مفسرین حضرات نے سرانجام دیں۔ اس خدمت کے سرانجام دینے میں ہزارہا مفسرین نے اپنی عمریں اور جملہ صلاحیتیں وقف کر دیں۔ موجودہ زمانے کے اہل علم اور عوام کو اس امر کا واضح اور گہرا شعور نہیں کہ یہ غیر معمولی کام کس قدر محنت اور دقت کے ساتھ سرانجام پایا۔ اس امر کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ موجودہ زمانے میں مستشرقین کے زیر اثر، بہت سے مسلم ممالک کے دانش ور بھی اس غلط فہمی کا شکار ہیں اور وہ اس علمی خدمت کا واضح انداز میں اظہار نہیں کرتے۔ مستشرقین کی بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ یہ کام اپنے مذہبی جنون کے باعث اور اس بغض و عناد کی وجہ سے کر رہے ہیں جو انہیں آغاز اسلام سے مذہبی لوگوں (پادریوں/ ربیّوں، احبار اور رہبان) سے ورثے میں ملا ہے تاہم مسلم ممالک کے اہل علم کا ان کی ہاں میں ہاں ملانا قابل تعجب ہی نہیں بلکہ باعث افسوس بھی ہے۔ علمی طور پر، ہم اس بددیانتی کا بھی نوٹس لینا ضروری سمجھتے ہیں جو یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں بالخصوص آکسفورڈ، کیمبرج اور دیگر امریکن یونیورسٹیوں کی جانب سے کی جا رہی ہے کہ مستشرقین اور دیگر ''نام نہاد مسلم اہل علم'' کی اسلام کے خلاف تحریر کردہ کتب کو شائع کر کے دھڑا دھڑ دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے جبکہ صحیح الفکر اہل علم کی کتب کو شائع نہیں کیا جاتا...... تاہم ایک عام آدمی جس کا تعلق کسی بھی خطۂ/ ملک/

Marfat.com

جنس/قوم/زبان سے ہو، اور وہ اسلام کی تعلیمات بالخصوص قرآنی تفسیر اور احادیث کے ارتقائی منازل سے آگہی حاصل کرنا چاہتا ہو، اس کے مطالعے کے لیے ایک گوشوارے کی شکل میں وہ معلومات درج کر رہے ہیں جو گزشتہ چودہ صدیوں میں مفسرین نے سرانجام دی ہیں تاکہ وہ ایک سرسری نظر میں اس کام کی اہمیت وضرورت سے آگاہ ہوسکے۔

گوشوارہ نمبر۲ گزشتہ چودہ صدیوں میں قرآنی تفسیر کے ارتقاء کا ایک اجمالی جائزہ

i۔ تیسری صدی ہجری کی تفاسیر

نام مصنف	تاریخ پیدائش/وفات	نام تفسیر
ا۔ابو محمد حسن عسکری	پیدائش 231ھ یا 232ھ، اہل تشیع کے گیارہویں امام	تفسیر عسکری
۲۔ سہل بن عبداللہ التستری	المتوفی 273ھ یا 283ھ	تفسیر القرآن العظیم/ تفسیر تستری
۳۔امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم قُتَیبۃ بن قُتَیبہ	213-276ھ سُنی العقیدہ	انہوں نے 300 کتب لکھی ہیں۔جن میں سے اکثر ناپید ہیں۔ دو کتب تفسیر ''مشکل القرآن'' اور ''غریب القرآن'' 30 جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔

Marfat.com

ii۔ چوتھی صدی ہجری کی تفاسیر

۱۔ محمد بن جریر الطبری	ولادت 244ھ/839ء وفات 310ھ	جامع البیان فی التفسیر القرآن المعروف بہ ام التفسیر
۲۔ حافظ ابو حاتم الرازی	المتوفی 327ھ	المسند۔ تفسیر کا پورا نام ہے "تفسیر القرآن العظیم مسند رسول والصحابۃ و التابعین"
۳۔ ابو منصور ماتریدی	ولادت 238ھ/853ء وفات 332ھ/944ء	تفسیر ماتریدی/تاویلات اہل السنہ
۴۔ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص	305ھ-370ھ	احکام القرآن
۵۔ ابو اللیث سمرقندی حنفی	المتوفی 373ھ یا 375ھ	تفسیر بحر العلوم سمرقندی

iii۔ پانچویں صدی ہجری کی تفاسیر

۱۔ محمد بن حسین سلمی	320ھ-412ھ	حقائق التفسیر۔ اس کے علاوہ سو سے زیادہ کتب
۲۔ قاضی عبد الجبار معتزلی°	المتوفی 415ھ معتزلی	تنزیہ القرآن المتین
۳۔ امام ثعلبی	المتوفی 427ھ	الکشاف والبیان عن تفسیر القرآن

Marfat.com

۴۔ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی	المتوفی 460ھ	البیان فی التفسیر القرآن

iv۔ چھٹی صدی ہجری کی تفسیریں

ا۔احمد الدین ابوالحسن علی بن محمد بن طبری	450ھ-504ھ	احکام القرآن
۲۔ابومحمد بن حسین بن مسعود القراء بغوی	المتوفی 510ھ	معالم التنزیل
۳۔ابوالقاسم محمود عمر الخوارزمی الزمخشری المعتزلی	ولادت 467ھ/1075ء وفات 538ھ	الکشاف۔ تفسیر وفقہ میں 21 کتب
۴۔ابوعلی فضل بن حسن طبرسی مشہدی	المتوفی 538ھ اہل تشیع	مجمع البیان العلوم القرآن
۵۔ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف ابن العربی مالکی	468ھ-543ھ/1148ء	احکام القرآن۔ صاحب تصانیف کثیرہ
۶۔ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عطیۃ اندلسی	481ھ-546ھ	المحرر الوجیز فی تفسیر کتاب العزیز

v۔ ساتویں صدی ہجری کی تفاسیر

ا۔ابومحمد شیرازی	المتوفی 606ھ	عریس البیان فی حقائق القرآن
۲۔امام فخر الدین محمد بن عمر رازی	544ھ-606ھ	تفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب) 30 جلد اس کے علاوہ مختلف علوم میں 67 تصانیف

Marfat.com

۳۔محمد بن محمد المعروف بہ امام ابن عربی	560ھ-638ھ	تفسیر ابن عربی
۴۔نجم الدین علاؤالدین......السمنانی	المتوفی 654ھ المتوفی 659ھ	التاویلات النجمیۃ
۵۔ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف بہ امام قرطبی	المتوفی 671ھ	الجامع الاحکام القرآن
۶۔امام عبداللہ بن عمر بن محمد المعروف بہ امام بغوی	المتوفی 685ھ یا 691ھ	تفسیر بغوی۔انوار التنزیل و الاسرار التاویل علاوہ ازیں متعدد دیگر کتب کے مصنف

vi۔آٹھویں صدی ہجری کی تفاسیر

ا۔عبداللہ بن احمد نسفی	المتوفی 686ھ یا 701ھ	مدارک التنزیل وحقائق التاویل المعروف بہ تفسیر نسفی دیگر کتب کثیرہ کے مصنف
۲۔نظام الدین حسن بن محمد خراسانی	المتوفی 728ھ	غریب القرآن ورغیب الفرقان (مطبوعہ)
۳۔علاؤالدین ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم	678ھ۔741ھ	لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف ''بہ تفسیر خازن'' دیگر کتب کثیرہ کے مصنف
۴۔محمد بن یوسف بن علی (ابوحیان)	654ھ۔745ھ	البحر المحیط (۸ جلد) عربی گرائمر کے ماہر

Marfat.com

۵۔امام اسماعیل ابن کثیر	700ھ یا 701ھ 774ھ	تفسیر القرآن العظیم المعروف بہ تفسیر ابن کثیر (10 جلد)

vii۔نویں صدی ہجری کی تفاسیر

ا۔مقداد بن عبداللہ عاشوری	شیعہ مفسر	تفسیر کنز العرفان فی فقہ القرآن (دیگر کتب کثیرہ کے مصنف)
۲۔شمس الدین یوسف بن احمد الزیدی	المتوفی 832ھ زیدی شیعہ	الثمرات......(3 جلد)
۳۔جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی	791ھ-864ھ ولادت 849ھ وفات 911ھ	تفسیر الجلالین
۴۔ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد المعروف بہ امام ثعلب	المتوفی 876ھ (الجیریا)	الجواہر الحسان فی تفسیر القرآن (4 جلد) دیگر کتب کثیرہ کے مصنف

viii۔دسویں صدی ہجری میں لکھی گئی تفاسیر

ا۔امام جلال الدین سیوطی	849ھ-911ھ	تفسیر جلالین کے معاون مفسر علاوہ ازیں 500 مختلف کتب کے مصنف

Marfat.com

۲۔ شمس الدین محمد بن محمد المعروف بہ الخطیب الشربینی	المتوفی 977ھ	السراج المنیر (4 جلد)
۳۔ محمد بن محمد مصطفیٰ	893ھ-982ھ	ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الحکیم

ix۔ 1091ھ سے 1354ھ تک لکھی گئی تفاسیر

ا۔ ملا محسن کاشی	شیعان علیؑ کے ممتاز عالم/مفسر	''الصافی فی التفسیر القرآن الکریم'' نامی تفسیر تین طرح لکھی از قسم تفصیلاً، درمیانی اور مختصر
۲۔ سید عبداللہ بن محمد رضا علوی	1188 ہجری...... 1242 ہجری شیعان علیؑ کے معتبر ترین عالم	''تفسیر القرآن'' لکھی۔ نیز 11 عدد دیگر کتب کے مصنف
۳۔ محمد بن علی بن محمد بن عبداللہ شوکانی	1173 تا 1250 ہجری	''فتح القدیر'' نامی تفسیر 5 جلدوں میں لکھی۔ نیز متعدد دیگر کتب کے مصنف
۴۔ سید محمد آفندی آلوسی	1217 تا 1270 ہجری	''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و سبع مثانی'' نامی تفسیر لکھی جو بالعموم ''روح المعانی'' کہی جاتی ہے۔

Marfat.com

۵۔ شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد بن عبدالمنان المراغی	1298ھ/1881ء تا 1354ھ/1945ء	''تفسیر المراغی'' لکھی۔ یہ شیخ محمد عبدہ کے شاگرد تھے۔ ماضی قریب میں لکھی جانے والی معرکۃ الآرا تفسیر
۶۔ سید رشید رضا مصری	1282 تا 1354 ہجری	''تفسیر القرآن الحکیم'' جو ''تفسیر المنار'' کہی جاتی ہے اور دور حاضر کی نہایت معتبر تفسیر

x۔ 1358ھ سے 1420ھ تک لکھی گئی تفاسیر

ا۔ شیخ طنطاوی جوہری	1287ھ/1870ء -1358ھ/1940	الجواهر فی تفسير القرآن الكريم، علم تفسیر کے بارے میں متعدد کتب کے مصنف
۲۔ سلطان محمد بن حیدر خراسانی	پرجوش شیعہ مفسر	بيان السعادة فی مقامات العبادة
۳۔ سید قطب شہید	1906ء-1966ء	فی ظلال القرآن جدید دور کی بہترین تفسیر، بہت سی دیگر زبانوں کے علاوہ اردو میں بھی ترجمہ شدہ

Marfat.com

ہندوپاکستان میں علم تفسیر کا ارتقاء

(ا) ہندوپاکستان میں 249ھ تا 982ھ عربی تفاسیر

ا۔حافظ ابومحمد عبد بن حمید بن نصر	المتوفی 245ء	تفسیر عبد بن حمید
۲۔شیخ محمد بن محمد تھانیسری	المتوفی 684ھ	كاشف الحقائق و قاموس الدقائق
۳۔سید محمد حسن گیسودراز	721ھ-828ھ	تفسیر ملتقاط۔105 کتب سے زائد کے مصنف (تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) عربی، فارسی زبان کے ماہر
۴۔شیخ جلال الدین علی بن محمد المبانی	776ھ-835ھ	تسہیل رحمان وتیسیر المنان مشیرالی اعجاز القرآن
۵۔حاجی عبدالوہاب بخاری	869ھ-933ھ	تفسیر القرآن
۶۔حسن محمد بن میانجی	923ھ-982ھ	تفسیر محمدی

(ب) عربی تفاسیر (1000ھ تا 1130ھ):

ا۔شیخ مبارک بن خضر ناگوری	المتوفی 1001ھ	منبع عيون المعانی والمطلع شمس المثانی
۲۔ابوالفیض فیضی	المتوفی 1004ھ	سواطع الالھام. ایک نادر تفسیر جو بے نقطہ الفاظ پر مشتمل ہے۔700 صفحات

Marfat.com

۳۔شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی	962ھ-1031ھ	انوار الاسرار فی حقائق القرآن علاوہ ازیں 7 تصانیف ہیں
۴۔شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب گجراتی	المتوفی 1109ھ	زبدة التفاسیر للقدامة المشاهیر
۵۔ملا (احمد) جیون	1047-1130ھ	التفسیرات الاحمدیة فی بیان الآیات الشریعة یہ تفسیر اردو سمیت بہت سی زبانوں میں ترجمہ شدہ ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں خاص کر فقہ میں۔

ج۔1140ھ تا 1356ھ کے دوران لکھی گئی عربی تفاسیر:

ا۔ملا علی اصغر بن عبدالصمد قنوجی	1051ھ-1140ھ	ثواقب التنزیل فی انوارات التاویل
۲ شیخ کلیم اللہ جہاں آباد	1060ھ-1141ھ	قرآن القرآن بالبیان. متعدد کتب کے مصنف
۳۔امیر عبداللہ محمد علی اصغر قنوجی	المتوفی 1178ھ	تفسیر الصغیر
۴۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی	المتوفی 1143ھ 1730ء	التفسیر المظهری مختلف موضوعات پر 16 کتب کے مصنف

Marfat.com

۵۔نواب صدیق حسن خان قنوجی	المتوفی 1307ھ	ا۔ فتح البیان فی مقاصد القرآن ۲۔ نیل المرام الی تفسیر آیات الاحکام آپ ہندی، فارسی اور عربی زبانوں کے ماہر ہیں اور 55 کتب کے مصنف ہیں جو ہندوستان سے مصر تک طبع ہوتی رہی ہیں۔
۷۔مولانا ثناءاللہ امرتسری	1287ھ/1868ء-1948ء	تفسیر القرآن بکلام الرحمان، 131 کتب کے مصنف

(د) بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں لکھی گئی اردو تفاسیر:

ا۔شاہ مراداللہ سنبھلی	المتوفی1185ھ/1770ء	تفسیر المرادیۃ۔ اردو کی پہلی تفسیر۔ سورۃ البقرہ کی 20 آیات کی تفسیر پر مشتمل
۲۔شاہ عبدالقادر محدث دہلوی	1167ھ/1753ء 1230ھ/1815ء	موضح القرآن۔ یہ اردو میں پہلی مکمل تفسیر ہے
۳۔شاہ رفیع الدین دہلوی	1163ھ/1749ء 1233ھ/1817ء	تفسیر رفیعی۔ قرآن کا لفظ بہ لفظ ترجمہ
۴۔شاہ رؤف احمد نقشبندی	المتوفی1259ھ/1833ء	تفسیر رؤفی۔ المعروف بہ تفسیر مجددی

Marfat.com

۵۔نواب قطب الدین خان بہادر دہلوی	المتوفی1289ھ/1872ء	جامع التفاسیر
٦۔قاضی صبغت اللہ بدر الدولہ	المتوفی1280ھ/1863ء	تفسیر فیض الکریم
۷۔مولانا فخر الدین احمد قادری فرنگی محلی		تفسیر قادری۔فارسی سے اردو میں ترجمہ شدہ

(ہ) چودھویں صدی ہجری کے پہلے نصف میں لکھی گئی اردو تفاسیر:

۱۔سرسید احمد خان	1232ھ/1817ء 1315ھ/1889ء	تفسیر القرآن (تفسیر احمدیہ) متعدد موضوعات پر 14 کتب کے مصنف ہیں۔
۲۔مولوی حافظ ڈپٹی نذیر احمد	1267ھ 1335ھ/1916ء	غرائب القرآن
۳۔مولانا ابو محمد عبدالحق حقانی دہلوی	1257ھ 1335ھ/1916ء	فتح المنان (تفسیر حقانی) 8 جلد۔متعدد کتب کے مصنف
۴۔مولانا سید امیر علی ملیح آبادی	1274ھ/1858ء 1337ھ/1912ء	مواہب الرحمٰن (10 جلد)
۵۔مولانا وحید الزمان	المتوفی 1339ھ/1920ء	تفسیر وحیدی
٦۔مولوی فتح محمد تائب لکھنوی	المتوفی 1339ھ/1920ء	خلاصۃ التفاسیر

Marfat.com

۷۔مولانا محمد احتشام الدین مرادآبادی		تفسیر اکسیر اعظم (مطبوعہ)
۸۔حکیم سید محمد حسن امروہوی		ترجمہ وتفسیر، غایات البرہان (مطبوعہ)
۹۔مولوی محمد ان شاءاللہ	المتوفی 1347ھ/1928ء	ترجمہ وتفسیر فرقان حمید

(و) چودھویں صدی ہجری کے دوسری نصف میں لکھی گئیں اردو تفاسیر:

ا۔مولانا ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی	المتوفی 1359ھ/1940ء	تفسیر القرآن بالقرآن (انگلش، اردو)
۲۔مولانا اشرف علی تھانوی	1280ھ/1883ء 1362ھ	بیان القرآن۔800 سے زائد کتب کے مصنف
۳۔مولانا شبیر احمد عثمانی	المتوفی 1369ھ/1949ء	تفسیر عثمانی (مکمل ترجمہ و سورہ بقرہ کی تفسیر شیخ الہند مولانا محمود حسن کی ہے جبکہ باقی تفسیر مولانا عثمانی کی ہے)۔
۴۔مولوی محمد علی	المتوفی 1371ھ/1951ء	ترجمہ وتفسیر بیان القرآن (3جلد)
۵۔مولانا ابوالکلام آزاد	1305ھ/1888ء 1378ھ/1958ء	ترجمان القرآن۔دیگر متعدد کتب کے مصنف
۶۔مولانا احمد سعید دہلوی	المتوفی 1382ھ/1962ء	کشاف الرحمٰن۔تیسیر القرآن وتسہیل القرآن

Marfat.com

۷۔مولانا عبدالوہاب خان	1891ء 1384ھ/1964ء	تقریب القرآن (مطبوعہ)
۸۔مولانا مفتی محمد شفیع	1314ھ/1897ء 1396ء/1976ء	معارف القرآن (8 جلد) انگلش میں بھی ترجمہ شدہ 55 دیگر کتب کے مصنف
۹۔مولانا عبدالماجد دریابادی	1310ھ......1978ء	تفسیر ماجدی (اردو، انگلش) 21 اور یجنل تفسیر کتب سے ماخوذ نیز اردو تفاسیر کا نچوڑ اور خلاصہ

(ز) پندرھویں صدی ہجری میں 1421ھ تک لکھی گئیں اردو تفاسیر:

ا۔مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی	1911ء......1992ء	معالم القرآن. بہترین تفاسیر میں سے ایک 5 عدد دیگر کتب کے مصنف
۲۔مولانا محمد ادریس کاندھلوی	1307ھ/1890ء 1974ء	معارف القرآن (حدیث، فقہ، سیرت اور دیگر علوم کی روایات پر مشتمل تفسیر۔ 8 دیگر کتب
۳۔مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی	1321ھ/1903ء 1979ء	تفهيم القرآن (6 جلد) انگلش میں ترجمہ شدہ 100 دیگر کتب کے مصنف
۴۔مولانا امین احسن اصلاحی	ولادت 1904ء	تدبرِ قرآن (9 جلد)

Marfat.com

۵۔پیر محمد کرم شاہ الازہری	1918ء......1998ء	ضیاء القرآن (انگلش میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے)
۶۔علامہ غلام رسول سعیدی	ولادت 1356ھ/1937ء	تبیان القرآن. دیگر4 کتب کے مصنف
۷۔حافظ صلاح الدین یوسف		تفسیر احسن البیان
۸۔مولانا مفتی محمود	۱۹۱۹ء/۱۹۸۰ء	تفسیر مفتی محمود

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

علم حدیث

Marfat.com

باب ششم:

تدوین حدیث کا تاریخی پس منظر

تعارف:

656ء میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نیز دیگر صحابہ کرام کی مساعی، اسلامی حکومت میں امن و امان کے قیام کے بارے میں نتیجہ خیز ثابت نہ ہو سکیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے قصاص لینے کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ شروع ہوگئی اور یوں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام، مصر اور افریقہ کے ممالک کے حکمران بن گئے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلاد فارس (اسلامی ریاست کا مشرقی حصہ جو مکران تک پھیلا ہوا تھا) اور عراق (وہ وسیع و عریض علاقہ جو اسلامی ریاست کی مشرقی اور جنوبی حدود تک پھیلا ہوا تھا) محدود ہوگئی۔ اس کشمکش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت (661ء) کے بعد خلافت راشدہ کے خاتمہ کی راہ ہموار کر دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے 61ھ میں لوگوں سے بیعت لی اور یوں اموی خاندان کی بادشاہت کا آغاز ہو گیا۔ خلافت راشدہ کے نظام میں اس وقت ایک انقلاب رونما ہوا جب اموی حکمرانوں نے اپنی خاندانی حکومت کی بنیاد ڈالی اور یوں اسلامی مملکت پر قریباً ایک صدی (41ھ/661ء) سے (132ھ/750ء) تک حکومت کی۔ امیر حسن صدیقی (1962ء) کے بقول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خود اس امر کا احساس تھا جس کا اظہار انہوں نے ایک فقرے میں یوں کیا کہ "میں اسلام میں پہلا بادشاہ/حکمران ہوں۔"

سید عبدالغفار بخاری (2010ھ) نے اپنے تحقیقی مقالے میں لکھا ہے کہ اسلامی ریاست جس کی بنیاد خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر قائم تھی اور جو کہ مسلم طرز حکمرانی کا ایک

Marfat.com

مثالی نمونہ (Role Model) تھا، اب خلافت علی سبیل التوارث (خاندانی نظامِ حکومت) میں تبدیل ہوگئی۔ خلافت کا جزوِ لازمی شورائیت اور دینی تشخص تبدیل ہوکر رہ گیا اور یہ تبدیلی صرف مسلم سیاسی تنظیم کی ظاہری شکل وصورت میں ہی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کی روح بھی تبدیل ہو کر رہ گئی۔ خلفائے راشدین کے کوئی ذاتی مقاصد نہ تھے اور وہ قوت وشوکت کا اظہار بھی نہیں کرتے تھے جبکہ اموی حکمران نہ صرف تقویٰ میں ان سے بہت کم تھے بلکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کے استثنا کے ساتھ خلفائے راشدین جیسے علمِ دین کے حامل اور اسلام کی ترویج واشاعت کے دلدادہ بھی نہ تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا بیٹا یزید سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس کے دور میں امتِ مسلمہ کی تاریخ کا وہ بدترین حادثہ واقع ہوا جس میں کربلا کے میدان میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے خانوادے کو بہت بے دردی سے شہید کر دیا گیا۔ اسی دور میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی شہادت (683ء) بمقام مکہ ہوئی جس میں ہزاروں مسلمان بشمول صحابہ کرام شہید کر دیئے گئے۔

اگرچہ اموی دور حکومت میں اسلامی ریاست کو بہت وسعت ملی اور مختلف میدانوں میں نمایاں کام بھی سرانجام پائے تاہم بہت سے امور ایسے بھی وقوع پذیر ہوئے جن کی خالص اسلامی نقطۂ نظر سے تحسین کرنا بہت مشکل ہے۔ ان میں اہم ترین امر اسلام کا شورائی نظام (انتخاب/ بیعت) کا طریقہ تھا جس کے تحت خلیفہ کا انتخاب جمہور مسلمان آزادانہ رائے سے کرتے تھے۔ اس طریقۂ کار میں تبدیلی نے نہ صرف خاندانی نظامِ حکومت کی بنیاد ڈال دی بلکہ اسلام نے نسلی/ قبائلی/ خاندانی تفاخر کے جس فتنے کو بہت حد تک ختم کر دیا تھا اموی حکمرانوں نے اپنی خاندانی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے اس فتنہ کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب ''تدوین حدیث'' میں رقم طراز ہیں کہ اموی حکمرانوں نے ایک پالیسی کے تحت اسلامی امور میں ''نسلی طور پر غیرِ عرب نابغۂ روزگار اصحاب علم وفضل سے صلاح مشورہ کرنا ترک کر دیا جن کی اکثریت موالی (آزاد کردہ غلاموں) پر مشتمل تھی۔ انہوں نے ایک مولیٰ عبداللہ بن عون کا واقعہ

Marfat.com

بھی لکھا ہے جو بصرہ میں امام وقت تھے۔ انہیں رسی سے باندھ کر پیٹا گیا، ان کا ''قصور'' یہ تھا کہ انہوں نے ایک مولیٰ (غیر عرب) کی حیثیت سے ایک عرب عورت سے نکاح کرنے کی جرأت کرلی تھی۔ گیلانی صاحب نے مزید لکھا ہے کہ یہ تعصب اموی حکمرانوں میں عام تھا کیونکہ وہ اس نسلی تفاخر (عرب وعجم) کے مسئلے کو نمایاں کر کے اپنی حکومت کو مضبوط کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اموی حکمرانوں نے اس غیر اسلامی پالیسی پر عمل کیا تاہم عباسی دور (750ء) میں انہوں نے عرب اور عربی زبان کو ختم کرنے کا ''فریضہ'' سر انجام دیا...... عباسی حکومت کے بانی ابراہیم الامام نے ابومسلم خراسانی گورنر کو حکم دیا کہ جو کوئی عربی بولتا ہوا سے خراسان میں زندہ نہ رہنے دیا جائے۔

قاتلینِ عثمان سے قصاص لینے کے سوال پر بہت سے فرقے مثلاً خوارج، شیعہ وغیرہ بن گئے (ضمیمہ الف)! پورے اموی دور میں ان فرقوں اور حکمرانوں کے درمیان ایک کشمکش جاری رہی۔ مزید برآں چند مذہبی و سیاسی گروہ بھی معرضِ وجود میں آ گئے، جنہوں نے اپنے عقائد و خیالات کا زور شور سے پرچار شروع کر دیا۔ اس قسم کی تمام حرکتوں نے اسلامی ریاست کا امن تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ نو تعمیر شدہ شہروں مثلاً بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ میں ہزارہا لوگوں نے اسلام قبول کیا جن کا تعلق بہت سے عرب قبائل سے تھا۔ ان نومسلم سپاہیوں کو اسلامی تعلیم و تربیت کے اس عمل سے نہ گزارا جا سکا جیسا کہ خلافتِ راشدہ میں دستور تھا۔ عوام الناس کا یہ اژدحام اپنی جاہلیت اور دینی تعلیم کی کمی کی وجہ سے مختلف فرقوں بالخصوص خوارج کے درجِ ذیل دوطرفہ پروپیگنڈے کا شکار ہو گیا۔

......اولاً اس پروپیگنڈے کا مقصد عوام الناس کو خلفائے راشدین سے بدگمان کرنا تھا۔

......ثانیاً قرآن وحدیث/ اسلام کے بارے میں بدگمانیاں اور شکوک وشبہات کا پھیلانا تھا۔

مناظر احسن گیلانی کے نزدیک بظاہر یہ دو علیحدہ اور ایک دوسرے سے مختلف مسائل نظر آتے ہیں تاہم درحقیقت ان دونوں کا محرک اور سرغنہ خوارج کا لیڈر ابنِ سبا نامی تھا۔

Marfat.com

یہ شخص نومسلم سپاہیوں کے ساتھ فوجی چھاؤنیوں میں رہتا تھا اور اس نے اس فتنہ کا آغاز کیا۔ اسلامی حکومت کے دور میں پہلی مرتبہ اس شخص نے حضرات ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہتان طرازی کی کہ ان حضرات نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت/ ہدایت کے برعکس کام کیا اور بہت سے دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ان حضرات کے زیرِ اثر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ اول تسلیم کرلیا اور یوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرتِ آیات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حق تلفی کی۔ مزید برآں ابن سبا وہ پہلا شخص تھا جس نے وضعِ حدیث کا کام شروع کیا...... ابن سبا، جیسا کہ اس نے خود بھی تسلیم کیا تھا ایک یہودی تھا اور یمن کا رہنے والا تھا لیکن اس نے بعد میں اسلام قبول کرلیا تھا۔

ہم اس سے پہلے خوارج کے فرقے کا ذکر کرچکے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ مذہبی نقطۂ نظر سے یہ وہ فرقہ ہے جو قرآن کریم کی تشریح و تفسیر اس انداز سے کرنا چاہتا تھا جو جمہور مسلم اہل علم (مفسرین ومحدثین) کے بالکل برعکس تھا۔ تاہم فرقۂ خوارج کی تعریف اور ان کا دائرۂ اثر اس سے بڑھ کر ہے۔ بالعموم یہ وہ لوگ تھے جو اسلامی ریاست کے خلاف حرکات میں مصروف رہتے تھے اور ہر حکمران کے خلاف تھے۔ یہ لوگ کوفہ، مصر اور اس قسم کی دیگر نئی قائم شدہ چھاؤنیوں میں نئے نئے مسلمان سپاہیوں کو ورغلاتے تھے اور وضعی احادیث کے ذریعے انہیں شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ حکمت و دانائی کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اس فرقے نیز ابن سبا کے غلط عقائد کے نتائج وعواقب کا اندازہ کرلیا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے گورنروں کو ہدایت کردی تھی کہ اس شخص کی حرکات پر کڑی نظر رکھی جائے اور عوام الناس کو اس جگہ اکٹھا ہونے سے روک دیا جائے جہاں وہ اپنے مذموم خیالات کی تبلیغ کرتا ہو۔ اس کا یہ نتیجہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عوام الناس اس حد تک اس شخص کے غیر اسلامی عقائد اور عزائم سے باخبر ہوگئے تھے کہ جونہی یہ کسی جگہ کھڑا ہوتا، لوگ وہاں سے چلے جاتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اس قدر احتیاط نہ برتی جاسکی اور خوارج کو موقع مل

Marfat.com

گیا کہ وہ اپنے نظریات وعقائد کا کھلم کھلا پرچار کرسکیں اور یوں معصوم ذہنوں کو مسموم کر سکیں۔ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد اس گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت شروع کردی جس کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں بہت سی جنگیں ہوئیں۔ اس وجہ سے امت مسلمہ بہت سے فرقوں (شیعہ سنی) میں بٹ گئی یہ فرقہ بندی آج تک بدستور چلی آتی ہے اور نہیں معلوم یہ سلسلہ کب تک چلتا رہے گا!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ابن سبا کو بصرہ سے نکال دیا گیا۔ وہ کوفہ چلا گیا اور وہاں سے مصر جا کر اس نے بہت خاموشی لیکن تیزی کے ساتھ اپنی حرکتیں جاری رکھیں۔ وہاں سے اس نے خطوط کے ذریعے لوگوں کو غلط مشورے دینے شروع کیے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابن سبا کی ان حرکات کا علم ہوا تو انہوں نے فوری طور پر ایک عام جلسے میں ابن سبا کے ان خیالات کی مذمت کی جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدحت کے بارے میں کیا کرتا تھا۔ اس قسم کی وضعی احادیث میں اہم ترین یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کچھ "مخصوص علم" دیا گیا تھا جو قرآن کے علاوہ ہے۔ بالآخر جب وہ اپنی غلط حرکات سے باز نہ آیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ اسے آگ میں جلا دیا جائے۔ تاہم ۴-۵ سال کے عرصے میں اس نے ہزارہا جھوٹی احادیث وضع کر کے عوام الناس میں پھیلا دی تھیں جن میں فضائل علی رضی اللہ عنہ کو تفصیلاً بیان کیا گیا تھا اور دیگر کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص شیخین (حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما) کو تنقید و تنقیص کا نشانہ بنایا گیا تھا...... اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابن سبا کے خلاف سخت ترین اقدام کیا تھا تاہم اس کے ماننے والے مختلف چھاؤنیوں/شہروں میں موجود تھے۔ اس لیے اس فتنے کا مکمل طور پر سدباب نہ ہو سکا!...... تاہم اسی بناء پر تابعین کے دور میں، اہل علم نے حدیث کے راویان اور اس کی سند کے بارے میں تحقیق و تفتیش کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی اہل علم نے احادیث کی جانچ پڑتال کے لیے بہت سے اصول اور علوم وضع کیے۔ ابن جوزی کے الفاظ میں اس احتیاط کی انتہا یہ تھی کہ اگر تمہیں کوئی حدیث ایسی ملے جو بظاہر عقلِ عام اور اسلامی تعلیمات سے مناسبت نہ رکھتی ہو تو اسے جھوٹی اور غلط سمجھ کر رد

Marfat.com

کر دیا جائے (مناظر احسن گیلانی)۔اس کے علاوہ بھی دیگر بہت سے راہ نما اصول تجویز کیے گئے جس سے احادیث کی صحت اور سقم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس امر کی وضاحت شاید ضروری نہیں کہ ان حادثات و واقعات نے اسلامی تاریخ کو اس حد تک گہنا دیا ہے کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی امتِ مسلمہ ان کے مضمرات و عواقب سے اپنی جان نہیں چھڑا سکی......اس المیے کا افسوسناک ترین پہلو یہ ہے کہ ''نام نہاد علمائے زمانہ'' اس کا احساس نہیں کر پا رہے۔ وہ اب بھی ان مسائل پر لڑنے مارنے پر آمادہ ہیں جن کے بارے میں تاریخ کی گواہی ہے کہ ایسے تمام فتنے خوارج کے پھیلائے ہوئے ہیں۔ اس ''کارِ خیر'' میں دیگر فرقوں نے بھی بھرپور حصہ ڈالا۔ نیز اس کے پیچھے ان یہودیوں کی کوششوں کا بھی دخل ہے جو نواحِ مدینہ سے نکالے جانے کے بعد شام اور اس کے گرد و نواح میں آباد ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنی اسلام دشمنی کا یوں ثبوت دیا کہ بنی اسرائیل کی تاریخ کی طرح اسلام کے نابغۂ روزگار اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو متہم کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ لادینی طاقتیں اس قسم کی مذہبی تفرقہ بازی کو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے بھرپور استعمال کر رہی ہیں جس کے نتیجے میں دنیا کے کونے کونے میں امت مسلمہ کا خون ارزاں ہو گیا ہے۔ اس مسئلے کا سب سے افسوسناک پہلو وہ علمی بد دیانتی ہے جس کا مظاہرہ یہود و نصاریٰ کی جانب سے آغازِ اسلام سے ہی کیا گیا تھا۔ تاہم اس علمی بد دیانتی نے موجودہ زمانے میں ایسی انتہائی صورت اختیار کر لی ہے جس کا مظاہرہ مستشرقین کی جانب سے ہو رہا ہے اور جن کے افکار و خیالات پر مبنی کتب کو کیمبرج، آکسفورڈ اور دیگر یورپین ممالک نیز امریکہ کی بے شمار یونیورسٹیاں دن رات شائع کر رہی ہیں۔ مستشرقین اور ان کے ماننے والے جو مسلم ممالک بشمول پاکستان میں موجود ہیں، وہ احادیث کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کا ایک طوفان کھڑا کیے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مستشرقین کی ان حرکتوں کا نوٹس مسلمان اہل علم نے ماضی اور زمانۂ حال میں بہت احسن طریقے سے لیا ہے۔ اس علمی کام میں چیدہ چیدہ اہل علم میں سید مودودی رحمہ اللہ شیخ مصطفیٰ حسنی السباعی، پروفیسر محمود غازی مرحوم نیز دیگر

Marfat.com

اہل علم حضرات اور حال میں سید عبدالغفار بخاری (2010) شامل ہیں۔ تاہم ہم درج ذیل صفحات میں بہت اختصار کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کریں گے۔ اس امر کی صراحت آغازِ کار ہی میں کرنی ضروری ہے کہ مستشرقین نے جو غلط باتیں پیغمبر اسلام ﷺ، صحابہ کرام اور قرآن وحدیث کے بارے میں کہی ہیں ہم انہیں اس سلسلے میں کسی حد تک معذور سمجھ سکتے ہیں (کہ یہ ان کے مذہبی جذبات وعقائد کے عین مطابق ہے) تاہم اس امر کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ان تمام امور کی بنیاد فراہم کرنے میں ''اہلِ حرم'' کا بھی ہاتھ ہے جیسا کہ بہت مختصر طور پر درج بالا صفحات میں بیان کیا گیا' سیاسی سطح پر بدنظمی اور نااتفاقی کے نتیجے میں خوارج، معتزلہ اور بہت سے دیگر مذہبی/سیاسی فرقوں نے اپنے عقائد وخیالات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم اور احادیث کے بتائے ہوئے سادہ علاج کو چھوڑ دیا۔ لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا تھا اس لیے اس کی مشیت نے خصوصی انتظام فرمایا کہ محدثین اور مفسرین کرام نیز دیگر علوم کی نابغۂ روزگار شخصیات کو پیدا فرمایا جنہوں نے نہ صرف ان فرقوں کے مذموم اور فاسد عقائد وخیالات کی تردید کی بلکہ انہوں نے قرآن وحدیث کو اس قدر سادہ، بامعنی اور بآسانی سمجھ میں آنے والی تعلیمات کی شکل میں مدون کیا جتنا کچھ کہ ایک انسان کے بس میں تھا۔

مستشرقین اور احادیث

جیسا کہ بتایا گیا کہ مستشرقین کی من گھڑت کہانیوں کی بنیاد اس وضعی لٹریچر پر استوار ہے جو دورِ اول کے فوراً بعد ظہور پذیر ہوا تھا۔ تاہم چونکہ اس دور کے لوگ عربی زبان سے آگاہی رکھتے تھے اس لیے وہ از خود اس قابل تھے کہ مختلف فرقوں کی روایات کو رد کر سکیں۔ شیخ مصطفیٰ سباعی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب میں ان عوامل کا بہت تفصیل سے جائزہ لیا ہے جس کی وجہ سے مستشرقین دور حاضر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے مشن میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے بجا طور پر یہ واضح کیا ہے کہ امتِ مسلمہ میں اہل علم کی شدید

Marfat.com

قلت (قحط الرجال) نیز دیگر سہولتوں مثلاً لائبریریوں، مالی وسائل وغیرہ کی شدید کمی اس امر کا موجب بنی کہ مستشرقین کے برپا کیے گئے پروپیگنڈے کا صحیح معنوں میں توڑ کرنا مشکل ہو گیا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے مزید چند اور عوامل کا ذکر کیا ہے جو مستشرقین کی کامیابی کا باعث بنے۔ مختصراً وہ یہ ہیں:

☆......اغلباً تمام وگرنہ مستشرقین کی ایک بہت بڑی تعداد یہودی/نصرانی اہل علم پر مشتمل ہے اور وہ کسی نہ کسی چرچ یا یہودی عبادت گاہ سے منسلک یا وہ استعماری قوتوں کے ایجنٹ ہیں۔

☆......مستشرقین کی تمام تر کاوشوں کا آغاز چرچ سے ہوتا ہے لیکن وسائل اور مالی امداد استعماری قوموں کی وزارتِ خارجہ کی جانب سے فراہم کی جاتی ہے۔

☆......دنیا کی مشہور ترین یونیورسٹیاں (کیمبرج، آکسفورڈ، ایڈنبرا، گلاسکو اور امریکہ کی تمام دیگر یونیورسٹیاں) ان مستشرقین کو بہترین مالی اور لائبریریوں کی سہولتوں کی فراہمی کے علاوہ ان کی تحریروں کو رسائل و کتب کی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام بھی کرتی ہیں۔ عرب ممالک نیز دیگر مسلم ممالک کے طلبہ جو ان یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے جاتے ہیں، وہ انگریزی سے نابلد ہوتے ہیں یا عربی زبان پر کامل عبور نہیں رکھتے (بالخصوص پاکستان و دیگر چند اسلامی ممالک جہاں عربی کی تعلیم کا مناسب بندوبست نہیں) اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہیں انگریزی میں ترجمہ شدہ کتب وتصانیف جو جرمنی اور فرانسیسی مستشرقین مثلاً گولڈ زیہر وغیرہ نے لکھی ہیں وہ ان تحریروں کو اپنے ماضی بعید کے مسلمان اہلِ علم کی تحریریں سمجھ کر ان پر ''ایمان'' لے آتے ہیں۔ اور وہ بھی ان ہی نتائج کو اخذ کر لیتے ہیں جو ان کے اساتذہ انہیں پڑھاتے ہیں۔ کیونکہ ان طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں بھی ان ہی اساتذہ کی سفارش پر ملتی ہیں۔ اس لیے انہیں مجبوراً ان کی باتوں کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔

☆......مزید ایک اور دلچسپ بات جو شیخ مصطفیٰ نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ بہت سے مستشرقین متعصب، کٹر عیسائی یا یہودی ہوتے ہیں اس لیے وہ اپنے ان مسلمان طلبہ کو

Marfat.com

کوئی ایسا موضوع تحقیق کے لیے نہیں دیتے جس کا انتخاب طلبہ خود اپنی ملکی/ دینی/ اخلاقی/تعلیمی ضروریات کے پیشِ نظر کریں۔اس ضمن میں انہوں نے خود اپنی مثال پیش کی ہے کہ جب وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ گئے تو ان کے استاد/گائڈ نے انہیں اس موضوع پر کام کرنے کی اجازت نہیں دی جس پر وہ خود کام کرنا چاہتے تھے۔

شیخ مصطفیٰ نے درج بالا عوامل پر گفتگو کرتے ہوئے ان کے پسِ پردہ اس مقصد سے بھی پردہ اٹھایا ہے جو مغرب کے اہلِ علم بالخصوص عیسائی، مسلمان ممالک کے طلبہ کے ساتھ کرتے ہیں،اس ضمن میں ان کا خیال ہے کہ:

☆......اولاً وہ مذہبی تعصب جو عیسائی مبلغین اور پادریوں کی معرفت زمانۂ قدیم سے اسلام کے خلاف چلا آرہا ہے، اس نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔تاہم اس ضمن میں یہودیوں کا کردار، جس کے ذریعے وہ عیسائیوں کو اپنا آلۂ کار بناتے ہیں بھی بہت اہم ہے۔جبکہ وہ خود پردے کے پیچھے چھپے رہتے ہیں۔(امریکہ میں ماضی کے متعدد صدور اور حالیہ صدر کے اقدامات کے پیچھے یہودی لابی کام کر رہی ہے) اس ضمن میں علامہ اقبال نے بہت عرصہ پہلے فرمایا تھا:

؎ فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے

☆......ثانیاً مغربی ممالک کے حکمرانوں کی نظریں مسلم ممالک کے بے شمار وسائل (تیل، معدنیات) پر ہوتی ہیں کہ وہ ان پر کس حیلے سے قابض ہو سکتے ہیں۔(موجودہ زمانے میں عراق، سعودی عرب اور دیگر خلیجی ممالک پر امریکہ کا ''بالجبر'' قبضہ اس کی ایک بدیہی مثال ہے)

ان دو عوامل نے یورپ/ امریکہ کو مسلم ممالک کے خلاف ''صلیبی جنگ'' (1096 تا 1271ء) کا از سرِ نو آغاز کرنے پر مجبور کیا۔جب وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے کہ اسلامی ممالک بالخصوص بیت المقدس کو اپنے قبضے میں لے لیں تو پھر انہوں نے ایک طویل منصوبہ بندی کی کہ کسی طرح مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ کر دیا جائے۔یہ امر عیسائی مذہبی لیڈروں کے لیے ایک نقشِ اول بنا جو ایک سرد جنگ کے

Marfat.com

انداز میں اب تک جاری ہے۔ جیسا کہ بتایا گیا کہ اس ''مقدس مذہبی جنگ'' میں عیسائی پادریوں نے اسلامی کتب کا مطالعہ شروع کیا۔ مسلمانوں کی روایات، رسم و رواج نیز قرآن وحدیث کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ چونکہ اس کام کے لیے انہیں ہر قسم کی مالی امداد یورپ کی مختلف حکومتوں کی جانب سے حاصل تھی اس لیے اس کام کے لیے بہت سے لوگوں نے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔ یورپی حکومتوں نے مختلف یونیورسٹیاں قائم کیں جس کی اہم ترین مثال کیتھولک یونیورسٹی لیون (KATHOLIC UVINERSITY LEUVEN) ہے جو بیلجیئم میں قائم کی گئی۔ اسی طرح کیمبرج، آکسفورڈ یونیورسٹیاں بھی قائم کی گئیں۔ یہ تمام یونیورسٹیاں عیسائیت کی اشاعت کے لیے طلبہ کو تعلیم دے رہی ہیں تاکہ وہ اسلام کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ کرسکیں۔ اس کام میں بالخصوص پوپ اور ربی (یہودی علماء) پیش پیش ہیں۔ ان لوگوں کو سماجی مضامین سوشیالوجی، معاشریات (Anthropology) اور تاریخ و فلسفہ نیز، قرآن و حدیث پڑھنے کے لیے عربی کی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ وہ مسلم ممالک میں جا کر وہاں عیسائیت کی تبلیغ کرسکیں اور اسلامی لٹریچر سے گہری واقفیت حاصل کر کے تعصب سے لبریز کتب و رسائل تصنیف کریں۔

ان مستشرقین کا یہ طریقہ کار ہے کہ وہ مسلم ممالک کے پڑھے لکھے طبقے میں مختلف موضوعات کے متعلق شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ غیر جانبدارانہ تحقیق (Objective Research) کے نام پر کتب کی اشاعت کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے یہ طریقۂ کار اس وقت شروع ہوا جب کہ یورپین ممالک نے بہت سے مسلم ممالک پر اپنا سیاسی تسلط حاصل کر لیا تھا۔ ان ممالک نے سیاسی برتری کی وجہ سے اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اپنے زیر اثر لا کر براہِ راست یا اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ان ممالک پر حکومت کرنی شروع کر دی۔ بیرونی حکومتوں کے ایما اور ان کی سرپرستی میں بہت سی مشنریوں نے کام شروع کیا۔ ان مشنریوں نے مسلم ممالک بالخصوص پاکستان اور افریقہ کے ممالک میں تعلیم، صحت اور اسی قسم کے سماجی بہبود کے دیگر شعبوں میں خدمات سرانجام دینے کے لیے ہسپتال، سکولز، کالج کھولے اور یوں عوام الناس اور پڑھے لکھے طبقے میں اپنا اثر و رسوخ

Marfat.com

پیدا کیا۔ گزشتہ دو تین صدیوں میں ان مشنریوں نے اس طرح کام کیا جس کی وجہ سے ان کی اپنی ملکی حکومتوں کو مضبوطی کے ساتھ ان ممالک میں قدم جمانے کا موقع ملا۔ موجودہ زمانے میں یہ مشنریاں غیر سرکاری اداروں (N.G.O's / Non-Governmental Organizations) کے بھیس میں ہزاروں کی تعداد میں وطن عزیز کے طول وعرض میں کام کررہی ہیں۔ تاہم ان سب کا ایجنڈا وہی ہے جو عیسائی مشنریوں نے وضع کیا تھا کہ مسلم ممالک کی آبادی میں اسلام کے خلاف ایک عمومی فضا پیدا کی جائے۔

جیسا کہ درج بالا سطور میں بیان کیا گیا کہ مستشرقین کا مقصد، قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی تعلیمات کے بارے میں شکوک وشبہات کا پیدا کرنا ہے۔ گولڈ زیہر (1880)، نولڈیک (1909)، مارگولیتھ (1914) اور اسی قسم کے بے شمار مستشرقین ہیں جو اپنے اپنے دائرے میں یہ خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں یورپ میں تضحیک آمیز کارٹون شائع کرنے اور مسلم عورتوں پر پردے کی پابندی اور دیگر اہانت آمیز باتیں عام ہونے کی وجہ بھی یہ ہے کہ وہ ان باتوں سے یہ اندازہ لگانا چاہتے ہیں کہ گزشتہ ایک صدی کی ان سرگرمیوں کا کس قدر اثر مسلمان عوام پر ہوا ہے؟ اور وہ کس حد تک ان حالات پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں؟...... چونکہ یہ امر واضح ہے کہ اگر ایک مسلمان کو قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیمات کا علم نہ ہو تو قرآنی تعلیمات پر مکمل طور پر عملدرآمد نہیں ہوسکتا۔ نیز اہم ترین بات محمد رسول اللہ ﷺ کا وہ اسوۂ حسنہ ہے جس کا علم ہمیں حدیث وسیرت کی کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اس لیے یہ تینوں موضوعات مستشرقین کا ٹارگٹ ہیں کہ امت مسلمہ کو ان سے بیگانہ وبرگشتہ کردیا جائے۔ مزید برآں حدیث کو ناقابل اعتبار ٹھہرادینے سے یہ بھی ممکن ہے کہ قرآن کریم کی من مانی تفسیر و تشریح کے ذریعے قرآنی آیات سے اپنے مذموم عقائد وخیالات کے لیے تائید حاصل کی جاسکے۔ علامہ اقبال نے اس خطرے کو بھانپتے ہوئے امتِ مسلمہ کو خبردار کیا تھا کہ:

اے تہی از ذوق و شوق و سوز و درد
می شناسی، عصرما، باما چہ کرد؟

Marfat.com

عصر ما، مارا زما بیگانہ کرد
از جمالِ مصطفےٰ ﷺ بیگانہ کرد!

جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے یہی دوری اور بیگانگی ہمارے موجودہ مسائل کا سبب ہے!

مستشرقین اور محدثین:

علم حدیث کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے ضمن میں مستشرقین کا نشانہ دراصل دو نابغۂ روزگار شخصیات ہیں جن میں ایک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے امام ابنِ شہاب زہری ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راویان حدیث میں سب سے زیادہ روایت کرنے والے صحابی ہیں اس لیے کہ آپ سفر و حضر میں محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور امام زہری وہ شخصیت ہیں جنہوں نے سیرتِ رسول ﷺ پر سب سے پہلی کتاب مرتب فرمائی۔ گولڈ زیہر (جو ایک متعصب یہودی عالم ہے) نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی کہ ان ہر دو شخصیات کو متہم اور غیر ثقہ ثابت کیا جائے۔ ان مستشرقین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے، مسلم ممالک کے چند نام نہاد دانشور بھی اس ''کارخیر'' میں ان کے شریک ہیں۔ یہ واضح رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں اور وہ اصحاب صفّہ کے سرخیل ہونے کی وجہ سے ہر وقت مسجد نبوی ﷺ میں محمد رسول اللہ ﷺ سے دین سیکھنے کے لیے موجود رہتے تھے جس وجہ سے انہیں محمد رسول اللہ ﷺ کا قرب بھی حاصل تھا۔ اگر ایک دفعہ ان کی روایت کردہ احادیث کو غلط قرار دے دیا جائے تو ظاہر ہے کہ اسلامی تعلیمات کی تمام تر عمارت خود بخود گر جاتی ہے۔ اسی طرح ابن شہاب زہری بھی تابعین میں بہت اعلیٰ مقام کی حامل شخصیت ہیں جنہوں نے حدیثوں کی جمع و تدوین کے ضمن میں بے نظیر کام کیا۔

اس مختصر سے مضمون میں اس قدر گنجائش نہیں کہ اس قسم کے تمام خلاف حدیث امور کا تفصیلاً جائزہ لیا جا سکے۔ تاہم اس جگہ ہم اپنے آپ کو دو یا تین مثالوں تک محدود رکھتے ہوئے کیچڑ اچھالنے کی اس مہم کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کریں گے جو

Marfat.com

مستشرقین کی جانب سے امام زہری جیسی نابغۂ روزگار ہستی کے بارے میں برپا کی گئی ہے۔ تاہم اس ضمن میں تفصیلی مطالعہ کے لیے دیگر اہلِ علم کی کتب نہایت اہم ہیں اور استاد مصطفیٰ السباعی کی کتاب اس سلسلے میں ایک اختصاصی حیثیت رکھتی ہے جس میں ان تمام غلط اعتراضات کی حقیقت پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور معترضین و معاندین کے اعتراضات کو تارِ عنکبوت کی طرح بکھیر کے رکھ دیا ہے۔

گولڈزیہر نے امام ابنِ شہاب زہری پر الزام لگایا ہے کہ وہ احادیث گھڑ لیا کرتے تھے۔ اس ضمن میں اس کا خیال ہے کہ ''چونکہ امام زہری کے بہت گہرے تعلقات اموی بادشاہوں کے ساتھ تھے پس انہوں نے ان بادشاہوں کی ہدایت کے تحت یا ان کے ایماء پر چند احادیث وضع کی تھیں۔ مزید برآں وہ کہتا ہے کہ امام زہری کو اموی بادشاہ بہت پسند کرتے تھے۔ ایک دفعہ انہیں حج کے سرکاری وفد میں بھی بطور خادمِ حجاج شامل کیا گیا تھا۔ نیز امام زہری نے ہشام کے زمانے میں بطور قاضی تقرری قبول کی تھی اور وہ ہشام کے بیٹوں کے ٹیوٹر (اتالیق) بھی تھے۔''

گولڈزیہر مزید کہتا ہے کہ ''امام زہری نہ صرف اموی حکمرانوں کے حق میں احادیث وضع کیا کرتے تھے بلکہ خاص عباداتی امور کے بارے میں بھی احادیث وضع کیا کرتے تھے۔ نیز یہ کہ امام زہری کی یہ تمام احادیث محدثین مدینہ کی روایات سے ٹکراتی تھیں۔''

اس کتاب کے آئندہ ابواب کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہو جائے گا کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین نے کس قدر تکالیف اور مشکلات برداشت کر کے جمع و تدوین اور اشاعتِ حدیث کا فریضہ سرانجام دیا۔ مزید برآں، بعد میں آنے والے اہل علم نے جھوٹی اور وضع کردہ احادیث کو صحیح اور مستند احادیث سے ممیز کرنے کے لیے کس قدر محنت اور مشقت کی اور اس ضمن میں کتنی علمی خدمات سرانجام دیں۔ ایسے اصول وضع کیے گئے جن کے ذریعے احادیث کی اسناد اور روایات کی جانچ پڑتال کی جا سکے اور ان کی کوششوں سے حدیث کے متعلق بے شمار علوم معرض وجود میں آئے۔

Marfat.com

مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ:

جہاں تک احادیث کے بارے میں یہ مشہور کیا گیا ہے کہ ان کی تدوین دوسری صدی ہجری میں ہوئی، تاریخی حقائق اس کی نفی کرتے ہیں۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات (۱۱ ہجری) کے وقت، قرآن کریم مکمل طور پر نازل ہو چکا تھا۔ اس ضمن میں قرآن کریم کی آیت (سورہ المائدہ ۵-۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

”آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔“

مزید برآں، محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے چند دن قبل ہزارہا صحابہ کرام کے اجتماع میں وضاحت فرمائی کہ ”میں اپنے پیچھے تمہارے لیے دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ جب تک تم لوگ ان کی مکمل پیروی کرتے رہو گے تو تم گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں سے ایک قرآن ہے اور دوسری میری سنت ہے۔“ (خطبۂ حجۃ الوداع)

درج بالا بحث سے بآسانی یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اس وقت تک زندہ رکھا جب تک کہ دین اسلام تمام حیثیتوں سے مکمل ہو گیا اور انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو تشنہ نہیں رہ گیا جس کے بارے میں ہدایتِ ربانی (بصورتِ قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کی شکل میں) مکمل نہیں ہوگئی۔ تاہم جب اسلامی مملکت کی حدود روم و ایران تک وسعت پا گئیں تو بہت سے مسائل، نئے لوگوں کے اسلام قبول کرنے نیز ان ممالک کے مخصوص معاشرتی، معاشی، تعلیمی اور سماجی حالات کے پس منظر میں ظہور پذیر ہوئے اور ان کے بارے میں اصول وقوانین بنانے کی ضرورت بھی پڑی۔ لازماً ان قوانین کی تدوین اس طریق پر ہوئی کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے کسی صورت میں بھی متصادم نہ تھے...... یہی وجہ ہے کہ ان ”بڑی اقوام“ اور ممالک کو فتح کرنے کے

Marfat.com

بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں نے ان ممالک کی مفتوحہ زمینوں کے معاملات کا اس احسن طریق پر بندوبست کیا کہ وہاں کے باشندوں کو پہلی حالت کی نسبت بدرجہا سکون، امن اور چین نصیب ہوا۔

اس ضمن میں ایک اور حقیقت جس کی جانب شیخ مصطفیٰ السباعی نے توجہ مبذول کرائی ہے وہ یہ کہ مسلمانوں نے جب بھی کسی ملک کو فتح کیا تو وہاں انہوں نے انہی اصولوں اور قوانین کو رائج کیا جن کا تعلق عبادات، رہن سہن کے طریقوں، عقائد، سماجی اور معاشی، سیاسی اور اخلاقی معاملات سے تھا اور جو خلفائے راشدین کے دور سے رائج تھے۔ یہ اس وقت ممکن تھا جبکہ مسلمانوں کے پاس کوئی مکمل ضابطۂ حیات موجود ہوتا۔ اگر اس قسم کا کوئی نظامِ حیات موجود نہ ہوتا تو پھر یہ بات ناممکنات میں سے تھی کہ دور دراز کے ممالک (افریقہ، روم، ایران) میں ان طریقوں کو نافذ اور جاری وساری کیا جا سکتا۔ کسی ضابطۂ حیات کے نہ ہونے کی صورت میں ہر ملک/ براعظم میں زندگی بسر کرنے کے طریقوں میں زبردست تفاوت پایا جانا چاہئے تھا لیکن تمام اسلامی ممالک میں مختلف معاملاتِ زندگی میں اس قسم کی حیرت انگیز مماثلت اور ہم آہنگی اس امر کا ثبوت ہے کہ مسلمانوں کے پاس قرآن اور سیرتِ طیبہ/ حدیث کی شکل میں ایک مکمل ضابطۂ حیات موجود تھا جس پر وہ ہر جگہ عمل پیرا رہے۔ اس امر کا مشاہدہ آج بھی تمام اسلامی ممالک میں کیا جا سکتا ہے جبکہ کوئی شخص کسی بھی مسلمان ملک/ شہر/ براعظم سے تعلق رکھتا ہو اور وہ کسی دوسرے شہر/ ملک میں چلا جائے، تو امر واقعہ یہ ہے کہ اسے شکل وصورت، رنگت اور زبان کے علاوہ کسی قسم کی اجنبیت اور بیگانگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ ہر جگہ عبادات عربی زبان میں کی جاتی ہیں یہ چیز رنگ ونسل اور زبان کے اختلاف کے باوجود ساری دنیا کے مسلمانوں میں ایک بہت مضبوط وجۂ اشتراک ہے۔

درج بالا گزارشات کے باوجود، ایک سوال ابھی تک تشنہ جواب ہے۔ اس سوال کا تعلق ان سینکڑوں بلکہ ہزاروں فقہی قوانین سے ہے جن کا تعلق 4/5 فقہی مکاتبِ فکر سے ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلامی ریاست میں توسیع کے ساتھ جب لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا تو یہ

Marfat.com

ضروری ہو گیا کہ ان تمام مسائل کا حل تلاش کیا جائے جو لوگوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں، اسلام قبول کرنے کی وجہ سے درپیش آئے۔ یہ بات از خود اسلامی تعلیمات کی وسعت اور ہمہ گیری کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسلام دنیا کے تمام لوگوں کے مسائل کو حل کرنے والا واحد مستند ترین ضابطۂ حیات ہے۔ تابعین، تبع تابعین اور بہت سے اہلِ علم جنہیں حدیث، تفسیر اور فقہ پر عبور حاصل تھا، انہوں نے ان مسائل پر غور و فکر کیا اور اپنی دانست کے مطابق ان کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں تجویز کیا۔ ان تجاویز کے بارے میں ایک بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اہل علم کی یہ آراء، محمد رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے پہلے سے بیان کردہ فرمودات کے عین مطابق تھیں۔ کوئی شخص آج تک ان آراء کے بارے میں یہ ثابت نہیں کر سکا کہ ان میں سے کوئی بات درج بالا حضرات کے اقوال سے سر مو بھی تجاوز کرتی ہو۔ ان حضرات کی آراء میں تمام بنیادی امور میں حیرت انگیز مطابقت اور یکسانیت پائی جاتی ہے۔ تاہم تفصیلات میں کوئی تضاد و تناقض نہیں پایا جا سکتا۔ مثلاً کسی نے یہ جانا کہ نماز میں آمین بالجہر کہنا چاہیے جبکہ کسی دوسرے فقیہ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ آمین کو ہمیشہ آہستہ (خفی) کہنا چاہیے۔ یاد رہے کہ یہاں دونوں اہل علم کا مرجع و منبع محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ بات صرف ''اقرب الی السنہ'' ہونے کی ہے!...... چونکہ دونوں اہل علم اس فعل کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ کے عمل سے قریب تر ہونے کے نقطۂ نظر سے پیش کر رہے ہیں، اس لیے دونوں عنداللہ ماجور ہوں گے۔ اسی قسم کے اختلافات دیگر امور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے بعد کے ادوار میں فقہا کے ان اختلافات کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا کہ اس کی بنیاد پر بہت سے فرقے بن گئے اور عوام الناس میں قرآن و حدیث کا براہ راست علم نہ ہونے کی وجہ سے خود غرض لوگوں نے ان اختلافات کو اس قدر نمایاں کیا کہ حنبلی/ شافعی/ مالکی فقہ پر عمل کرنے والے کے لیے کسی حنفی فقہ کے ماننے والے کی مسجد میں نماز پڑھنا بھی دوبھر ہو گیا۔ دونوں اطراف سے اپنے اپنے طریقے پر کاربند رہنے سے نہیں بلکہ اپنے عقائد اور اپنی فقہ کو دوسرے فریق پر ٹھونسنے کا نتیجہ سر پھٹول کی شکل میں ظاہر ہوا...... یہ صورت حال خاص طور پر برصغیر ہندوپاکستان میں قریباً گذشتہ ڈیڑھ دو

Marfat.com

صدیوں تک جاری رہی جس کی انتہا یہ تھی کہ کہنے والے کہتے تھے ''مارا از قرآن وحدیث چہ کار، قول ابی حنیفہ بیار'' (یعنی ہمیں قرآن وحدیث کی تعلیم سے کیا غرض، ہم تو امام ابوحنیفہ کا قول بطور سند مانگتے ہیں''!) ❶...... انسان اپنی فطرت کے ہاتھوں بعض اوقات اس قدر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خیالات وعقائد کو دوسروں پر بھی لاگو کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور کسی اختلاف کو ٹھنڈے دل ودماغ کے ساتھ برداشت کرنے اور اس کے پیچھے کار فرما دلیل کو ماننے سے انکار کرتا ہے۔ یہ معاملہ بالخصوص مذہبی اور سیاسی معاملات میں بہت زیادہ نمایاں دیکھا گیا ہے۔ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ یہ معاملہ صرف ''مشرق کے مولوی'' تک ہی محدود نہیں بلکہ مغرب کا پوپ اور پادری بھی اس میں برابر کا شریک ہے۔ جن لوگوں کی نظر یورپ میں عیسائیت اور ملوکیت اور اس کے ردعمل کے طور پر الحاد ودین بیزاری کی اس داستان پر ہے جو سولہویں، سترہویں صدی عیسوی میں یورپ میں اس قسم کے اختلافات کے نتیجے میں جنگوں، قتل وغارت اور دینی ودیگر علوم کے لٹریچر کو جلا دینے بلکہ اکثر اوقات مردہ لاشوں یا ان کی ہڈیوں تک کو قبروں سے نکال کر جلا دینے کی شکل میں رونما ہوئی وہ اس امر کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند!

یاد رہے کہ اسلام کی تعلیمات اس قسم کے تعصب اور بلا دلیل مؤقف کے ہمیشہ برعکس رہی ہیں۔ ''دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔'' یہی قرآن حکیم کی تعلیم کا مقصود ومطلوب ہے۔ اس طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں اس کی بہترین مثالیں

❶ اس ضمن میں کتاب ''سیاسی مکتوبات'' علامہ شبیر احمد عثمانی (1949-1885) میں ایک مثال علامہ عثمانی نے دیوبند کے ایک وفد کو تقسیم ہند کے موضوع پر قائد اعظم کی حمایت کرنے کے سلسلے میں دی۔ چنانچہ علامہ عثمانی نے فرمایا کہ ''اس سلسلہ میں میرا تو وہی خیال ہے جو فقہائے کرام نے مقلد کے عقیدے کی نسبت لکھا ہے کہ اپنا امام جو مسئلہ بیان کرے تو اس کی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ ''صواب و یحتمل الخطاء'' (یعنی ہمارے امام نے جو مسئلہ بیان کیا وہ صحیح اور درست ہے، ہاں اس میں خطا کا بھی احتمال ہے) اور دوسرے امام نے جو کہا ''خطاء و یحتمل الصواب'' (یعنی وہ خطا ہے گو اس میں صواب کا بھی احتمال ہے کیونکہ معصوم ان میں سے کوئی بھی نہیں)

Marfat.com

ملتی ہیں کہ آپ ﷺ نے کفار مکہ، مشرکین اور منافقین و یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں جو بہترین طرز عمل اختیار کیا وہ نہ صرف آج کے پیر، فقیر اور مولوی کو خوش دلی سے اپنا لینا چاہیے بلکہ اس کا دائرہ تو دیگر غیر مسلم اقوام اور مستشرقین کو بھی رواداری اور حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ آج مغرب کی جانب سے (ایک سلوگن کے طور پر) مذہبی رواداری اور الہامی مذاہب کے درمیان بامقصد بات چیت (DIALOGUE) کی اہمیت پر زور دیا جا رہا ہے لیکن دیگر مذاہب بالخصوص اسلامی شعائر (حرمت پیغمبر اسلام ﷺ، پردہ) جیسے معاملات پر ویٹی کن اور یہود و ہنود کا طرزِ عمل اس خواہش کے برعکس ہے۔ اسی طرح کی صورتِ حال وطن عزیز میں بھی مختلف مکاتبِ فکر/فقہی مذاہب کے اہل علم کے ہاں پائی جاتی ہے۔ وہ جب منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر اتفاق اور اتحاد امت کی باتیں کرتے ہیں تو اسی لمحے اسی منبر پر بیٹھ کر دوسرے مذاہب فکر کی تردید میں بھی اپنی توانائیاں خرچ کر کے لوگوں کو ''گمراہ'' کر رہے ہوتے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ سامعین میں سے بھی کوئی شخص اٹھ کر انھیں اس تضاد بیانی کی جانب متوجہ نہیں کرتا۔

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق!

ہم معذرت خواہ ہیں کہ اپنے مقصد سے کسی حد تک ہٹ کر جذبات کی رو میں بہہ گئے...... بات ہو رہی تھی مختلف ائمہ کرام کے فقہی اختلافات کی جو درحقیقت مبنی ہیں محمد رسول اللہ ﷺ کے اعمال سے قریب تر ہونے کے۔

مستشرقین میں بالخصوص گولڈ زیہر نے امام شہاب زہری پر الزامات لگائے ہیں...... اس ضمن میں یہ کہنا ضروری ہے کہ تاریخ سے اس قسم کی کوئی حقیقی مثال مستشرقین کی جانب سے پیش نہیں کی گئی کہ فلاں فلاں حدیث یا مسئلے میں امام زہری اور محدثین مدینہ کی جماعت میں کوئی اختلاف پایا گیا ہو۔ اگرچہ بہت سے نیم مذہبی و سیاسی فرقوں (خوارج، روافض) کے اموی حکمرانوں سے بہت زیادہ اختلافات تھے لیکن اس قسم کا کوئی ''مسئلہ'' محدثین مدینہ کا اموی بادشاہوں کے ساتھ نہ تھا۔ یہ تمام حضرات اپنے اپنے دائرے میں

Marfat.com

رہتے ہوئے حفاظت وتدوین حدیث کے مقدس فریضے میں مصروف عمل رہے۔ ان تمام نابغۂ ہائے روزگار ہستیوں میں سعید بن مسیّب، ابوبکر بن عبدالرحمٰن، عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ، سالم (آزاد کردہ غلام ابن عمر)، عطاء، نافع (مولیٰ عبداللہ بن عمر)، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابن شہاب زہری، شعبی، علقمہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کے علاوہ بے شمار دیگر اہل علم کا سیاسی معاملات سے کوئی سروکار نہ تھا۔ نہ ہی ان کا کوئی دنیاوی مفاد اموی حکمرانوں سے متصادم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے صفحات اس قسم کے کسی ایک واقعے سے بالکل خالی ہیں۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت احادیث کے عظیم الشان ذخیرے کی حفاظت اور اشاعت کے لیے یہ خصوصی انتظام فرمایا تھا۔

اس ضمن میں اس امر پر بھی مزید غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ تمام نابغۂ روزگار ہستیاں صرف مدينة المنورة ہی میں قیام پذیر تھیں؟ اور کیا یہ ایک تاریخی حقیقت نہیں کہ ان اہل علم میں سے ایک بہت بڑی تعداد اسلامی حکومت کے دوسرے مشہور شہروں میں بھی مقیم تھی؟...... تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں مکہ میں عطاء، طاؤس، مجاہد، عمرو بن دینار، ابن جریج اور ابن عیینہ جیسے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم قیام پذیر تھے۔ بصرہ میں حسن، ابن سیرین، مسلم بن یسار، ابوشعشاہ، ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہم، اور دیگر بہت سے اصحاب علم وفضل رہتے تھے۔ اسی طرح کوفہ میں علقمہ، اسود، عمرو بن شرجیل، مسروق، ابن اجدع، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابراہیم نخعی، عامر اور شعبی رحمۃ اللہ علیہم جیسی عظیم الشان ہستیاں رہتی تھیں۔ مزید برآں، شام میں ابوادریس خولانی، سلیمان بن حبیب، عبدالرحمٰن بن جبیر، اور مکحول رحمۃ اللہ علیہم جیسے نابغۂ روزگار لوگ قیام پذیر تھے۔ نیز مصر میں یزید بن ابی حبیب، بکر بن عبداللہ الاشجاع، عمرو بن حارث، لیث بن سعد، اور عبداللہ بن ابی جعفر جیسی ہستیاں رہتی تھیں...... ان کے علاوہ بھی بہت بڑے بڑے اہل علم/ محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم اسلامی حکومت کے دیگر شہروں میں رہتے تھے...... یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تاریخی طور پر یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ ان تمام اہل علم یا ان میں سے چند ایک کی کوئی

Marfat.com

سیاسی چپقلش، اموی حکمرانوں سے تھی؟......مزید یہ سوال بھی کیا جا سکتا ہے کہ اگر محدثین مدینہ نے اموی حکمرانوں کی مخالفت کی تھی تو پھر دیگر شہروں میں رہنے والے محدثین کرام کیوں کر خاموش رہے؟......اس کے بالکل برعکس تاریخ کی شہادت تو یہ ہے کہ ان تمام محدثین کرام اور نابغۂ روزگار ہستیوں کے درمیان دینی مسائل، علومِ حدیث کی نشر و اشاعت کے مقدس فریضے میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ نہ صرف اس زمانہ میں بلکہ بعد میں بھی بہت دیر تک ان سب کی یہ متفقہ رائے رہی کہ ''(حجاز یعنی مدینہ اور مکہ) سے روایت کردہ تمام احادیث کی حیثیت مستند ترین ہے''۔

درج بالا صفحات میں مستشرقین کے امام زہری پر لگائے ہوئے الزامات کے مختصر سے جائزے اور تردید کے بعد اس امر کی ضرورت ہے کہ اس قسم کی تمام کوششوں کے جو اثرات اور مضمرات عالمی سطح پر اور بالخصوص ہندو پاکستان نیز دیگر مسلم ممالک میں ہوئے ان کا جائزہ لیا جائے۔

ہندو پاکستان میں انکارحدیث کا تاریخی پس منظر

برصغیر میں علم حدیث:

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں دنیائے اسلام گوناگوں مسائل و مصائب کا شکار تھی۔ مغربی ممالک کا ایک سیل بلا خیز تھا جو استیلا اور استبداد کی شکل میں انہیں اپنی لپیٹ میں لیے چلا جا رہا تھا۔ یہ سیلاب ان ممالک کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے درپے تھا۔ مسلمانوں کی علمی و تہذیبی روایات ایک ایک کر کے ختم ہو رہی تھیں، ان کے تعلیمی ادارے تباہ کیے جا رہے تھے اور ان کی جگہ مغربی تعلیم کے اداروں کے ذریعے انہیں دین اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوششیں اپنے عروج پر تھیں۔ تاہم یہ بھی مشیت ایزدی تھی کہ اس دور میں اہل علم نے علم حدیث کے پرچم کو تھاما اور علم حدیث پر اس قدر وسیع پیمانے پر کام ہوا کہ عرب دنیا میں بھی اس کے اثرات کو محسوس کیا گیا۔ بقول علامہ سید رشید رضا کے کہ اگر ہمارے بھائی برصغیر کے مسلمان نہ ہوتے تو شاید علم حدیث دنیا سے اٹھ جاتا''۔

Marfat.com

برصغیر میں اسلام، خلفائے راشدین کے زمانے میں ہی آ گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں مغربی ہندوستان میں بمبئی اور تھانہ میں مسلمانوں کی آبادیاں وجود میں آ گئی تھیں۔ یہ تابعین حضرات تھے جو برصغیر میں آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی مسلمانوں کے قافلے یہاں آتے رہے۔ پھر ۹۲ھ میں جب محمد بن قاسم کے ہاتھوں سندھ اور موجودہ پاکستان کا بیشتر حصہ فتح ہوا تو ان کے ساتھ بڑی تعداد میں تابعین اور بعض صحابہ کرام بھی تشریف لائے۔ خاص طور پر صحابہ کرام کی یہ آمد سندھ، ملتان اور ان کے قرب وجوار میں زیادہ کثرت سے ہوئی، تاہم ان میں کوئی نامور صحابی تو شامل نہیں تھے یہ صغار صحابہ ہی تھے جو یہاں تشریف لائے لیکن صحابہ کرام سے زیادہ تابعین بڑی تعداد میں یہاں آئے۔ ان میں علم حدیث کے ماہرین بھی شامل تھے۔

علم حدیث کے ایک بڑے بزرگ ابو معشر نجیح السندی ہیں ان کے لقب کے ساتھ السندی/سندھی لگا ہوا ہے۔ ان کی روایات اور بیان کردہ احادیث اور سیرت کا مواد، کتب حدیث اور سیرت میں کثرت سے ملتا ہے۔ ڈاکٹر محمود غازی (2010) نے علم حدیث کے سات بڑے تاریخی ادوار کا ذکر کیا ہے۔

سن 1707ء اورنگ زیب عالمگیر کے زوال کا سال ہے۔ اس کے بعد مغل سلطنت روبہ زوال ہونا شروع ہوئی جس نے ہندوستان کے وسیع وعریض خطے پر تین سو سالوں سے زائد حکومت کی تھی۔ اس عمل میں بھی نصف صدی کا عرصہ لگا اور یوں اس سلطنت کا خاتمہ 23 جون 1757ء کو نواب سراج الدولہ کو انگریزوں کے ہاتھوں پلاسی کی جنگ میں شکست سے ہوا۔ اس شکست کی وجہ سے انگریزوں کو ہندوستان میں اپنے قدم مضبوطی کے ساتھ جمانے میں ایک صدی تک تگ و دو کرنی پڑی اور جنگ آزادی 1857ء میں شکست کے بعد انگریز نے دہلی پر 20 ستمبر 1857ء میں قبضہ کر لیا۔ جو مغلیہ سلطنت کا دارالخلافہ تھا، یہ اس مسلم حکومت کا ڈراپ سین تھا جس نے اس خطۂ ارض پر 6 صدیوں سے زائد عرصے تک حکومت کی تھی جس کی بنیاد شہاب الدین غوری نے 1206ء میں رکھی۔

Marfat.com

زیرِ نظر کتاب کے سینئر مصنف نے اپنی مطبوعہ کتاب (2010ء) میں ان تمام مجرمانہ سازشوں، بزدلی اور ظالمانہ کارروائیوں کا بالتفصیل ذکر کیا ہے جب انگریزوں نے مسلمانوں سے برصغیر کی حکومت چھینی ...... انگریزوں کی تاریخ کا یہ سیاہ ترین باب ہے جبکہ انہوں نے ایک منصوبہ بندی کے تحت بتدریج مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان مذہبی، سماجی، تعلیمی اور دیگر امور کی بنا پر موجود فرق کو اس قدر بڑھایا کہ ہندوؤں کے ذہن میں بھی ''رام راج'' کا سودا سما گیا اور یوں انہیں مسلمانوں سے اس غلامی کا بدلہ لینے کا خیال بھی آ گیا جس کے تحت انہوں نے مسلمان بادشاہوں کی حکمرانی میں صدیوں تک زندگی بسر کی تھی۔ (اگرچہ اس تمام دور میں ہندوؤں کو اپنے مذہب اور تہذیب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی تھی بلکہ اکبر اور دیگر مغل بادشاہوں کے دور میں تو وہ اعلیٰ ترین مناصب پر بھی براجمان رہے۔) انگریزوں نے ہندوؤں کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے خلاف جو محاذ قائم کیا، اس کی حکایتِ خونچکاں بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں۔ اگرچہ 1947ء تک برصغیر پر انگریز کا قبضہ رہا تاہم آزادی کا سورج طلوع ہونے کے بعد سے لے کر اب تک ''اکھنڈ بھارت'' کا جنون بھارت کے ہندوؤں کے سر پر سوار ہے۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر کیا گیا کہ استعماری طاقتیں مشنریز یا N.GO'S کے بھیس میں اپنا اثر و رسوخ پیدا کرتی ہیں۔ اسی حکمت عملی کے تحت 1826ء میں عیسائی مشنریوں نے برصغیر میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کی اور بقول اسرار احمد (1992ء) اس تبلیغ کا آغاز دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر کیا گیا!

عیسائیت کی تبلیغ کے سلسلے میں پادریوں نے بہت سے اعتراضات اسلام ﷺ، پیغمبر اسلام اور دیگر تعلیمات اسلامی کے بارے میں کرنے شروع کیے۔ اس ضمن میں عیسائیت کی برتری ثابت کرنے کے لیے پادریوں نے ایک کتاب ''میزان الحق'' کے نام سے شائع کی۔ مسلم اہلِ علم بالخصوص مولانا رحمت اللہ کیرانوی (1233/1308ھ) نے عیسائی پادریوں کی ان کوششوں کا نوٹس لیا اور انہوں نے ان کی کتاب کی تردید میں

Marfat.com

''اظہار الحق'' نامی ایک کتاب شائع کی جس میں فنڈر (Faunder) نامی پادری کی غلط باتوں کی تردید کی گئی تھی۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ نے اس پادری کے ساتھ بہت سے مناظرے بھی کیے جن میں وہ پادری ان کا مقابلہ نہ کرسکا اور ہندوستان چھوڑ کر ترکی چلا گیا لیکن مولانا کیرانوی نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا اور اسے ترکی چھوڑ کر بھی بھاگنا پڑا۔

عیسائی مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں سے شہہ پکڑتے ہوئے ہندوؤں کو بھی تحریک ہوئی اور انہوں نے دوطرفہ مہم شروع کر دی۔ اس مہم کا ایک پہلو ہندو دھرم کی ترویج و اشاعت تھا۔ اس کا آغاز آریہ سماجی لوگوں نے کیا اور انہوں نے بھی ''ستیارتھ پرکاش'' کے نام سے ایک کتاب 1875ء میں لکھی۔ ہندوؤں کی اس مہم کا دوسرا پہلو ''برہموسماج'' کے نام سے معروف ہے اس سلسلے میں راجہ رام موہن نے 1816ء میں بہت کام کیا۔ اگرچہ اول الذکر خالصۃً ہندو دھرم کے تعصب پر مبنی مہم تھی جبکہ دوسری مہم کا اصل الاصول ''تمام ادیان کی سچائی'' پر مبنی سلوگن تھا۔ راجہ رام موہن نے ایک کتاب ''تحفۃ الموٴحدین'' کے نام سے بھی لکھی۔ آغاز میں اس نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا ہمدرد اور غمخوار ثابت کرنے کی کوشش کی، تاہم دراصل اس کی نیت مغل بادشاہ اکبر کے دینِ الٰہی کی طرز پر ایک ایسے مذہب کا اجراء تھا جس میں ہندو تو ہندو دھرم پر عمل کر سکتے تھے لیکن اسلامی تعلیمات کا اس میں بالکل عمل دخل نہ تھا۔ ان حالات میں امتِ مسلمہ نے اپنے آپ کو ایک بہت ہی خطرناک صورت حال میں گھرا ہوا پایا۔ انگریز حکمرانوں نے ہزاروں مسلمانوں کو جن میں امراء اور بالخصوص علماء شامل تھے قید و بند اور پھانسی کی سزائیں دیں اور ان کی جائدادیں ضبط کر لیں۔ بڑے بڑے اہلِ علم کو جزائر انڈیمان (کالا پانی) کی سزائیں دیں۔ اس کے علاوہ امتِ مسلمہ کو سب سے بڑا نقصان یوں پہنچایا کہ ان کے تمام تعلیمی ادارے بند کر دیئے گئے، ان کے ساتھ ملحقہ وقف شدہ اراضی اور دیگر وسائل ضبط کر لیے جو مسلمان امراء نے تعلیمی نظام کو جاری رکھنے کے لیے فراہم کیے تھے۔ یہ تعلیمی ادارے برطانوی راج سے پہلے مسلم انڈیا میں حکومتوں کے چلانے

Marfat.com

کے لیے سول سروس (قاضی، سپہ سالار اور پڑھے لکھے لوگ) تیار کرنے کا اہم ترین ذریعہ تھے۔ لارڈ میکالے نے ہندوستان کے لیے تعلیمی اصلاحات کی جو بنیاد ڈالی اس کا ''اصلِ اصول'' یہ تھا کہ ''ہمیں اس قسم کا نظامِ تعلیم رائج کرنا چاہیے جو ایسے افراد پیدا کرے جو نسلاً ہندوستانی ہوں مگر ان کی سوچ ہمارے مفادات کے تابع ہو''۔ یوں مسلمانوں کے دور میں دی جانے والی دو اہم ترین زبانوں عربی، فارسی کی تعلیم بند کر دی گئی اور انگریزی تعلیم کو لازمی قرار دے کر رزق کی کنجیاں صرف ان افراد کے لیے رکھی گئیں جو انگریزی جانتے تھے۔ یاد رہے کہ عربی اور فارسی زبانیں مسلمانوں کے لیے مذہبی اور دینی اعتبار سے بہت اہم تھیں۔ بلکہ ہندو راجوں/سکھ سرداروں کے علاقے میں بھی فارسی بطور سرکاری زبان استعمال ہوتی تھی۔ ان دونوں زبانوں کی عدم سرپرستی کی وجہ سے مسلمانانِ برصغیر رفتہ رفتہ نہ صرف اپنے دین سے بیگانہ کر دیئے گئے بلکہ ان کا تعلق ایسے اسلامی ممالک سے بھی کٹ گیا جہاں یہ زبانیں بولی جاتی تھیں۔ اس طرح ملت اور امت مسلمہ کے تصور کو ختم کرنے کی ایک شعوری کوشش انگریز نے اپنے راج کے دور اول ہی میں کی جس کے برے اثرات آج تک اہل پاکستان کو بھگتنے پڑ رہے ہیں۔

لارڈ ویلزلی کے دور (1818ء) میں تمام دینی اور تعلیمی اداروں کو ضبط کر لیا گیا جس کی وجہ سے لاکھوں لوگ (اساتذہ، طلباء اور دیگر شعبوں کے افراد) روزگار سے محروم ہو گئے اور فاقوں مرنے لگے۔ تاہم اس پالیسی کے مضمرات کا اہم ترین پہلو یہ تھا کہ انگریزی نظام نے ہمارے اندر ''اینگلو انڈین'' اور ''اینگلو محمڈن'' لوگ پیدا کر دیئے۔ جن کی نفسیاتی و ذہنی ترکیب میں ''محمڈن اور انڈین'' کا تناسب برائے نام تھا (مودودی 1982ء) جبکہ انگریزی حکومت کو چلانے اور اس کے نظام کو ترقی دینے کے کام میں وہ بہت مفید اور معاون ثابت ہوئے۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے علامہ اقبال کی ایک رباعی کا ذکر کیا ہے جس سے اس نظام تعلیم کے اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

انگریز کے اس تعلیمی نظام نے مسلمانانِ برصغیر کو اپنے شاندار ماضی سے کاٹ کر رکھ دیا اور انہیں مغربی تعلیم و تہذیب کا بھکاری بنا دیا۔ اس نظام تعلیم کے برے اثرات سے

Marfat.com

آج بھی امت مسلمہ چھٹکارا حاصل نہیں کر پائی بلکہ اس کے برے اثرات بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں جس کا منظرنامہ پاکستان کے حالیہ حالات بخوبی پیش کر رہے ہیں، انگریزی تعلیم سے فارغ التحصیل نسل جس طرح دونوں ہاتھوں سے ملکی وسائل کا بے دریغ استحصال کر رہی ہے، اسے سمجھنے کے لیے زیادہ عقل وخرد استعمال کرنے کی ضرورت نہیں!

ہم نے ارداتاً اس موضوع پر قدرے تفصیل سے کام لیا ہے کہ ہماری نظر میں ''قرآن وسنت (جمالِ مصطفیٰ) سے انحراف یا دوری'' کا یہ نقطۂ آغاز ہے۔ مزید برآں، موجودہ زمانے میں انکار حدیث کا فتنہ بھی جو ''اہل قرآن'' کے بھیس میں ہمارے سامنے آیا ہے، اسی الحادی نظام تعلیم کا شاخسانہ ہے جو ہمارے پڑھے لکھے طبقے کے احساس کمتری (INFERIORITY COMPLEX) میں مبتلا ہونے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے۔

جیسا کہ بتایا گیا کہ برصغیر ہندوستان میں اسلام کا آغاز عرب تاجروں کی وجہ سے ہوا تھا تاہم 711ء ہجری میں محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کر کے اس برصغیر میں اسلام کے اثر ونفوذ کی راہ ہموار کر دی تھی۔ اس خطے میں دین اسلام کا آغاز مسلمان بزرگان دین اور اہل علم کی وساطت سے ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یہاں علوم حدیث کا اجرا کیا تھا۔ ایسے حالات میں جبکہ برصغیر میں قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت کے خلاف ایک اور سازش پر کام ہو رہا تھا۔ جس نے امت مسلمہ کو جمال مصطفیٰ سے بیگانگی کے راستے پر ڈال دیا، اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

برطانوی امپیریلزم کی کامیابی سے مستشرقین کی تحریروں سے متاثر ہو کر ایک طبقے نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دنیا میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی ایک بہت بڑی وجہ وہ اسلامی تعلیمات ہیں جو 1400 سال قبل تو شاید قابل عمل تھیں لیکن اس دور میں ان کے ذریعے کامیابی کا حصول ممکن نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان تعلیمات کی موجودہ زمانے کی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق تشریح وتفسیر کی جائے۔ برطانوی حکومت نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بہت سے ایسے لوگوں کی حوصلہ افزائی کی تاکہ ترغیب و ترہیب کے ذریعے امت مسلمہ کو مزید ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا جائے۔ عیسائی مشنریوں

Marfat.com

نے بھی اس سلسلے میں ایک بھرپور کردار ادا کیا اور ذیل کے مختلف موضوعات اور مسائل کے بارے میں مخالفانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے اپنے خیالات کی اشاعت کی:

☆ اولاً۔ سب سے پہلے جہاد کے موضوع کو نزاعی بنایا گیا۔ برطانوی حکومت (اور آج بھی مغربی عیسائی حکومتیں، امریکہ) اسلام کے تصور جہاد سے بہت خائف تھی اور اسے اپنی حکومت کے قیام اور استحکام کے لیے ایک حقیقی خطرہ سمجھتی تھی۔ اس لیے مسلمانانِ ہند کو باور کرایا جانے لگا کہ ''فی زمانہ جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں۔''

☆ ثانیاً۔ ختم نبوت کے تصور کی نفی کو فروغ دیا گیا۔

ان ہر دو مقاصد کے حصول کے لیے جو حکمت عملی اختیار کی، اس کے اہم ترین نکات درج ذیل ہیں:

☆ برطانوی حکومت نے شریف مکہ (جو خلافت عثمانیہ ترکی کا نامزد گورنر تھا اور حجاز کا حکمران) کی وساطت سے چند علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ ہندوستان دار الحرب نہیں۔ اس لیے اب یہاں جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں تاہم ہندوستان میں اس ''فتویٰ'' کو جاری کرنے کا سب سے تاریک پہلو یہ تھا کہ اس ''کارِ خیر'' میں بہت سے اہل علم نے حصہ لیا جن میں سنی، شیعہ، اہل حدیث فرقوں کے لوگ شامل تھے یہاں تک کہ سر سید احمد خان نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی۔

☆ سر سید احمد خان نے 1875ء میں اپنے رسالے ''تہذیب الاخلاق'' میں تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا جو گیارہ سال تک جاری رہا اور سولہویں پارے کی تشریح و تفسیر کے بعد ختم ہو گیا۔ اس رسالے میں بہت سے مختلف فیہ مسائل زیر بحث لائے گئے جن سے مسلمانان ہند کے ذہنی خلفشار میں اضافہ ہوا۔

☆ تصور جہاد کو مزید کمزور کرنے کے لیے انگریز نے ایک خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں لگایا جس نے اپنے آپ کو نبی کہلانا شروع کیا۔ اس کی تعلیمات کا مرکز و محور تصور جہاد بالسیف کی تردید اور جہاد بالقلم کی اشاعت تھا۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا کہ 1857 کی جنگ آزادی میں شکست کھانے کے بعد

Marfat.com

مسلم اہل فکر و نظر نے اپنے آپ کو مدارسِ دینیہ اور خانقاہوں تک محدود کر لیا تھا۔ ایسے مدارس میں سے ایک کا نام دار العلوم دیو بند تھا جو 1862ء میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے دینی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لیے قائم کیا تھا۔ یہ مدرسہ اپنے دور اول میں قرآن و حدیث کے بہترین اہل علم کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ جبکہ سر سید احمد خان اس طبقے کے سرخیل تھے جو قرآن کریم کی تشریح و تفسیر اس طریق پر کرنا چاہتے تھے جو جمہور اہل علم سے نہ صرف مختلف تھا بلکہ اس طرز تفسیر کی تردید بھی کرتا تھا جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن (1851-1920ء) مولانا اشرف علی تھانوی (1863-1943ء) جیسے نابغۂ روزگار نے اختیار کیا تھا۔ یاد رہے کہ پہلے طریقے کے مطابق قرآن پاک کی تفسیر کو ''تفسیر بالرائے'' کہتے ہیں جبکہ دوسرا طریقہ ''تفسیر بالمأثور'' کہلاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ قرآن کریم کی یہ تفسیر ارشادات نبویہ، اقوال و تشریحات صحابہ کرام اور منقولاتِ تابعین و تبع تابعین کے مطابق ہوتی ہے۔ جبکہ سر سید احمد خاں اور ان جیسی فکر رکھنے والے لوگوں کے طریق کار کا انحصار اپنی ذاتی معلومات اور رائے پر ہوتا ہے جس میں مغربی تعلیم و تحقیق اور سائنس کی معلومات کا بیشتر انحصار مستشرقین کی آراء پر ہوتا ہے۔ تفسیر بالمأثور کے لیے مفسر کا نہ صرف عربی زبان اور لٹریچر بلکہ گذشتہ تفسیری لٹریچر اور احادیث کے علاوہ تاریخی روایات، شاعری اور دیگر متعلقہ علوم کا ماہر ہونا بھی ضروری ہے۔ بلکہ وہ اسلام کی مجموعی تعلیمات پر دقیق اور اختصاصی نظر رکھتا ہو۔ اس ضمن میں گوشوارہ نمبر ۲ (باب پنجم) میں اس قسم کی تمام تفاسیر کی تفصیل درج کی گئی ہے جبکہ دوسری جانب تفاسیر بالرائے میں درج ذیل تفاسیر شامل ہیں۔

۱۔ سر سید احمد خان کی تفسیر ''تفسیر القرآن'' (1875-1914)

۲۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی ''تفسیر القرآن'' (1930)

۳۔ غلام احمد پرویز (لغات القرآن، مطالب القرآن اور مفہوم القرآن)

یاد رہے کہ عبداللہ چکڑالوی کے وقت سے لے کر ان تمام لوگوں کے لیے ''اہل قرآن'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جبکہ مذہبی طبقہ انہیں منکرینِ حدیث کہتا ہے، ان

Marfat.com

نام نہاد تفاسیر کے علاوہ دیگر لٹریچر بھی ان اصحاب کے جانب سے شائع کیا گیا ہے، یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بارے میں کسی قدر اختصار کے ساتھ ہم اپنے قارئین کو آگاہ کردیں۔

اہل قرآن کا مختصر تعارف اور پس منظر:

طارق غوری (2002) نے اپنے ایم فل کے مقالے میں سرسید احمد خان کو عباسی دور میں جنم لینے والے فرقۂ معتزلہ کا ''غیر علانیہ لیڈر اور وارث'' قرار دیا ہے۔ سرسید احمد خان نے اپنی تفسیر کی تالیف کے وقت چند اہم ترین اصولِ تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ یہ اصولِ تفسیر، ان اصولِ تفسیر سے بہت مختلف ہیں جو گزشتہ 1400 سالوں سے امت مسلمہ کے اہل علم، مفسرین، محدثین کے ہاں متداول، مستند اور متوارث ہیں۔ سرسید کے تمام تر اصول ان اصحاب نے اختیار کیے ہیں جنہوں نے ان کے نقشِ قدم کی پیروی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد میں آنے والے اہل قرآن کی جانب سے کی گئی کوششوں میں انھی اصولوں کو بطور راہ نما تسلیم کیا گیا۔ یاد رہے کہ اس گروہ کے تمام اصحاب کو سرسید احمد خان کی اصابت رائے اور فکر پر گہرا یقین تھا بجائے ان کے جن پر قرآن کریم نازل ہوا (پیغمبر اسلام ﷺ) نیز جن لوگوں کے سامنے قرآن کریم نازل ہوا اور جنہوں نے براہ راست محمد رسول اللہ ﷺ سے اس کا علم وفہم حاصل کیا، نیز ان لوگوں کے بھی جنہوں نے صحابہ کرام سے تربیت و راہنمائی حاصل کی یعنی تابعین اور بعد میں آنے والے تبع تابعین۔ تاہم سرسید احمد خان اور ان کے متبعین نے اپنی نگارشات درج ذیل مفروضہ جات پر قائم کیں۔

☆ چونکہ مسلم اہل علم کو جدید سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کا علم نہیں تھا اور انہوں نے اپنے آپ کو ان علوم تک محدود (بلکہ مقید کرلیا) تھا جو آج سے ایک ہزار سال قبل پڑھے اور پڑھائے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سائنس کی جدید ایجادات سے آگاہ نہیں تھے جس کی وجہ سے وہ زمانۂ حال کی نسبت دنیاوی ترقی کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔

Marfat.com

اس ''غلطی'' کا ازالہ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کا کام ازسرنو جدید سائنس کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا جائے۔ اس ضمن میں سرسید احمد خان نے یہ دلیل بھی دی کہ چونکہ عیسائیوں نے اپنے ''روایتی مذہب (عیسائیت)'' سے بغاوت کر کے اس کے بندھنوں سے اپنے آپ کو ''آزاد'' کرالیا ہے اس لیے امت مسلمہ بھی ان کی پیروی میں اپنے آپ کو دنیاوی طاقتوں کے برابر لانے کے لیے اس ''کارخیر'' میں ان کی ''پیروی'' کرے!

☆ ان حضرات کی نظر میں اس کمی کے ازالے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انگریزی زبان کا علم حاصل کیا جائے تا کہ دنیا کی ان حیرت انگیز فتوحات (ترقیات) سے اپنا حصہ وصول کیا جا سکے جو اس زبان کے فاضل افراد کو برطانوی حکومت کی جانب سے بطور ''بخشیش'' دیا جا رہا ہے!

درج بالا مفروضات کو سامنے رکھتے ہوئے سرسید احمد خان نے اپنی تفسیر لکھنی شروع کی۔ ظاہر ہے کہ اس طرز عمل کا لازمی نتیجہ اس صورت ہی میں نکلنا تھا کہ ''اسلامی تعلیمات کی اصلاح'' کی جائے اور انہیں زمانہ حال کے مزاج و مذاق کے عین مطابق بنا دیا جائے تا کہ وہ لوگ جو قرآنی تعلیمات پر عملاً کاربند نہیں ہونا چاہتے اور نام کے مسلمان رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ ''تعلیمات'' اختیار کرنا آسان ہو جائے تا کہ وہ مسلمان رہتے ہوئے دیگر دنیاوی فوائد سے بھرپور فائدہ اٹھا سکیں۔

ہم اس موضوع پر اب بہت زیادہ وقت صرف کرنا نہیں چاہتے سوائے اس کے کہ اس قسم کے تمام لٹریچر میں جو سرسید سے شروع ہو کر غلام احمد پرویز کے لٹریچر تک پھیلا ہوا ہے، یہ طرز فکر بآسانی دیکھی جا سکتی ہے۔ احادیث اور ان تمام قرآنی تعبیرات وتشریحات کا انکار جو قدیم مفسرین نے سرانجام دی تھیں، ان منکرین حدیث کا طرۂ امتیاز ہے۔ یاد رہے کہ قدیم مفسرین نہ صرف دینی علوم میں ماہر ترین اور یگانۂ روزگار فاضلین تھے بلکہ وہ اپنی نجی اور انفرادی زندگیوں میں بھی خدا سے ڈرنے والے متقی اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ان جیسے نابغۂ روزگار لوگوں کے کام کو پرکاہ کے برابر نہ سمجھنا بھی ان منکرین حدیث

Marfat.com

کا ایک عام چلن ہے۔ انکار حدیث کا فتنہ مغربی تعلیم و فلسفہ کی نام نہاد برتری سے مرعوبیت کے تصور پر مبنی ہے۔ مستشرقین نے انہیں باور کرا دیا ہے کہ جو کچھ بظاہر عقل کے خلاف ہو اسے غلط سمجھنا چاہیے۔

اس عمومی جائزے کے بعد اب چند اہل قرآن کے بارے میں مختصر معلومات فراہم کرنا ضروری ہے۔

ا۔ عبداللہ چکڑالوی:

سر سید احمد خان کے بعد، عبداللہ چکڑالوی وہ شخص ہے جس نے قرآن کریم کی تشریح و تعبیر کی بنیاد انکار حدیث کے تصور پر رکھی۔ نیز جیسا کہ ہم نے اس کتاب کے آئندہ ابواب میں تاریخی حوالوں سے واضح کیا ہے کہ گزشتہ 1400 سالوں میں مفسرین، محدثین اور فقہائے کرام نے تفسیر، حدیث اور فقہ پر اس قدر عظیم الشان لٹریچر تیار کیا ہے جس کی نظیر دنیا کے لٹریچر کی تاریخ میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ تاہم یہ امر کس قدر افسوس ناک ہے کہ اس عدیم المثال لٹریچر کو جس میں لاکھوں انسانوں کی دماغی کاوشیں شامل ہیں کیوں کر نظر انداز کر دیا جائے اور وہ بھی چند ایسے اشخاص کے کہنے پر جنہوں نے اتنی کتابوں کو اپنی تصور کی آنکھ سے دیکھا بھی نہ ہو گا جتنی کتابیں ان اہل علم نے تصنیف کی تھیں۔ پھر یہ وہ لوگ تھے جن کے علم و تقویٰ، بصیرت کے بارے میں کسی کٹر مخالف نے بھی زبانِ طعن دراز نہیں کی۔ کیا یہ جسارت نہیں کہ آپ ان سب حضرات کو نظر انداز کر کے قرآن و حدیث کی من مانی معنی و توضیح و تشریح کرنے لگیں۔ اس امر کا اندازہ تو ایک عام آدمی بھی ان کی لکھی جانے والی تفاسیر کے مطالعہ سے بآسانی کر سکتا ہے کہ جن کے مصنفین عربی زبان، قدیم جاہلی ادب اور دیگر علوم کی کوئی بہت زیادہ شد بد نہیں رکھتے!

قارئین کے لیے یہ امر باعثِ دلچسپی ہو گا کہ عبداللہ چکڑالوی، میانوالی کے ایک قصبے چکڑالہ میں پیدا ہوا۔ بنیادی تعلیم اپنے والد اور قصبے میں موجود دیگر لوگوں سے حاصل کی۔ تاہم اس کے بعد وہ دہلی چلے گئے اور وہاں ایک مشہور محدث میاں نذیر حسین

Marfat.com

دہلوی سے علمِ حدیث حاصل کیا۔اس بنا پر وہ کچھ عرصے کے لیے اہل حدیث مکتب فکر کے چند مشہور علماء میں بھی شامل رہے۔تاہم خواجہ احمد دین امرتسری کے کہنے اور ترغیب دلانے پر وہ اہل قرآن کے حلقے میں شامل ہو گئے۔تفسیر قرآن کے بارے میں ان کی رائے ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے: ''کہ قرآن کے علاوہ کوئی اور چیز محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل نہیں ہوئی تھی۔'' اس ''اصل الاصول'' کی روشنی میں اس نے قرآن کریم کی تفسیر کا کام شروع کیا اور لاہور کو اپنا مرکز بنا لیا۔حافظ سید محب اللہ عظیم آبادی البہاری اور خواجہ احمد دین امرتسری جیسے چند لوگ بھی ان کے حلقے میں شامل ہو گئے۔

۲۔حافظ اسلم جیراجپوری:

اہل قرآن کی یہ بھی ایک اہم شخصیت ہیں جنہوں نے ان خیالات کی ترویج و اشاعت کے لیے بہت کام کیا۔

۳۔غلام احمد پرویز:

اہل قرآن کے حلقے میں یہ بہت اہم خیال کیے جاتے ہیں، وہ 1903ء میں بٹالہ (ضلع گورداسپور موجودہ ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے دادا سے حاصل کی جو بذات خود ایک صاحب علم شخص تھے اور جن کا تعلق صوفیاء کے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سے تھا۔انہوں نے اپنا ماہنامہ رسالہ ''طلوع اسلام'' نکالنا شروع کیا۔تقسیم ہند کے بعد وہ کراچی اور بعد میں لاہور میں رہنے لگے۔انھیں سرکاری حلقوں میں بہت پذیرائی ملی جس سے شہہ پا کر انہوں نے اپنے خیالات کی اشاعت شروع کر دی۔ایک تنظیم ''بزم طلوع اسلام'' کے نام سے بنائی جس میں بہت سے لوگوں نے شمولیت اختیار کر لی۔

۴۔نیاز فتح پوری:

درج بالا حضرات کے علاوہ ادبی حلقوں میں ایک مشہور شخص نیاز فتح پوری بھی تھے جو

Marfat.com

اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی تعلیم اسلامی مدرسہ فتح پوری اور بعد میں مدرسہ عالیہ رام پور نیز ندوۃ العلماء لکھنؤ سے حاصل کی۔ یہ بھی ان اصحاب میں شامل ہیں جنہیں احادیث کے مستند ہونے کا یقین نہیں۔

۵۔ علامہ عنایت اللہ مشرقی (1888-1963)

یہ بھی اہل قرآن کے ایک اہم رکن شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی پیدائش لاہور میں ہوئی اور انہوں نے ''خاکسار تحریک'' کی بنیاد رکھی وہ بنیادی طور پر ایک ماہر ریاضی دان (MATHEMATICIAN) تھے اور انگلستان سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ ریاضی کے علم میں ان سے بڑا آدمی شاید برصغیر میں کوئی پیدا نہیں ہوا۔ انہوں نے تذکرہ کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی۔

۶۔ نواب سید مہدی علی خان، محسن الملک (1837-1907)

اہل قرآن کی فہرست میں ایک مزید نام نواب سید مہدی علی خان محسن الملک کا بھی ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیم اسلامی مدرسہ سے حاصل کی، تاہم بعد میں وہ سر سید احمد خان کے ہمنوا اور رفیق بن گئے۔

۷۔ قاضی کفایت اللہ:

قاضی کفایت اللہ کا شمار بھی اہل قرآن کے گروہ میں ہوتا ہے وہ ایک بہت بڑے مقرر ہیں جنہیں عربی زبان پر عبور حاصل ہے۔ وہ اس گروہ کے ایک اہم لیڈر ہیں جو منکرین حدیث کے ترجمان آرگن ماھنامہ ''تعمیر انسانیت'' کے ایک طویل عرصے تک چیف ایڈیٹر رہے، ازاں بعد ''ندائے فرقان'' کے نام سے ایک ماھنامے کا اجزاء کیا۔ تاہم بعد میں یہ پرچہ بھی جاری نہ رہ سکا۔ لاہور کے مختلف مقامات پر ان کے دروسِ قرآن ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی چند ایک تصانیف بھی ہیں جنھیں خالص دینی اور علمی حلقوں میں کوئی خاص پذیرائی نہیں ملی۔

Marfat.com

۸۔ تمنا عمادی پھلواروی:

اس گروہ کے ایک اہم رکن تمنا عمادی پھلواروی بھی ہیں، انہیں علم اسماء الرجال پر عبور حاصل ہونے کا دعویٰ تھا وہ بھی طلوع اسلام میں لکھتے رہے۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ انہوں نے بھی امام شہاب زہری کے بارے میں انہی خیالات کا اظہار کیا ہے جو ان سے پہلے گولڈ زیہر (یہودی مستشرق) کر چکا تھا بلکہ چند ایسی باتیں بھی کہی ہیں جو کسی اور کو کہنے کی جرأت نہیں ہوئی!

اس جگہ ان چند تنظیموں کا نام لکھنا بھی بہت ضروری معلوم ہوتا ہے (تا کہ عوام الناس ان کے دام فریب میں نہ آسکیں) جو مختلف ناموں سے اپنے عقائد و خیالات کا پرچار کر رہی ہیں۔

- ☆ امت مسلمہ اہل الذکر القرآن
- ☆ امت مسلمہ
- ☆ بزم طلوع اسلام
- ☆ تحریک تعمیر انسانیت

اگر چہ یہ تمام تنظیمیں مختلف ناموں سے کام کر رہی ہیں تاہم ان کے خیالات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ یہ تمام لوگ درج ذیل دو بنیادی امور پر متفق الرائے ہیں (طارق غوری 2002)

☆ قرآن کریم، انسانی زندگی نیز آخرت کے لیے آخری مستند ترین کتاب ہے۔

☆ سنت/حدیث کے بارے میں ان کا پختہ خیال ہے کہ ان کی قانونِ شریعت میں کوئی ضرورت نہیں۔

خلاصۂ کلام:

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ یہ بتایا جائے کہ گزشتہ دو صدیوں میں مسلم اہل علم نے اہل قرآن کے مختلف افراد کی تحریری سرگرمیوں کا کس دقتِ نظر سے

Marfat.com

ناقدانہ جائزہ لیا ہے۔ قبل ازیں ہم نے لکھا ہے کہ ان کا تعلق کسی حد تک معتزلہ فرقہ سے ہے جس کا ظہور عباسی عہد میں ہوا۔ تاہم اہل قرآن کے تمام اشخاص کو کوئی نسبت معتزلہ فرقہ کے اہل علم کے ساتھ نہیں کیونکہ بیشتر معتزلی اہل علم بہت خداترس، متقی و پرہیز گار تھے جنہوں نے اپنی علمی قابلیت کی بناء پر یونانی فلسفہ وعقائد کی تردید میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ یونانی افکار ملتِ اسلامیہ میں نفوذ کر رہے تھے۔ تاہم اہل قرآن کے موجودہ گروہ میں ایک بھی ایسی شخصیت نہیں جو عالم یا محقق کہلانے کی مستحق ہو اور جس کی اسلامی لٹریچر پر گہری اور بصیرت خیز نظر ہو۔ نیز ان میں سے کسی ایک کے پیشِ نظر بھی اسلامی تعلیمات کی توسیع و اشاعت کا مقدس مشن نہیں تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ تمام بزعم خود دانش ور بالخصوص سر سید احمد خان بہت حد تک مغربی تعلیم اور تہذیب و فلسفہ سے متاثر تھے۔ انہوں نے ''معروضی ریسرچ'' (Objective Research) کے نام پر جو (اصطلاح مغربی مفکرین نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے وضع کی تھی) احادیث اور قرآنی تفاسیر کے اس فقید المثال لٹریچر کا انکار کر دیا جو چودہ سو سالوں میں تیار ہوا تھا۔

اگرچہ اہل قرآن یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ صرف قرآن ہی اسلامی قانون کا ماخذ ہے تاہم ان کا یہ دعویٰ بھی مبنی بر صحت نہیں۔ جب بھی انہیں کبھی کوئی چیز قرآنی تعلیمات میں ایسی نظر آتی ہے جو مغربی تعلیم کے خلاف ہو تو وہ فوراً بلا کسی ہچکچاہٹ کے اپنے اس اصول سے انحراف کر لیتے ہیں جو انہوں نے ازخود قرآنی تشریح کے ضمن میں طے کیا ہوتا ہے۔

☆ انہوں نے احادیث کو مکمل طور پر نا قابلِ عمل اور نا قابلِ یقین قرار دیا ہے۔ تاہم وہ اپنے اس فعل میں بھی مخلص اور ایماندار نہیں۔ جب بھی انہیں کوئی ایسی حدیث ملتی ہے جو ان کے مزعومہ نظریات کی حمایت کرتی ہو تو وہ اس کی تاویل کر کے اپنے مطلب اور مقصد کے معنی پہنانے سے گریز نہیں کرتے۔

☆ اہلِ قرآن کی تحریروں میں متعدد جگہوں پر قرآنی تعلیمات میں بتائے گئے حرام امور کو حلال اور جائز قرار دیا گیا ہے۔ جس کی ایک اہم مثال خواجہ احمد دین امرتسری کی

Marfat.com

تفسیر ''بیان للناس'' میں سؤر کا گوشت کھانے کو جائز قرار دینا ہے۔

☆ اہل قرآن نے قرآنی تعلیمات کی ایک ایسی غلط اور بھونڈی تشریح کی ہے جس کی وجہ سے بنیادی عقائد مثلاً ذاتِ باری تعالیٰ، انبیاء، آخرت، جنت، فرشتے نیز عبادات مثلاً نماز کی تعداد، رکعتوں کی تعداد اور نماز اور دیگر مناسکِ دین کے ادا کرنے کے طریقوں کے بارے میں عجیب قسم کی باتیں کہی گئی ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ، روزے، حج اور قربانی کی تشریح بھی ایک انوکھے انداز میں کی گئی ہے۔ اس جگہ ایک صحیح الفکر آدمی یہ سوال کرسکتا ہے کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم ان تشریحات وتعبیرات کو غلط سمجھیں جو پیغمبر اسلام ﷺ، صحابہ کرام اور دیگر لاکھوں اہل علم نے پیش کی ہیں اور ان کی جگہ موجودہ زمانے میں مغرب سے متاثرہ چند افراد کی تعبیر وتشریح کو صحیح تسلیم کرلیں؟

☆ اہل قرآن کے لٹریچر کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ان کی معلومات کا انحصار زیادہ تر دور جاہلیت کی عربی شاعری، بائبل اور تالمود اور مغربی مفکرین کے اقوال پر مشتمل ہے۔

☆ اہل قرآن قدیم تفاسیر میں پائے جانے والے تسامحات کے بارے میں بہت شور وغل کرتے ہیں۔ وہ انہیں اس طریق پر پیش کرتے ہیں جیسے کہ گزشتہ اہل علم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہو۔

☆ اہل قرآن کے ضمن میں ایک اہم حقیقت کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان میں سے بیشتر (عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری) کا تعلق (نسلاً یا علمی طور پر) ''وہابی'' مکتبِ فکر سے تھا۔ یاد رہے کہ برطانوی دورِ حکومت میں جو لوگ جہاد میں مصروف تھے اور چونکہ ان میں سے بیشتر لوگ سید احمد شہید کے پیروکار تھے اس لیے انہیں بدنام کرنے کے لیے انگریز نے ''وہابی'' کی اصطلاح وضع کی تھی جن کے ساتھ عوام الناس کو بھڑکانے کے لیے چند عقائد مثلاً ممانعت زیارت قبور/ مزارات، رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ منسوب کر دیئے گئے تھے۔ یہ اسی قسم کی اصطلاح ہے جیسی کہ موجودہ زمانے میں ''طالبان/ دہشت گرد'' کے نام سے امریکہ اور یورپین طاقتیں ان لوگوں کے لیے استعمال کررہے ہیں جنہوں نے امریکہ اور پاکستان کے ایما پر روس کو شکست سے دوچار کیا تھا اور اب امریکہ

Marfat.com

کی برتری کی کشتی ان کے جہادی جذبے کے بحرِ مواج اور سیلابِ بلاخیز میں غرقاب ہونے کے قریب ہے۔

تاریخی طور پر پتہ چلتا ہے کہ عین اسی دور میں محمد بن عبدالوہاب نامی ایک مصلح نے حجاز (بالخصوص حرم مکہ و مدینہ) میں بہت سی غلط اور خلاف شریعت حرکات کے تدارک کے لیے ایک مہم شروع کی ہوئی تھی۔ چونکہ شریف مکہ، انگریزوں کا حمایتی تھا، اس لیے وہاں اس کی حمایت اور ہندوستان کے مسلمانوں کو محمد بن عبدالوہاب کے خلاف بھڑکانے کے لیے حکومت برطانیہ نے ''وہابی'' کی اصطلاح ایجاد کی۔ انگریزی حکومت کا پھیلایا ہوا یہ پروپیگنڈا اس قدر شدت اور تسلسل کے ساتھ استعمال کیا گیا کہ یہ ایک ''گالی'' بن گیا (جسے مسلمان تو کیا ہندو بھی اپنے لیے گالی سمجھتے تھے کہ اس طرح ان کے مسلمان گاہک ان سے سودا لینا بند کر دیتے تھے) اگرچہ صحیح العقیدہ مسلمانوں نے کوشش کی کہ اس پروپیگنڈے کا توڑ کیا جا سکے اور اس سے رونما ہونے والے نتائج و عواقب سے بچا جا سکے تاہم اس المیے کی انتہا یہ ہوئی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے (جو خود وہابی مکتب فکر کے ایک عالم تھے لیکن جنہوں نے انگریزی عتاب سے بچنے کے لیے جہاد کی منسوخی کا فتویٰ دیا تھا) حکومت برطانیہ سے درخواست کی کہ ان ''خدماتِ جلیلہ'' کے پیش نظر جو انہوں نے حکومت برطانیہ کے لیے سرانجام دی ہیں، ان لوگوں کو ''وہابی'' کہنے کی بجائے ''اہل حدیث'' کہا جائے۔ حکومت برطانیہ نے ''ازرہ عنایتِ خسروانہ'' اپنی رعایا کے ساتھ رحم کا رویہ اختیار کرتے ہوئے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا اور 1887 میں ایک سرکلر کے ذریعے یہ ہدایت کی کہ اس لفظ ''وہابی'' کو ترک کر کے اس مکتب فکر کو اہل حدیث کہا جائے!

اس جگہ اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ اہل حدیث مکتب فکر کے لوگ احادیث کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں اور دیگر فقہی مذاہب کے پیروکاروں (بالخصوص حنفی مکتب فکر) پر سخت اور غالیانہ تنقید کرتے ہیں۔ اہلِ قرآن کے درج بالا اصحاب کا تعلق بھی اسی اہل حدیث مکتب فکر سے تھا۔

Marfat.com

عبداللہ چکڑالوی نے علم حدیث، ہندوستان کے ایک بہت مشہور محدث (میاں نذیر حسین دہلوی) سے حاصل کیا جو اس فرقے (اہل حدیث) کے ایک بہت مشہور عالم بن گئے۔ تاہم بعد میں قلابازی کھاتے ہوئے، احادیث کے مستند ہونے اور ان کی دینی ضرورت کے بھی منکر ہو گئے۔ اس طرح اسلم جیراج پوری بھی اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔

اہل قرآن کے گروہ میں حافظ سید محبّ الحق عظیم آبادی کا تعلق حنفی مکتب فکر سے تھا اور ان کا تعلق ایک مشہور سلسلۂ طریقت نقشبندیہ کے ساتھ تھا۔ اس طرح غلام احمد پرویز کا تعلق بھی ایک ایسے دینی گھرانے سے تھا جن کا دادا ایک صوفی سلسلے "چشتیہ نظامیہ" سے تعلق رکھتا تھا...... اسی طرح قاضی محمد کفایت اللہ کے اجداد بھی دیو بند مکتب فکر سے شدید پختگی کے ساتھ وابستہ تھے۔ حالات کی ستم ظریفی یا بعض داعیات ومحرکات نے انھیں بھی اس مکتب فکر کا خوشہ چین اور داعی بنا دیا۔ درج بالا معلومات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات کو صحیح اسلامی تعلیم (مبنی بر قرآن وحدیث) اوائل عمر سے نہ ملی تھی۔ ایسے عالم میں یہ عین ممکن ہے کہ ایسا شخص اپنی عمر کے کسی حصے میں تعصب یا بے جا سختی کی بناء پر ردعمل کے طور پر اپنے آپ کو امتِ مسلمہ کی عظیم الشان برادری سے علیحدہ کر لے۔ تاہم اسلام، امتِ مسلمہ کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ دینی اور دنیوی امور میں تحمل، وقار، بردباری اور صبر سے کام لیں۔ اسلام، کسی قسم کی بے جا سختی اور شدت کا قائل نہیں!

Marfat.com

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

باب ہفتم:

علم حدیث کا ارتقاء

علم حدیث کا مختصر تعارف:

حدیث دراصل علوم تفسیر کی بنیاد (PRECURSOR) ہے جو قرآنی تعلیمات کی تفصیل کو بیان کرتی ہے۔ اس مقصد کے پیش نظر کہ حدیث کا ارتقاء کس طریق پر ہوا تا کہ ان بہت سے مغالطوں اور الزامات کی تردید کی جا سکے جو مستشرقین اور مسلم دنیا میں پائے جانے والے ان کے متبعین نے پیدا کیے ہیں، اس امر کی ضرورت ہے کہ اس موضوع کا کسی قدر تفصیل سے جائزہ لیا جائے۔

محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال جو آپ نے اپنی زبان سے ادا فرمائے، وہ افعال اور اعمال جو آپ ﷺ نے سرانجام دیئے یا پھر ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی بات کہی گئی یا کوئی فعل کیا گیا اور آپ نے اس کی نفی یا تردید نہیں کی، انہیں احادیث کہا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال کو سنت بھی کہتے ہیں۔ حدیث کا مقام، قرآن کریم کے بعد، ایک دوسرے مستند ترین ماخذ شریعت کا ہے۔ (ضمیمہ ب)

یہ اہم ترین کام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سرانجام دیا کہ انہوں نے ان اقوال اور افعال کو اگلی نسلوں تک روایت کے ذریعے اس طریق پر پہنچایا کہ درمیان میں کسی قسم کا کوئی انقطاع یا انفصال نہیں ہوا۔ یہ کام محمد رسول اللہ ﷺ کی اس زبانی ہدایت کا نتیجہ تھا کہ ''مجھ سے جو سنو اس کو آگے پہنچا دو اگرچہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ''! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کے ایک ایک قول اور فعل کو جو انہوں نے سنا یا دیکھا، اگلے لوگوں تک پہنچا دیا...... یہ علم ہم تک درج ذیل تین ذرائع سے پہنچا:

☆ امت مسلمہ کے تعامل کے ذریعے جس پر دنیا کے کونے کونے میں لوگ آج بھی

Marfat.com

عمل پیرا ہیں۔

☆ تحریر کردہ نوٹس یا کتابچوں (صحائف) کے ذریعے

☆ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو زبانی یاد کرنے اور انہیں لوگوں تک پہنچانے سے۔

اس طریق پر احادیث کے تمام ذخیرے، ان کی درجہ بندی، ضبط تحریر میں لانا اور تصنیف و تالیف کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے (عبدالغفار حسن 1956)۔ ان ادوار کا مختصر حال ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

ا۔ دور اول:

پہلا دور محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے لے کر پہلی صدی ہجری کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں سرانجام پائے گئے کام اور مختلف ادوار کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے۔ اس میں وہ افراد بھی شامل ہیں جنہوں نے حدیث کی بہت بڑی تعداد روایت کی اور ان کا بھی ذکر ہے جنہوں نے احادیث کے مجموعے تحریری صورت میں مرتب کیے۔

حدیث کا یاد کرنا:

(الف) وہ مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے احادیث حفظ کیں (حفاظِ حدیث) ان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (روایات کی تعداد 5374)، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (1630 احادیث)، اور دیگر متعدد اصحاب شامل ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ بہت سے تابعین میں اہم ترین سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر اور نافع (مولیٰ) شامل ہیں۔

(ب) تحریری مجموعے: اس دور میں درج ذیل تحریری مجموعے مرتب ہوئے۔ ان تحریری مجموعوں کی موجودگی یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ مستشرقین اور ان کے حواری حضرات کا یہ اعتراض کہ "احادیث محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے 200 سال بعد لکھی گئیں" غلط ثابت ہوتا ہے۔

☆ ...... صحیفۂ صادقہ: یہ صحیفہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص (م 5ھ) نے مرتب کیا تھا جنہیں تعلیم حاصل کرنے اور لکھنے کا بہت زیادہ شوق تھا۔ وہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

سے سنتے تھے اسے لکھ لیا کرتے تھے کیونکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس بات کی اجازت عطا فرما رکھی تھی۔ اس صحیفے میں قریباً 1000 احادیث ہیں جو تمام مسند احمد میں شامل ہیں۔

☆ ......صحیفہ صحیحہ: یہ صحیفہ ہمام بن منبہ (م 101ھ) نے مرتب کیا تھا۔ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور انہوں نے اپنے استاد کی روایت کردہ؛ احادیث مرتب کی تھیں۔ اس صحیفہ کے کئی مسودات دمشق اور برلن (جرمنی) کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔ یہ صحیفہ حیدر آباد سے چھپ کر منظر عام پر آ چکا ہے۔ امام احمد بن حنبل نے ان احادیث کو اپنی مسند میں شامل کیا ہے۔ مزید برآں، اس میں وہ بارہ تحریری مجموعے بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر تحریر کرنے کی اجازت دی۔ علاوہ ازیں اس میں خطبۂ حجۃ الوداع کے علاوہ فتح مکہ کے موقع پر دی گئی تحریر بھی شامل ہے جو آپ ﷺ کی ہدایت کے مطابق ابو شاہ یمنی کو تحریری شکل میں دیا گیا تھا کہ انہوں نے آپ ﷺ سے اس کی درخواست کی تھی۔ (بخاری)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ایک دوسرے شاگرد (بشر بن نہیک) نے بھی ایک مجموعہ احادیث مرتب کیا تھا۔ اپنے استاد سے جدا ہوتے وقت انہوں نے اس مجموعہ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دکھایا بھی تھا۔

☆ ......مسند ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: اس مجموعہ کی نقول صحابہ کرام کے دور میں تیار ہو گئی تھیں۔ امام ابن تیمیہ کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی اس کی ایک نقل جرمنی کی لائبریری میں موجود ہے۔

☆ ......صحیفۂ حضرت علی رضی اللہ عنہ: امام بخاری کے بقول اس ضخیم مجموعہ میں زکوٰۃ، خطبۂ حجۃ الوداع اور دیگر موضوعات جن کا تعلق اسلام کے دستور حیات سے ہے، کے بارے میں احادیث درج ہیں۔

☆ ......صحیفۂ حضرت جابر رضی اللہ عنہ: اس مجموعہ کو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد وہب بن منبہ (م 110ھ) نے مرتب کیا تھا...... اس مجموعہ کے تیار کرنے میں سلیمان بن قیس نے بھی حصہ لیا تھا۔ اس میں حج کی ادائیگی کے بارے میں احکامات (مناسکِ

Marfat.com

حج) درج ہیں، نیز اس میں خطبۂ حجۃ الوداع کا متن بھی شامل ہے۔

☆...... روایات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: یہ مجموعہ سیدہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور شاگرد عروہ بن زبیر نے مرتب کیا تھا۔

☆...... احادیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مجموعہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث کے بہت سے مجموعے نامور تابعی حضرت جبیر نے مرتب کیے تھے۔

☆...... صحیفہ انس بن مالک: سعید بن ہلال کی روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک اپنی جمع کردہ احادیث کے مجموعے ہمیں دکھایا کرتے تھے۔ یہ مجموعے انہوں نے نہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سن کر لکھے تھے بلکہ انہیں دکھا کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق بھی کرالی تھی۔

☆...... عمرو بن حزم کا صحیفہ: عمرو بن حزم کو جب یمن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تھا اس وقت انھیں تحریری ہدایات دی گئی تھیں۔ انہوں نے نہ صرف اس مجموعہ کو محفوظ رکھا بلکہ اس میں مزید 32 ہدایات کا اضافہ بھی کرلیا تھا جس کی وجہ سے یہ ایک متوسط ضخامت کے کتابچہ کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

☆...... صحیفہ سعد بن عبادہ: حضرت سعد بن عبادہ بہت پڑھے لکھے انسان تھے۔ آپ اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔

☆...... مکتوب حضرت نافع: سلیمان بن موسیٰ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے آزاد کردہ غلام حضرت نافع کو احادیث املا کراتے تھے۔

☆...... یہ بھی روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مجموعہ دکھایا اور حلفاً کہا کہ یہ میرے والد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے تحریر کیا تھا۔

☆...... اس دور میں صحابہ کرام اور تابعین کی یہ شعوری کوشش ہوتی تھی کہ وہ ایسے مجموعے مرتب کریں جو ان کی ذاتی یادداشتوں پر مبنی ہوتے تھے، تاہم دوسرے دور میں لوگوں کا تمام تر زور اس امر پر بھی ہوتا تھا کہ دوسرے لوگوں کی روایت کردہ

Marfat.com

احادیث بھی نقل کریں جو انہیں اپنے شہر یا دوسری جگہوں سے ملیں۔

☆......**ایک غلط فہمی کا ازالہ:** [1] یہ کہنا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام احادیث کے لکھنے کی ممانعت کر دی تھی ایک بالکل بے بنیاد اور غلط بات ہے۔ جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما جو ایک بڑے صحابی ہیں، ان کے پاس ایک تحریری ذخیرۂ احادیث موجود تھا جس میں انہوں نے احادیث رسول ﷺ اور سنتوں کی ایک بڑی تعداد محفوظ کر رکھی تھی، ان کی وفات کے بعد یہ مجموعہ ان کے صاحبزادے کے پاس تھا جو لوگوں کو اس کی روایات پڑھ کر سنایا کرتے تھے۔ اور لوگ اس کی تفصیل ان سے حاصل کیا کرتے تھے۔

☆......اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کم و بیش، بعض روایات کے مطابق 104 اور بعض کے مطابق 105 تبلیغی خطوط مختلف حکمرانوں کے نام لکھے۔ ان میں سے چھ مکاتیب آج بھی اصل صورت میں موجود ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانسیسی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جو انھی اصل مکاتیب نبوی ﷺ کے بارے میں ہے۔ یہ مکاتیب مختلف مقامات پر موجود ہیں، انہوں نے ان کی پوری تفصیل اور تاریخ اس کتاب میں بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کے ایک مکتوب گرامی کا متن 1864ء میں ایک عیسائی کے پاس دریافت ہوا تھا۔ حیران کن امر یہ ہے کہ جب یہ دریافت ہوا اور اس کی عبارت پڑھی گئی تو پتہ چلا کہ اس کا متن بعینہ وہی ہے جو صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے۔ گویا صحیح بخاری کے ایک ماخذ کے استناد اور وثاقت کی تصدیق ہوگئی۔ کہ آج جس چیز کا اصل نسخہ دریافت ہوا ہے وہ صحیح بخاری میں تیسری صدی ہجری میں اسی طرح لکھی گئی تھی۔

☆......اس کے علاوہ، مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ کے قبائل اور یہودیوں سے ایک معاہدہ فرمایا: جو میثاق مدینہ کہلاتا ہے۔ یہ ۵۲ دفعات پر مشتمل دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ نے لکھوایا،

[1] ڈاکٹر محمود احمد غازی (مرحوم) کی کتاب (2010)

Marfat.com

لوگوں نے اسے اپنے پاس محفوظ رکھا۔ صحیح بخاری میں اس کا بالواسطہ حوالہ ہے۔ سنن ابوداؤد میں اس کے بعض حوالے اور سیرت ابن ہشام میں اس کا پورا متن نقل ہوا ہے۔ یہ اس بات کی ایک اور مثال ہے کہ عہد نبوی میں حدیثیں لکھی گئیں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے لکھی گئیں۔

☆...... اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ نے مختلف قبائل سے معاہدے فرمائے۔ ہر معاہدہ ایک حدیث ہے۔ اسی طرح کے جو معاہدے آپ ﷺ نے فرمائے ان کی تعداد کم وبیش ۴۵۰ کے قریب ہے۔ ان میں سے بیشتر معاہدے آج بھی موجود ہیں۔

☆...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا مرتب کیا ہوا مجموعہ آج بھی دستیاب ہے۔ استنبول (ترکی) کے کتب خانہ سعید علی پاشا میں اس کا مخطوطہ موجود ہے۔ اس کے علاوہ مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما کے دست مبارک کا لکھا ہوا ایک اور مجموعہ اسی کتب خانہ سعید علی پاشا میں موجود ہے۔ مزید برآں حضرت ابوسلمہ اشجعی رضی اللہ عنہ کا مرتب کیا ہوا مجموعہ بھی استنبول کے ایک کتب خانہ ''فیض اللہ'' میں موجود ہے۔

☆...... ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی نے انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: Satudies in the early Hadith literature اس کتاب میں انہوں نے صحابہ کرام کے مرتب کردہ ۴۸ مجموعوں کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ تابعین کے زمانہ کے کم وبیش ۲۵۰ مجموعوں کا ذکر بھی اس کتاب میں موجود ہے۔

☆...... تابعین کے دور میں ایک مجموعہ ایک خاتون محدثہ اور مدینہ منورہ کی ایک عالمہ خاتون حضرت عمرۃ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ کا ہے۔ جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی۔ بڑے بڑے محدثین ان کی خدمت میں جا کر حدیث پڑھا کرتے تھے۔ ان ہی عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کی روایات کو ان کے بھانجے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کہنے پر

Marfat.com

مجموعہ احادیث ان کو بھیجا تھا۔

☆......ڈاکٹر محمود احمد غازی (2010) نے ڈاکٹر فواد سیزگن کا ذکر کیا ہے جنہوں نے ۱۵/۲۰ جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے۔ ہر جلد ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب جرمن زبان میں لکھی گئی ہے۔ جس میں صدر اسلام یعنی پہلی چار صدیوں کے تمام اسلامی علوم وفنون کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس کتاب کی چوتھی جلد پوری کی پوری حدیث پر ہے۔ حدیث کی تاریخ پر جتنا مواد اس کتاب میں ہے کسی اور کتاب میں نہیں یا بہت کم کتابوں میں ہے۔

☆......تبع تابعین کے اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مبارک کے دست مبارک سے مرتب کردہ دو مطبوعہ کتب آج بھی موجود ہیں۔ اس طرح حضرت ہشام بن عروہ بن زبیر (جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے کے بیٹے تھے) کا مرتب کردہ مجموعہ ترکی کے سعید علی پاشا کتب خانہ میں موجود ہے۔

☆......حضرت عمرہ انصاریہ کا ذکر درج بالا سطور میں کیا جا چکا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ''مسند عائشہ رضی اللہ عنہا'' روایات پر مشتمل علیحدہ سے چھپی ہے۔ اس مجموعہ کو پاکستان کی ایک مایہ ناز خاتون محدثہ ڈاکٹر جمیلہ شوکت نے ایڈٹ کیا ہے۔ جو پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایک عرصہ تک شعبہ اسلامیات کی چیئرپرسن رہی ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کی رکن بھی رہی ہیں۔

☆......ایک سوال پھر بھی پیدا ہوتا ہے کہ احادیث کو تحریر کرنے سے متعلق جو ممانعت والی احادیث آتی ہیں ان کا کیا مفہوم ہے؟ ان کے تین مختلف مفاہیم ہیں:

☆......سب سے پہلے تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بالکل آغاز میں ممانعت فرمائی جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ماحول میں تھے جہاں لکھنے والے بہت تھوڑے تھے۔ آغاز اسلام میں مکہ مکرمہ میں تمام لکھنے والوں کی تعداد سترہ تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں صرف بارہ تیرہ آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان لکھنے پڑھنے والے مسلمانوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک تحریر کرنے کا کام لیتے

Marfat.com

تھے۔ اس لیے اگر شروع میں قرآن پاک اور احادیث دونوں چیزیں یہی حضرات لکھا کرتے تو اس بات کا بڑا امکان تھا کہ قرآن اور حدیث کے مضامین آپس میں مل جائیں۔ اور کسی کو آگے چل کر اس امر میں شبہ ہو جائے کہ یہ قرآن پاک کی آیت ہے یا حدیث رسول ﷺ؟

☆...... دوسری وجہ یہ تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ صحابہ کی یہ تربیت فرما رہے تھے، اس کے لیے ضروری تھا کہ آپ ﷺ کے مخاطبین صحابہ جو کچھ محمد رسول اللہ ﷺ کو کرتا ہوا دیکھیں اس پر عمل درآمد شروع کر دیں اور بجائے لکھنے کے اسے سینوں میں اتار لیں اور عمل کے ذریعے اپنا معمول بنا لیں۔ قرآن الفاظ کے ذریعے (تحریری شکل میں) محفوظ ہو جائے اور حدیث عمل کے ذریعے سے محفوظ ہو جائے۔

☆...... اس کے علاوہ آپ ﷺ نے کاتبانِ وحی کو بھی ممانعت فرمائی تھی کہ وہ قرآن پاک کے علاوہ کوئی اور چیز نہ لکھیں۔ تاہم اگر دوسرے حضرات لکھیں تو کوئی مضائقہ نہیں مثلاً ابوشاہ یمنی کے پاس لکھی ہوئی چیز تھی اور چونکہ وہ کاتب وحی نہیں تھے اس لیے ایسے صحابی کے پاس سے جو چیز ملے، اس میں ایسے مغالطے نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن حضرت زید بن ثابت کے پاس اگر کوئی ایسی چیز ہوتی تو مغالطے کا امکان تھا اس لیے کہ وہ کاتب وحی تھے۔

☆...... تیسری چیز جو بڑی اہم ہے وہ یہ کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہے وہ اس کو مٹا دے۔ بعض صحابہ سے اس طرح کا مٹانا ثابت ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ دیکھا کہ بعض صحابہ قرآن پاک کے اپنے نسخے میں تفسیری حواشی لکھ لیتے تھے یا اس کاغذ پر جو جگہ بچتی تھی اس پر محمد رسول اللہ ﷺ کے ارشادات گرامی لکھ لیا کرتے تھے۔ (ظاہر ہے کہ اس وقت کاغذ اس قدر عام نہیں ہوا تھا جس قدر آج ہے)۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن کے علاوہ کوئی چیز لکھی ہے تو اسے مٹا دے۔ اس لیے کہ اگر ایک ہی کاغذ پر قرآن کی آیات اور احادیث مبارکہ لکھی جائیں تو اس

Marfat.com

سے آگے چل کر بڑی الجھن پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے قرآنی آیات والے کاغذوں یا صحیفوں پر لکھی گئی احادیث کو مٹانے کا حکم دیا تھا، تاہم انھیں ضائع کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں لوگ جان بوجھ کر یا غلط فہمی کی بنیاد پر شبہ پیدا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے لکھنے کی مخالفت فرمائی تھی۔ جیسا کہ درج بالا تفصیل سے واضح ہوا کہ لکھنے کی ممانعت بہت آغاز کے سالوں میں تھی۔ کاتبانِ قرآن وحی لکھتے تھے اور...... قرآن پاک جن چیزوں پر لکھا ہوتا تھا، ان پر حدیث لکھنے سے منع کرنے کی ہدایت تھی۔

دوسرا دور

(الف) مؤلفین کتب حدیث:

تدوین حدیث کا دوسرا دور، پہلے دور کے اختتام یعنی پہلی صدی ہجری سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں بہت سے تابعین نے پہلے کیے گئے کام کو بہت وسعت دی۔ ذیل میں ایسے تابعین کی فہرست دی جا رہی ہے جنھوں نے ضخیم مجموعہ ہائے احادیث کی تالیف کی جو پہلے دور میں لکھے گئے تھے۔

☆...... محمد بن شہاب زہری (م ۱۲۴ھ)

امام زہری کا شمار اپنے وقت کے چند مشہور ترین محدثین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کبار صحابہ کرام مثلاً عبداللہ بن عمر، انس بن مالک، سہل بن سعد رضی اللہ عنہم اور تابعین مثلاً سعید بن مسیب اور محمد بن ربیع سے حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں نابغۂ روزگار ائمہ کرام جیسے امام اوزاعی، امام مالک، اور سفیان بن عیینہ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔
حضرت عمر بن عبدالعزیز (م ۱۱۰ھ) نے انہیں کہا تھا کہ وہ حدیث کے مختلف مجموعوں کو جمع کریں۔ نیز انہوں نے گورنر مدینہ (ابو بکر بن عمرو بن حزم) کو بھی حکم دیا کہ وہ ان مجموعوں

Marfat.com

کی احادیث کو بھی ضبط تحریر میں لائیں جو عمرہ بنت عبدالرحمٰن اور قاسم بن محمد کے پاس تھے۔ اس جگہ اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہونہار شاگرد تھیں اور قاسم بن محمد ان کے بھتیجے تھے۔ ام المؤمنین نے ان دونوں کی تعلیم وتربیت کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا تھا...... مزید برآں، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بلاد اسلامیہ کے گورنروں کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ اپنے علاقوں سے احادیث جمع کریں جس کے نتیجے میں بہت سے مجموعہ ہائے احادیث دار الخلافے (دمشق) میں ارسال کیے گئے اور جن کی نقول بھی اسلامی ریاست کے ہر گوشے میں ارسال کردی گئیں۔

امام شہاب زہری کے مجموعۂ حدیث کے بعد، درج ذیل نابغۂ روزگار شخصیات نے احادیث کے متعدد مجموعے مرتب فرمائے۔

☆......امام مالک (۹۳ تا ۱۷۹ھ):

امام زہری کے بعد دوسرا اعزاز مالک بن انس کو جاتا ہے جنھوں نے حدیث کے مشہورِ زمانہ مجموعے ''موطا'' کی تدوین کی۔ امام مالک کی تعلیم وتربیت امام ابنِ شہاب زہری، نافع اور دیگر بہت سے (900 اہل علم وفضل) نے کی۔ ان کے تلامذہ میں لیث بن سعد (م ۱۷۵ھ)، ابن مبارک (م ۱۸۱ھ)، امام شافعی (م ۲۰۴ھ) اور امام محمد بن حسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ) جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ دنیا کے مختلف خطوں/ ملکوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں شاگردوں نے بھی آپ سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا۔

درج ذیل محدثین نے بھی احادیث کے مجموعے مرتب کیے:

i) عبدالملک بن جریج (م ۱۵۰ھ) نے مکہ میں

ii) امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ) نے شام میں

iii) معمر بن راشد نے (م ۱۵۳ھ) نے کوفہ میں

Marfat.com

iv) امام سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ) نے کوفہ میں

v) امام حماد بن سلمہ (م ۱۵۷ھ) نے بصرہ میں اور

vi) امام عبداللہ بن مصعب (م ۱۸۱ھ) نے خراسان میں

(ب) دوسرے دور کا تحریری کام:

دوسرے دور میں درج ذیل مجموعہ ہائے احادیث مرتب ہوئے:

i) مؤطا امام مالک (۱۳۰-۱۴۱ھ) میں

ii) جامع ابن جریر (م ۱۵۰ھ)

iii) جامع امام اوزاعی (م ۱۵۷ھ)

iv) جامع سفیان ثوری (م ۱۶۱ھ)

v) جامع ابن مبارک (م ۱۸۱ھ)

vi) کتاب الخراج از قاضی محمد یوسف

vii) کتاب الآثار از امام محمد (م ۱۸۹ھ)

اس دور میں احادیث رسول ﷺ، اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین تمام ایک جگہ ہی جمع ہوتے تھے۔ تاہم اس امر کی صراحت کی جاتی تھی کہ یہ حدیث رسول ﷺ ہے، یا قول صحابہ ہے یا قول تابعین ہے!

(ج) تیسرا دور:

یہ دور دوسری صدی ہجری کے نصف سے شروع ہو کر چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک پھیلا ہوا ہے۔ اس دور میں درج ذیل امور سرانجام پائے۔

☆...... اس دور کا نمایاں ترین کام احادیث رسول ﷺ کو اقوال صحابہ اور تابعین سے علیحدہ کر کے مرتب کرنا ہے۔ مزید برآں، حدیث کی مستند کتب تالیف کی گئیں ان کتب کی تیاری میں بہت چھان پھٹک کی گئی جس کی وجہ سے تیسرے دور کی مستند اور جامع کتب تیار ہو گئیں۔

Marfat.com

حدیث کے چند نئے علوم:

اس دور کا نمایاں ترین پہلو یہ تھا کہ اس میں قریباً سو سے زائد نئے علوم کی ترویج و اشاعت ہوئی جن کے ذریعے احادیث کی تدوین اور حفاظت کے لیے ایسی ایسی کتب معرض وجود میں آئیں جو ہزارہا جلدوں پر مشتمل ہیں۔ اگرچہ ہمارے لیے یہ ممکن نہیں کہ اس جگہ ان تمام علوم کے نام اور دیگر تفصیلات درج کریں تاہم ان علوم میں سے ایک علم ''اسماء الرجال'' ہے جو راویانِ حدیث کے بارے میں جزویات کی حد تک تفصیلات فراہم کرتا ہے، جس میں راویان حدیث کے نام، سلسلۂ نسب، تعلیم و تربیت، حالات زندگی، فہم دین، دیانت و امانت اور اس جیسی بے شمار اوصاف و عادات اور احادیث کے حصول میں اختیار کردہ سفروں کی تفصیل وغیرہ درج ہے۔ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں قریباً 5 لاکھ سے زائد راویان حدیث کے حالاتِ زندگی درج ہیں۔ علم حدیث کی اس شاخ کی تفصیلات کو دیکھتے ہوئے اسپرنگر (۱۸۶۴ء) بے اختیار پکار اٹھا تھا کہ ''یہ علم حدیث کا ایک ایسا انوکھا پہلو ہے جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی''......ان سینکڑوں علوم کی کتب میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(الف) الکمال از امام یوسف منوئی (م 742ھ)

(ب) تہذیب التہذیب از حافظ ابن حجر جنہوں نے صحیح بخاری کی تشریح و توضیح 12 جلدوں میں کی۔

علوم حدیث کی مختلف شاخوں میں سے چند ایک یہ ہیں:

ا۔ علم مصطلح الحدیث:(PRINCIPLES OF HADITH)

اس علم کی مشہور ترین کتاب ''علوم الحدیث'' از ابو عمر و عثمان ابن الصلاح (م 577ھ) ہے۔

Marfat.com

۲۔ غرائب الحدیث:

علامہ زمخشری (م538ھ) نے ایک کتاب ''الفائق'' کے نام سے اور ابن اثیر (م606ھ) نے ایک کتاب ''نہایہ'' کے نام سے لکھی۔

۳۔ علم تخریج الحدیث:

۴۔ علم الاحادیث الموضوعہ:

قاضی شوکانی (1255ھ) اور حافظ جلال الدین سیوطی (م911ھ) نے اس علم پر کتابیں لکھیں۔

۵۔ علم ناسخ ومنسوخ

۶۔ علم توفیق البیان الحدیث

۷۔ علم المتکلف المکلف

۸۔ علم اطراف الحدیث:

حافظ مزی (م742ھ) نے ایک کتاب ''تحفۃ الاشراف'' نامی 26 سال میں لکھی۔

۹۔ فقہ الحدیث:

حافظ ابن قیم (م751ھ) نے ایک کتاب ''اعلام الموقعین'' اور شاہ ولی اللہ دہلوی نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے نام سے کتب لکھیں۔

درج بالا علوم اور ان پر لکھی گئی سینکڑوں کتب میں سے چند ایک کے نام بطور مثال پیش کیے گئے ہیں جو احادیث کی حفاظت وتدوین کے لیے منصہ شہود پر آئیں تاہم ان علوم پر لکھی گئی کتب کی تعداد ان گنت ہے۔ یہ موضوع ان طلبہ کے لیے نہایت نافع اور

Marfat.com

دلچسپ ہے جو حدیث کے موضوع پر تحقیق کرنا چاہتے ہوں۔

تدوین حدیث کا تیسرا دور اس لحاظ سے بھی منفرد ہے کہ اس میں درج ذیل مستند ترین کتب حدیث مرتب ہوئیں:

☆......امام احمد بن حنبل (164-241ھ) نے ''مسند احمد'' مرتب کی جو تیس ہزار احادیث پر مشتمل ہے اور 24 جلدوں میں ہے۔

☆......امام محمد بن اسمٰعیل البخاری (194-256ھ) نے سولہ سال کی محنت شاقہ سے صحیح بخاری کی تصنیف کی۔ ان طلبہ کی تعداد جنہوں نے ان سے اکتساب علم کیا نوے ہزار سے متجاوز ہے۔ انتخاب حدیث میں ان کی جانچ پڑتال کا طریقہ کار بہت حد تک سخت اور تنقیدی (critical) ہے۔ صحیح بخاری میں احادیث کی کل تعداد 7275 ہے۔

☆......امام مسلم بن حجاج قشیری (202-261ھ) نے ''صحیح مسلم'' ترتیب دی۔ وہ امام بخاری اور امام احمد بن حنبل کے شاگرد رشید ہیں۔ تاہم چند نابغۂ روزگار محدثین مثلاً امام ترمذی، ابن ابی حبان، ابوبکر بن خزیمہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں۔

☆......امام ابوداؤد (202-275ھ) نے ''سنن ابی داؤد'' مرتب کی جس میں چار ہزار آٹھ سو (۴۸۰۰) احادیث ہیں۔

☆......امام ابوعیسیٰ ترمذی (209-279) نے ''جامع ترمذی'' مرتب کی۔

☆......امام احمد بن شعیب نسائی (م303ھ) نے ''السنن المجتبیٰ'' کی تدوین کی۔

☆......امام محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی (م273ھ) نے اپنی مشہور زمانہ ''سنن ابن ماجہ'' کی تصنیف کی۔

امام احمد کی مسند کے علاوہ چھ کتب احادیث کو صحاح ستہ کہتے ہیں جبکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو جامع کہتے ہیں کہ ہر دو کتب میں زندگی کے تمام پہلوؤں، عقائد، عبادات، اخلاق اور اجتماعی زندگی کے بارے میں احادیث شامل ہیں۔ تاہم کتب ابوداؤد، نسائی

Marfat.com

اور ابن ماجہ کو سنن کہتے ہیں۔ یہ عملی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں احادیث کے مجموعے ہیں۔ ان کتب احادیث کے علاوہ متعدد دیگر کتب احادیث بھی مرتب ہوئیں۔ کتب حدیث میں درج شدہ احادیث کے معیار، اسناد، احادیث کی صحت کے نقطۂ نظر سے محدثین نے مختلف کتب کی درج ذیل درجہ بندی کی ہے۔

درجۂ اول: درج ذیل تین مجموعہ ہائے کتب احادیث پہلی درجہ بندی میں شمار ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کتب میں درج شدہ احادیث قابل اعتماد راویان کی وجہ سے استناد، صحت اور وثاقت کے بلند مرتبے پر فائز ہے۔

- ☆ مؤطا امام مالک
- ☆ صحیح بخاری
- ☆ صحیح مسلم

درجہ دوم: اس میں درج ذیل کتب شامل ہیں:

- ☆ سنن ابی داؤد
- ☆ جامع ترمذی
- ☆ السنن المجتبیٰ

درج بالا ہر سہ کتب میں تحریر کردہ احادیث کے راویان درجہ اول کی کتب حدیث کی نسبت کسی قدر کمتر ہیں۔ تاہم وہ تمام مستند کہلاتے ہیں۔ مسند احمد بن حنبل بھی اسی درجہ میں شمار ہوتی ہے۔

درجہ سوم: اس درجہ میں درج ذیل کتب احادیث شامل ہیں: ان میں ''صحیح اور ضعیف'' احادیث ملی جلی ہیں لیکن ان میں سے بیشتر بہت مستند ہیں جو سن وار درج ذیل ہیں:

- ☆ دارمی (م225ھ)
- ☆ ابن ماجہ (م273ھ)
- ☆ تصانیف طحاوی (م321ھ)

Marfat.com

- ✪ کتب طبرانی (م360ھ)
- ✪ دارقطنی (م385ھ)
- ✪ مستدرک حاکم (م405ھ)
- ✪ بیہقی (م458ھ)

درجہ چہارم: درج ذیل کتب اس درجہ میں شمار ہوتی ہیں۔

- ✪ ابن جریر طبری (م310ھ)
- ✪ خطیب بغدادی (م463ھ)
- ✪ ابونعیم (م430ھ)
- ✪ ابن عساکر (م571ھ)
- ✪ دیلمی (م558ھ)
- ✪ کامل ابن عدی (م365ھ)
- ✪ تالیفات ابن مردویہ (م410ھ)
- ✪ واقدی (م207ھ)

درج بالا اور اسی قسم کی دیگر کتب میں بہت سی وضعی احادیث بھی درج ہیں۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ نے پانچویں درجہ کی کتب حدیث کا ذکر بھی کیا ہے جو درج بالا چہار درجہ بندی کی کتب سے علمی طور پر کمتر درجہ کی ہیں۔ ان کتب میں بہت ہی غیر مستند اور نا قابلِ اعتماد روایات/کہانیاں بیان کی گئی ہیں جو عام واعظ اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں۔ تا کہ ان کے پردے میں اپنی غلط حرکات واعمال پر پردہ ڈال سکیں۔

iv) تدوین حدیث کا چوتھا مرحلہ:

تدوین حدیث کا چوتھا مرحلہ پانچویں صدی ہجری سے لے کر زمانۂ حال تک وسیع ہے۔ مولانا عبدالغفار حسن عمر پوری (۱۹۵۶) نے اپنی کتاب میں محمد رسول اللہ ﷺ سے لے کر آج تک کے محدثین کا شجرۂ علمی درج کیا ہے۔ اس شجرۂ علمی میں امام بخاری

Marfat.com

(مدوّن صحیح بخاری) کا سلسلۂ سند پیش کیا ہے۔ اس شجرۂ علمی سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے لے کر امام بخاری تک نیز زمانۂ حال کے محدثین تک، ایک متصل اور مسلسل سلسلۂ اسناد چلا آ رہا ہے۔ جس میں بلحاظ زمانہ کسی قسم کا کوئی انقطاع یا انفصال واقع نہیں ہوا۔ یاد رہے کہ امام بخاری سے لے کر محمدؐ رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی تک متعدد دیگر سلسلے ہو سکتے ہیں جو حدیث کی دیگر کتب کے مصنفین کے حوالے سے مرتب کئے جا سکتے ہیں نیز متعدد دیگر اہل علم (خلیل الرحمٰن چشتی ۲۰۱۲ نے بھی مختلف شجرہ ہائے انساب درج کیے ہیں۔

اس دوران مختلف مجموعۂ ہائے کتب احادیث پر تفصیلی شرحیں لکھی گئیں اور ان کے تراجم دنیا کی مختلف زبانوں میں ہوئے۔ مزید برآں، گزشتہ صفحات میں مندرج علوم احادیث کی مختلف شاخوں پر بھی بہت ہی عمدہ قسم کی متعدد کتب مرتب ہوئیں۔ مختلف اہل علم نے کتب احادیث سے انتخاب کر کے اپنے ذوق اور زندگی کی دیگر ضروریات کے پیش نظر مجموعہ ہائے احادیث مرتب کیے۔ اس میں اہم ترین مشکوٰۃ المصابیح از ولی الدین خطیب، ریاض الصالحین از امام ابوزکریا بن شرف نووی اور بلوغ المرام از حافظ ابن حجر (م 852ھ) ہیں۔

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ آغاز میں قرآن کریم ایک تدریج کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کر کے ضرورت کے مطابق نازل ہوتا رہا (باب دوم)۔ اس وقت محمد رسول اللہ ﷺ کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ احادیث کے لکھنے سے مبادا یہ قرآنی آیات کے ساتھ مل جائے۔ اس لیے آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو احادیث کے لکھنے سے منع فرمایا تھا۔ تاہم کچھ عرصے کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اجازت دے دی بلکہ حکماً احادیث کو قلم بند کرنے کی ہدایت فرما دی۔ شیخ الحدیث محمد یوسف بنوری (1397ھ/ 1977ء) رقمطراز ہیں کہ ''امام ابن شہاب زہری کو سب سے پہلے احادیث رقم کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ان کے بعد ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ نے احادیث لکھیں۔ درج ذیل نابغۂ روزگار لوگوں نے مختلف ممالک میں حدیث کو تحریری شکل میں لانے کا فریضہ سرانجام دیا:

Marfat.com

- ☆ مکہ مکرمہ میں ابن جریج
- ☆ شام میں امام اوزاعی
- ☆ کوفہ میں سفیان ثوری اور
- ☆ بصرہ میں حماد بن سلمہ
- ☆ واسط میں ہثیم بن بشیر
- ☆ یمن میں معمر بن راشد
- ☆ رے میں جریر بن عبداللہ

اس کے بعد دیگر بہت سے محدثین نے مختلف مسانید پر کام شروع کیا تا کہ ان کی اشاعت ہو سکے (گوشوارہ نمبر۳)۔ اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ اہل علم نے مختلف مجموعہ ہائے/کتب/تالیفات کو مختلف اقسام کی درجہ بندی کے لحاظ سے تقسیم کیا ہوا ہے اس مواد کی بنا پر جو ان میں بیان ہوا ہے۔ یہاں یہ امر واضح رہے کہ مختلف لوگوں کا ذاتی رجحان اور مذاق علوم حدیث اور دیگر علمی امور میں مختلف ہوتا ہے اور انہوں نے اپنی زندگیاں ان کے حصول میں کھپا دیں۔ اس طرح ذیل میں درج کتب معرض وجود میں آئیں۔ (مزید تفصیلات ضمیمہ ب میں ملاحظہ فرمائیں)

☆ جامع	☆ سنن
☆ معجم	☆ جز
☆ مفرد	☆ الغریب
☆ مستدرک	☆ صحیح
☆ مستخرج	☆ الرے ستہ
☆ اربعین	☆ مراسیل
☆ امالی	☆ اطراف

درج بالا علمی کتب کے بارے میں محدثین اور دیگر اہل علم کے درمیان، ان کی تعریف (DEFINITION) دائرہ کار (SCOPE) نیز تشریحات (EXPLANATIONS) کے

Marfat.com

بارے میں بہت عمدہ قسم کی علمی بحثیں پائی جاتی ہیں۔

اس امر کا امکان اگرچہ ناممکن نہیں تاہم بہت مشکل ضرور ہے کہ گزشتہ 1400 سالوں میں ان تمام محدثین کرام کے بارے میں تفصیلات دی جاسکیں، تاہم اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ ایسے اہل علم جنہوں نے اپنی زندگیاں اور اپنی جملہ صلاحیتیں علوم حدیث کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دیں، ان کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں سے تجاوز کرتی ہے۔اور یہ امر بھی باعث حیرت ہے کہ ان کا تعلق کسی ایک شہر/ ملک یا خطۂ زمین سے نہیں تھا بلکہ وہ تمام بین الاقوامی (GLOBAL LEVEL) حیثیت کے حامل لوگ تھے۔ گوشوارہ نمبر۳ میں ان تمام علوم کے محدثین کرام کے بارے میں بہت اختصار کے ساتھ معلومات درج کی گئی ہیں، تاہم اس سے قبل یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ چند نابغۂ روزگار ہستیوں کے بارے میں ضروری معلومات درج کی جائیں جنہوں نے نہ صرف حدیث کے اہم ترین مجموعے مرتب کیے بلکہ انہوں نے قرآن و حدیث کے احکامات کے بارے میں فقہی قوانین بھی اخذ کیے اور کتب لکھیں جن پر آج تک دنیا کے مختلف خطوں میں امت مسلمہ کے کروڑوں افراد اپنی عملی زندگی میں عمل پیرا ہیں۔

اس ضمن میں ہم ان چار مذاہب فقہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کا ذکر کریں گے۔مزید برآں، چونکہ لوگ صحاح ستہ کے چھ عظیم الشان مصنفین کے علمی کام سے بھی کافی حد تک آگاہ نہیں اس لیے ان کے بارے میں بھی چند ضروری معلومات درج کی جائیں گی۔

Marfat.com

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

باب ہشتم:

محدثین اور فقہاء کا اجمالی تعارف

ا۔امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ (م 150ھ):

ان کا اصل نام نعمان بن ثابت ہے لیکن بالعموم امام اعظم کے نام سے پکارے جاتے ہیں جبکہ ان کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ان کا تعلق فارس سے تھا۔ وہ کوفہ کے ایک بہت بڑے عالم اور مفتی تھے۔ مسلمان اہل علم جو ان کے زمانے میں تھے (معاصرین) بلکہ بعد میں آنے والے ادوار کے علماء (متاخرین) نے بھی ان کے علمی ذوق اور احادیث کی روایت میں ان کی احتیاط کو سراہا ہے۔ امام سفیان ثوری کا قول ہے کہ ''ابوحنیفہ کا طریق کار یہ تھا کہ کسی مسئلے کے حل کے لیے وہ سب سے پہلے قرآن کریم سے رجوع کرتے تھے۔ ایسی صورت میں کہ وہ اسے وہاں نہ پاتے تو پھر سنت رسول (حدیث) کا مطالعہ کرتے یا پھر ان اصحاب کے اقوال کو تلاش کرتے جو امت میں نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔ وہاں بھی کوئی راہنمائی نہ ملنے کی صورت میں اگر تابعین تک جانے کی نوبت آتی تو پھر وہ خود بھی اجتہاد کرتے تھے جس طرح تابعین کیا کرتے تھے۔''...... اس سے ان کا مبنی بر دلیل اور علمی طریق کار ہمارے سامنے آتا ہے، جس سے وہ انفرادی یا اجتماعی مسائل جو لوگوں کی روزمرہ زندگی میں پیش آتے ہیں، حل کیا کرتے تھے...... ان کے اس طریق کار نے بعد میں آنے والے اصحاب علم و تحقیق کے لیے راہ نمائی فراہم کر دی تھی۔

تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ملاقات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ اس طرح وہ خود بھی تابعین کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کی مشہور زمانہ علمی کاوش ''کتاب الآثار'' کو حدیث کی مشہور کتاب

Marfat.com

تسلیم کیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ نے فقہی مسائل کی بنیاد پر مختلف ابواب کو ترتیب دیا۔ اگر چہ ان سے پہلے کے چند صحائف کا ذکر گذشتہ اوراق میں کیا جا چکا ہے، جو اس طریق پر مرتب کیے گئے تھے تاہم امام ابو حنیفہ کا طریق کار ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ایک نابغۂ روزگار کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا طریق کار اس قدر اچھا تھا کہ امام مالک نے بھی اپنی حدیث کی کتاب ''موطا'' میں اس طریق کار کو اپنایا۔ ایک اور پہلو جو امام ابو حنیفہ کی کتاب کو مزید منفرد حیثیت کا حامل بناتا ہے، وہ انسانی جسم کی طہارت کا مسئلہ ہے جس سے طہارت کے اسلامی تصور پر روشنی پڑتی ہے (یاد رہے کہ لفظ طہارت کا کوئی متبادل لفظ جو اس میں مضمر روحانی اور نفسیاتی پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہو، دنیا کی کسی زبان میں بھی نہیں پایا جاتا)۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب کا آغاز ''کتاب الطہارت'' (CHAPTER ON TAHARAT) سے کیا ہے۔ اغلباً دیگر فقہا نے بھی اس کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی اپنی کتب احادیث/فقہ کا آغاز بھی کتاب الطہارت نامی باب سے ہی کیا ہے!

امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب الآثار کے لیے قریباً چالیس ہزار احادیث سے مواد منتخب کیا۔ چونکہ امام صاحب اپنے شاگردوں کو احادیث املا کرایا کرتے تھے، اس لیے بہت سے مجموعہ ہائے احادیث (مسانید) پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے چند مشہور ترین درج ذیل ہیں:

- کتاب الآثار از زفر بن ہذیلی
- کتاب الآثار از قاضی ابو یوسف
- کتاب الآثار از محمد بن حسن الشیبانی
- کتاب الآثار از حسین بن زیاد

درج بالا نہایت مستند مسانید کے علاوہ بھی دیگر بہت سی مسانید پائی جاتی ہیں جو مختلف تالیفات اور کتب کی شکل میں موجود ہیں۔

Marfat.com

۲۔امام مالک (93-179ھ):

آپ کا اصل نام مالک بن انس ہے لیکن عام طور پر ''امام دار الہجرۃ'' کہلاتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران، انہوں نے کبھی گھوڑے یا اونٹ پر سواری نہیں کی بلکہ ہر جگہ ننگے پیر ہی آتے جاتے تھے۔ درحقیقت ان کا یہ عمل محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غایت درجے کی عقیدت واحترام کا مظہر ہے کیونکہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں محمد رسول اللہ ﷺ بذات خود چلا پھرا کرتے تھے!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا!

امام مالک کو خداوند تعالیٰ کی جانب سے ایسی بیش بہا نعمت ''یادداشت'' کی شکل میں ملی تھی کہ احادیث کو ایک مرتبہ سننے کے بعد وہ ان کے حافظے میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جایا کرتی تھیں! امام مالک، کا طریق کار یہ تھا کہ وہ صرف ان احادیث کو ہی اپنی کتاب کے لیے منتخب فرماتے تھے جس کے راوی نہایت مستند، قوی اور متقی و پرہیزگار ہوتے تھے۔ امام مالک راویوں کے علمی مرتبہ اور وجاہت کا بھی خیال فرماتے تھے۔

ان کے شاگردوں کا تعلق دنیا کے بہت سے ممالک/خطوں سے ہوتا تھا۔

ہر کجا چشمۂ بود شیریں
مردم و مرغ و مور گرد آیند

امام مالک کی مؤطا کو حدیث کی کتابوں میں ایک بہت ہی اعلیٰ مقام حاصل ہے اور اسے قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ مستند کتاب سمجھا جاتا ہے تاہم یہ قول اس وقت تک صحیح تھا جب تک کہ ''صحیح بخاری'' اور ''صحیح مسلم'' کی تصنیف وتالیف نہیں ہوئی تھی۔ فی زمانہ یہ دونوں کتابیں، قرآن کریم کے بعد صحیح ترین سمجھی جاتی ہیں۔ تاہم اہل علم مؤطا امام مالک کو بھی بہت تحسین اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے مؤطا کی تصنیف میں ایک لاکھ احادیث میں سے صرف دس ہزار کو منتخب کیا، تاہم مزید

Marfat.com

چھان پھٹک اور قرآن وسنت کے تقابلی جائزے کے بعد صرف 500 احادیث باقی رہ گئیں۔ یہ امر بھی حیرت انگیز ہے کہ اس کام میں 40 سال کا طویل عرصہ صرف ہوا!

مؤطا امام مالک کے 16 مختلف نسخے (VERSIONS) ہیں جو ان کے شاگردوں نے مرتب کیے۔ اس طرح، مختلف علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان شرحوں کے علاوہ شاہ ولی اللہ دہلوی (م 1175ھ) نے بھی مؤطا کی دو مختلف شرحیں لکھی ہیں۔ ایک عربی میں اور دوسری فارسی میں۔ مؤطا امام مالک پر لکھی گئی شروحات، مجموعوں اور دیگر مختصر کتابچوں کی تعداد کا خیال کرتے ہوئے، یہ کہا جاتا ہے کہ اب تک حدیث کی کسی اور کتاب میں اہل علم نے اس قدر دلچسپی کا اظہار نہیں کیا جس قدر اس کے بارے میں کیا گیا ہے۔

۳۔ امام شافعی (۱۵۰-۲۰۴ھ):

امام شافعی نے ''مسند'' کی تصنیف کی۔ جو ''کتاب الامّ'' کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کرلیا اور 10 سال کی عمر تک انہوں نے ''مؤطا امام مالک'' کو بھی حفظ کرلیا تھا۔ 194 ہجری میں وہ بغداد گئے اور بعد میں مدینہ چلے گئے۔ امام شافعی کو ایک منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے اپنی کتب کو اصول فقہ کی طرز پر لکھا۔ جس میں ناسخ ومنسوخ اور دوسرے مختلف ابواب بنائے گئے ہیں۔ وہ ایک نابغۂ روزگار محدث تھے۔ ان کے بارے میں امام ابوداؤد نے فرمایا ''میں نے ایک حدیث بھی ایسی نہیں پائی جس میں کوئی غلطی ہو''...... دیگر محدثین کی طرح، ان کی کتاب کی بھی بہت سی شرحیں، مختصرات اور تفصیلی نوٹس ہیں۔

۴۔ امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ):

احمد بن حنبل نے ''مسند احمد'' مرتب کی۔ وہ علم حدیث کے ایک نابغۂ روزگار عالم تھے اور امام شافعی کے شاگرد رشید۔ امام شافعی آپ کے گھر اکثر تشریف لاتے تھے، اس محبت اور شفقت کی بنا پر جو ایک استاد کو اپنے شاگرد رشید کے ساتھ ہوتی ہے۔ انہوں نے اپنے زمانے کے مذاق اور طریق کار کے مطابق وہی طریق کار اور سٹائل اختیار کیا جو اس

Marfat.com

وقت رائج تھا، تاہم مسند احمد میں 300 ایسی حدیثیں پائی جاتی ہیں جن کے راویوں کی تعداد محمد رسول اللہ ﷺ تک صرف تین ہے...... اس خصوصیت کی حامل احادیث کو علم حدیث کی اصطلاح میں ''ثلاثیات'' کہتے ہیں جو مستند ترین احادیث کی ایک بہترین کوالٹی ہے!

دیگر محدثین کی کتب کی طرح، مسند احمد کو بھی اہل علم نے بہت پذیرائی دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ مسند احمد میں 18 مسندات شامل ہیں۔ ایک دوسرے عالم نے اس میں 172 حصوں کی نشان دہی کی ہے۔

۵۔امام بخاری (۱۹۴-۲۵۶ھ):

ان کا اصل نام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل ہے۔ اللہ کریم نے انہیں ایسی بہترین یادداشت سے بہرہ ور فرمایا تھا کہ 11 سال کی عمر میں جب وہ ایک بڑے محدث امام داخلی کا لیکچر سن رہے تھے، جہاں دیگر بہت سے اہل علم بھی موجود تھے، انہوں نے امام داخلی کے ایک تسامح کی نشان دہی کی جبکہ وہ ایک حدیث روایت کر رہے تھے۔ ان کا اعتراض سننے کے بعد وہ اپنے گھر کے اندر گئے اور اصل مسودے سے اس بات کو چیک کیا۔ واپس آنے پر انہوں نے اعلان کیا کہ اس چھوٹے بچے نے جس غلطی کی جانب اشارہ کیا تھا، وہ صحیح ہے۔ امام داخلی نے نہ صرف ان کی تعریف کی بلکہ اپنے مسودے میں بھی اس کی اصلاح کر دی!

ان کی اس خداداد یادداشت کی ایک دوسری مثال یہ ہے کہ جب وہ پہلی مرتبہ بغداد گئے تو وہاں کے اہل علم نے ان کے علم اور یادداشت کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے 10 علماء پر مشتمل 10 گروپ بنائے۔ ہر گروپ کے عالم نے 10 احادیث کے متون اور اسناد کو تبدیل کر کے امام بخاری کے سامنے پیش کیا۔ ہر حدیث کو سننے کے بعد امام بخاری نے صرف یہ کہا ''لا ادری'' (میں نہیں جانتا)...... وہ علماء جنہوں نے یہ آزمائش کی تھی سمجھ گئے کہ غلط روایت اور غلط راوی کی بنا پر امام بخاری اس حدیث کو نہ جاننے کا

Marfat.com

اظہار کر رہے ہیں لیکن عوام الناس (جنہیں اہل علم کی طرح اس آزمائش کا علم نہیں تھا) یہ سمجھے کہ امام بخاری کو ان احادیث کا علم نہیں جو ہمارے اہل علم پیش کر رہے ہیں اور یوں انہیں امام بخاری کی علمی حیثیت کے بارے میں مغالطہ ہو گیا...... تاہم جب تمام 10 علماء نے 100، احادیث کو امام بخاری کے سامنے پیش کر دیا تو پھر امام بخاری نے سب سے پہلے جس شخص نے حدیث بیان کی تھی، اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم نے جس طریق پر پہلی حدیث بیان کی تھی، وہ غلط تھی اور پھر صحیح حدیث کا متن بیان کیا...... اس کے بعد دوسرے کی غلط حدیث کے مقابلے میں صحیح حدیث بیان کی اور یوں 10 علماء کی بیان کردہ 100، غلط احادیث کی جگہ صحیح احادیث کا متن بیان کیا...... اس پر تمام علماء اور عوام الناس آپ کی خداداد یادداشت کے قائل ہو گئے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ سمرقند میں بھی پیش آیا جہاں 400 احادیث کے متن اور راویان کو تبدیل کر کے آپ کے سامنے پیش کیا گیا جنہیں سننے کے بعد ان تمام 400، احادیث کے صحیح راویان اور متون آپ نے بیان کر دیئے۔

امام بخاری کہا کرتے تھے کہ انہیں ایک لاکھ صحیح حدیثیں اور دو لاکھ ضعیف حدیثیں یاد ہیں۔ تاہم جامع صحیح بخاری میں کل احادیث کی تعداد صرف 7275 ہے۔ انہوں نے سولہ سالوں میں اس کام کی تکمیل کی۔ جس کے لیے بہت سے ممالک اور شہروں کا سفر بھی حصولِ حدیث کے لیے کیا گیا۔ امام بخاری کی اس کوشش کا ایک بہت ہی منفرد اور اچھوتا عمل یہ تھا کہ آپ نے مختلف احادیث سے زیادہ سے زیادہ فقہی مسائل کا استنباط کیا...... اس ضمن میں کوئی دوسرا امام ان کا ہمسر نہیں۔ یہ عمل ان کی ذہانت، عقل و بصیرت اور دُور اندیشی کی بھی غمازی کرتا ہے کہ انہوں نے عوام الناس کے روزمرہ عملی مسائل کے حل کے لیے ایک راہِ عمل تجویز کی۔

مسلم اہلِ علم کی یہ روایت رہی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے علمی کام کی تفصیلی شرحیں، ان کے مختصرات اور اسی قسم کے دیگر مواد صحیفوں اور رسائل وغیرہ کی صورت میں مرتب کیا کرتے تھے۔ صحیح بخاری کی اسی شرحیں لکھی گئیں جو آٹھ سے بیس جلدوں پر محیط ہیں۔ یہ

Marfat.com

بھی صحیح بخاری کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے تاہم صحیح بخاری کا اختصار دو جلدوں میں کیا گیا ہے۔

۶۔امام مسلم (۲۰۴-۲۶۱ھ):

آپ کا اصل نام ابوالحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم نیشاپوری ہے۔ وہ خراسان کے مشہور شہر میں پیدا ہوئے۔آپ کو حدیث اور فقہ کی ایک نابغۂ روزگار شخصیت سمجھا جاتا ہے۔انہوں نے تعلیم کے حصول کے لیے بہت دور دراز ممالک کے سفر کیے اور علم حدیث بہت سے عظیم الشان محدثین مثلاً احمد بن حنبل، سعید بن منصور وغیرہ سے حاصل کیا۔ان کے اپنے تلامذہ میں ایسے بڑے لوگ (امام ترمذی، ابو حاتم رازی اور ابن خزیمہ) شامل ہیں۔ بیشتر اہل علم نے ان کے بارے میں بہت سے تعریفی کلمات کہے ہیں، انہوں نے صحیح مسلم کے علاوہ بہت سی دیگر تالیفات بھی کیں۔

صحیح مسلم کی حیثیت صحیح بخاری کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ امام مسلم نے تمام احادیث کو ان مختلف طریقوں سے روایت کردہ صورتوں میں جمع کیا ہے۔اس کوشش میں انہوں نے نہ صرف اپنے طریقہ کار کے مطابق احادیث کا انتخاب کیا بلکہ دیگر اہل علم جنہوں نے صحیح احادیث کا انتخاب کیا تھا، انہیں بھی اپنی کتاب میں شامل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے صحیح مسلم کے لیے تین لاکھ احادیث سے انتخاب کیا۔ یہ احادیث انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنی تھیں۔تاہم صحیح مسلم میں بارہ ہزار احادیث ہیں جن میں بہت سی ایک سے زیادہ بار دھرائی ہوئی احادیث بھی شامل ہیں۔

صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کی بھی بہت سی شرحیں دو سے پانچ جلدوں میں لکھی گئیں۔علامہ شبیر احمد عثمانی نے بھی ایک فتح الملہم کے نام سے صحیح مسلم کی ایک شرح تین جلدوں میں لکھی جو نامکمل تھی۔اس کی تکمیل مولانا محمد تقی عثمانی نے کی ہے۔

۷۔امام نسائی (۲۱۵-۳۰۳ھ):

ان کا نام ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی ہے۔ ان کا تعلق خراسان کے شہر

Marfat.com

''نساء'' سے تھا۔ 15 سال کی عمر میں اپنے شہر میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ محدث قتیبہ بن سعید کے ہاں آئے۔ حصولِ تعلیم کے لیے انہوں نے مختلف ممالک کے سفر کیے۔ ان کے اساتذہ میں اسحٰق بن راہویہ اور علی ابن حجر جیسے بہت بڑے محدث شامل تھے۔ اپنے علمی کاموں میں انہماک کے علاوہ امام نسائی دن رات عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ مصر میں ان کی حیثیت ایک ایسے نابغۂ روزگار کی تھی جس کا ہمسر کوئی دوسرا عالم نہیں تھا۔

امام نسائی نے ''سنن نسائی'' کی تالیف کی۔ احادیث کے انتخاب میں انہوں نے بہت زیادہ احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں اور کڑی شرطیں رکھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی شرائط امام مسلم کی شرائط سے بھی بہت زیادہ کڑی تھیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ صحیحین (بخاری اور مسلم) کے بعد یہ سب کتب حدیث سے بہتر ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ''سنن کبریٰ'' اور ''سنن صغریٰ'' کے نام سے بھی کتب تصنیف کیں۔ سنن نسائی کی بہت سی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔

۸۔ ابوداؤد (۲۰۲-۲۷۵ھ):

سنن ابوداؤد کا شمار، حدیث کی چھ صحیح ترین کتب (صحاح ستہ) میں ہوتا ہے۔ اس کی تالیف سلمان بن اشعث نے کی جنہیں بالعموم ابوداؤد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جب وہ بالغ ہوئے تو وہاں بڑے بڑے محدثین موجود تھے اور علم حدیث نے بھی ایک بہت ہی وسیع الاطراف جہت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے بہت سے اساتذہ مثلاً امام احمد بن حنبل، مسلم بن ابراہیم، اور یحییٰ بن معین جیسے نابغۂ روزگار اہل علم سے تعلیم حاصل کی۔ ان کے تلامذہ میں امام ترمذی اور امام نسائی جیسے اکابرین شامل تھے۔ انہوں نے علم حدیث کے حصول کے لیے بہت سے ممالک/شہروں کا سفر کیا۔ اپنے علمی مشاغل میں انہماک کے باوجود، وہ ایک عبادت گزار شخص تھے۔ امام ابوداؤد نے نہ صرف سنن ابوداؤد مرتب کی بلکہ دیگر بہت سی کتب بھی تصانیف کیں...... انہوں نے فقہی مذاہب کی بناء پر احادیث کو جمع کیا، اس بنا پر ان کا یہ دعویٰ بہت حد تک صحیح ہے کہ سنن ابوداؤد سے ایک

Marfat.com

شخص کو ان تمام بنیادی امور کا پتہ چل سکتا ہے جو چاروں فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) بنیاد ہیں۔ اس بنا پر امام غزالی نے فرمایا کہ ''سنن ابوداؤد ایک عالم کو دوسری تمام کتب حدیث سے بے نیاز کر دیتی ہے۔'' دیگر متعدد اہل علم نے بھی اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ کچھ اہل علم نے بخاری اور مسلم کے بعد سنن ابوداؤد کو تیسرے نمبر پر رکھا ہے۔

امام ابوداؤد نے 5 لاکھ احادیث جمع کیں لیکن اپنی کتاب میں صرف 4800 احادیث کا انتخاب کیا ہے تاہم چھ سو کے قریب احادیث ایسی ہیں جو ''مرسل'' [1] کہلاتی ہیں۔ اس طرح ان کو جمع کرنے سے کل احادیث کی تعداد 5400 بن جاتی ہے جو سنن ابوداؤد میں درج ہیں۔ بہت سے اہل علم نے سنن ابوداؤد کی شرحیں لکھی ہیں نیز اس کے مختصرات اور تراجم اس کے علاوہ ہیں۔ اس قسم کی ایک شرح جو 5 جلدوں میں ہے برصغیر کے نابغۂ عصر ایک عالم دین مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ''بذل المجہود'' کے نام سے 1346ھ میں لکھی تھی جو پاکستان بھر میں طلباء اور اساتذہ میں بہت مقبول ہے۔

۹۔ امام ترمذی (۲۰۹-۲۷۹ھ):

ان کا نام محمد اور کنیت ابوعیسیٰ ہے وہ بوغ نامی خراسان کے ایک قصبے میں پیدا ہوئے تھے۔ 200 سے 400 صدی ہجری تک خراسان، اسلامی تعلیمات کا گہوارہ اور مرکز رہا۔ بہت سے نابغۂ روزگار علماء محدثین وفقہائے کرام (امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد سجستانی اور امام ترمذی) کا تعلق خراسان سے تھا۔ امام ترمذی نے بنیادی تعلیم اپنے قصبے ہی میں مکمل کی لیکن بعد میں حصول تعلیم کے لیے انہوں نے بہت دور دراز کے سفر کیے۔ ان کے اساتذہ میں امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد اور قتیبہ بن سعید جیسی بہت سی عظیم الشان شخصیات شامل ہیں تاہم ان کے اساتذہ کی طرح، ان کے تلامذہ کی فہرست بھی اس قدر طویل ہے کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ ضروری ہے

[1] ایسی تمام اصطلاحات کے لیے دیکھئے، ضمیمہ ب۔

Marfat.com

کہ امام ترمذی کے بہت گہرے مراسم اپنے استاد امام بخاری کے ساتھ تھے جو ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کی وفات کے بعد، امام ترمذی کو ان کا علمی وارث قرار دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ امام بخاری نے اپنے شاگرد کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا کہ ''میں نے تم سے زیادہ فائدہ اٹھایا ہے بہ نسبت اس فائدے کے جو تم نے مجھ سے حاصل کیا ہے''!

امام ترمذی کا حافظہ اور یادداشت بھی اپنے استاد امام بخاری کی طرح خداداد تھی۔ وہ اس قدر ذہین تھے کہ کسی سے ایک دفعہ بات سننے کے بعد اسی وقت بعینہٖ دہرا دیا کرتے تھے اور کبھی بھولتے نہ تھے...... بہت سے مواقع پر اس سلسلے میں مختلف لوگوں نے انہیں آزمایا اور ان سے وہ احادیث سن کر حیران رہ گئے جو ان کے سامنے پڑھی گئی تھیں!

امام ترمذی نے بہت سی کتب لکھیں جن میں اہم ترین ''جامع ترمذی'' ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی نے بھی احادیث کے انتخاب کے بارے میں وہی کڑا معیار اپنے سامنے رکھا تھا جو امام بخاری اور امام مسلم کے پیش نظر رہا۔ مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عملی استعمال کے نقطۂ نظر سے جامع ترمذی، صحاح ستہ کی دیگر کتب کی نسبت بہتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیوبند (ہندوستان میں دینی تعلیمات کا قدیم ادارہ) مدرسہ کے اساتذہ کرام، اپنے مدرسے میں تعلیمی سال کا آغاز اس کتاب کی تعلیم سے کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم کا معیار اس قدر اونچا ہے کہ ان سے صرف اہل علم ہی استفادہ کر سکتے ہیں جبکہ جامع ترمذی کو ایک عام آدمی/ طالبعلم بھی بآسانی سمجھ سکتا ہے!

جامع ترمذی کی اس اعلیٰ علمی حیثیت کے پیش نظر بہت سے اہل علم نے اس کی شرحیں لکھی ہیں نیز اس کے مختصر ایڈیشن بھی تیار کیے گئے ہیں۔ ان شروح کی تعداد چھ سے لے کر بیس جلدوں پر محیط ہے تاہم یہ بیس جلدیں منگولوں کے حملے کے وقت جل کر خاکستر ہو گئی تھیں۔

۱۰۔ امام ابن ماجہ (۲۰۹-۲۷۳ھ):

ان کا نام محمد بن یزید اور ابن ماجہ ان کا عرف ہے۔ ان کی پیدائش قزوین میں ہوئی

Marfat.com

جو اسلامی تعلیمات کے لیے بہت مشہور تھا، بالخصوص علم حدیث کے بہت سے اہل علم کا تعلق اسی شہر سے تھا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے اساتذہ سے حاصل کی اور اس کے بعد حصول تعلیم کے لیے بہت طویل سفر عراق، حجاز، مصر اور شام وغیرہ کے کیے۔ ابن ماجہ نے تفسیر قرآن بھی لکھی اور تاریخ کے موضوع پر بھی کتب لکھیں۔ ''سنن ابن ماجہ'' صحاح ستہ میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں 4000 احادیث ہیں جو 32 ابواب میں تقسیم ہیں۔ سنن ابن ماجہ کا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ اس میں پانچ احادیثِ ثلاثی شامل ہیں۔ بہت سے محدثین اور اہل علم نے سنن ابن ماجہ کی شرحیں اور مختصر نوٹس تیار کیے ہیں جو پانچ سے آٹھ جلدوں میں شائع ہوئے ہیں۔

مولانا محمد زمان کلاچوی (2007ء) نے اپنی کتاب میں 250 سے زائد محدثین کرام رحمہم اللہ کے مختصر حالات زندگی، ان کی تصانیف کردہ کتب کے نام اور دیگر تفصیلات دی ہیں۔ یہ فہرست دسویں صدی ہجری تک کے زمانے پر محیط ہے (تاہم اس کام کو موجودہ دور تک لانے کا کام اہل علم پر ایک قرض ہے جسے اتارنے کا اعزاز کسے حاصل ہوتا ہے اس کا علم علاّم الغیوب کو ہے؟)۔ ان کے بقول اگرچہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے صحائفِ احادیث مرتب کیے تھے (جیسا کہ اس کتاب کے گزشتہ ابواب میں بیان کیا جا چکا ہے) تاہم ان کا زیادہ تر زور حفظِ حدیث پر رہا۔ انہیں اپنے حافظے پر اس قدر اعتماد اور یقین کامل تھا کہ بہت سے اصحاب نے ان تحریری مجموعوں کو جلا دیا تھا مبادا مجموعوں پر انحصار کرنے کی وجہ سے انھیں احادیث بھول جائیں۔ انہیں احادیث اس طرح یاد رہتی تھیں جس طرح قرآن کریم تاہم جب کبھی کسی کو شبہ ہوتا وہ اپنے نوٹس/صحائف کو دیکھ لیا کرتے تھے۔

ذیل کے گوشوارے میں ہم نے کوشش کی ہے کہ چند مشہور ترین محدثین کے مختصر کوائف مثلاً نام، سن پیدائش اور وفات اور ان کے اہم ترین علمی کارناموں کا ذکر کریں۔

Marfat.com

گوشوارہ نمبر ۳۔ 1400 سال کے محدثین کے علمی کارناموں کا جائزہ

نام، تاریخ ولادت/ وفات	خدمات/ ملاحظات
ا۔ امام ابنِ شہاب زہری، المتوفی 124ھ	تدوین حدیث کا کام کیا ہے
۲۔ امام مالک 93ھ 179ھ (795ء)	آپ نے علم حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع سے حاصل کیا۔ اکابر صحابہ بشمول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ حدیث میں آپ کی کتاب کا نام ''موطا'' ہے۔
۳۔ ابوسفیان بن عیینہ 198ھ-107ھ	حجاز میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور راوی
۴۔ امام عبدالرزاق بن ہمام 126ھ-211ھ	حدیث پر بہت سی کتابوں کے جامع، جو کہ اب ناپید ہیں۔ آپ کی ایک کتاب مصنف عبدالرزاق'' (12 جلد) مطبوعہ اور دستیاب ہے۔
۵۔ امام ابوداؤد طیالسی 133ھ-204ھ	مسند ابی داؤد الطیالسی
۶۔ امام موسیٰ بن عقبہ 144ھ	کتاب المغازی- سیر و جہاد پر معتبر کتاب
۷۔ امام اسد بن موسیٰ 132ھ-212ھ	مسند اور کتاب الزہد
۸۔ امام ابوالولید عبدالملک جریج 150ھ	آغاز اسلام میں کتاب کے مصنف (خلافت راشدہ کے بعد)
۹۔ امام ابو بکر محمد بن اسحٰق ابن اسحٰق 151ھ	سیرت ابن ہشام

Marfat.com

۱۰۔امام حافظ ابو عروہ بن معمر بن راشد 153ھ	جامع (سیرت میں) مؤطاء کے درجہ کی کتاب ہے۔
۱۱۔امام سفیان ثوری 161ھ	علم حدیث میں ایک کتاب (جامع) لکھی ہے۔
۱۲۔ابو بسطام شعبہ بن الحجاج 160ء	آپ نے پہلی دفعہ عراق میں حدیث کو متعارف کرایا۔
۱۳۔حماد بن سلمہ 167ھ	علم حدیث میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔
۱۴۔امام ابو یوسف 182ھ	حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے فقہ میں نامور شاگرد
۱۵۔عبداللہ بن مبارک 181ھ	تبع تابعین میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔
۱۶۔ابو محمد عبید اللہ بن موسیٰ عباسی 128ھ-213ھ	مسند
۱۷۔ امام عبداللہ بن زبیر حمیدی المتوفی 219ھ	مسند اور کتاب التفسیر۔
۱۸۔امام سعید بن منصور المتوفی 227ھ	بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ایک کتاب آپ کی کتاب السنن ہے جو کہ اب ناپید ہے۔
۱۹۔امام محمد بن صباح دولابی المتوفی 227ھ	سنن کے جامع
۲۰۔امام یحیٰ بن عبدالحمید الحمانی 155ھ یا 160ھ......228ھ	مسند
۲۱۔امام مسدد بن مسرھد 155ھ-228ھ	مسند
۲۲۔امام نعیم بن حماد خزاعی المتوفی 228ھ	مسند اور دیگر کتب

Marfat.com

۲۳۔امام عبداللہ بن محمد الجعفی المتوفی 226ھ	مسند
۲۴۔امام ابوبکر بن ابی شیبہ 159ھ-235ھ	بہت سی کتب سمیت مصنف ابی شیبہ (16 جلد)
۲۵۔امام اسحٰق بن راہویہ 161ھ-238ھ	آپ کی دیگر کتب کے علاوہ مشہور مسند (6 جلد) اور کتاب السنن ہے جو کہ ناپید ہیں۔
۲۶۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ 164ھ-241ھ	آپ کی مشہور کتاب ''مسند احمد بن حنبل'' ہے۔ ''عباسی دور'' مین معتزلہ کی طرف سے اٹھائے گئے ''خلق قرآن'' کے فتنہ میں معتصم کے فرمان پر آپ کو کوڑوں کی سزا دی گئی جو کہ آپ کی موت کا باعث بنی۔
۲۷۔امام محمد بن یحیٰی عدنی المتوفی 243ھ	مسند
۲۸۔امام عبد بن حمید المتوفی 249ھ	مسند اور دیگر کتب کے مصنف
۲۹۔امام اسحٰق بن بہلول 164ھ-252ھ	مسند و دیگر کتب
۳۰۔امام ابو محمد عبداللہ دارمی 181ھ-255ھ	احادیث نبوی پر مشتمل بہت اہم کتاب ''سنن دارمی'' و دیگر کتب
۳۱۔محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم المعروف بہ امام بخاری 194ھ-256ھ	سب سے زیادہ مشہور کتاب ''جامع صحیح بخاری'' جو کہ 6 لاکھ میں سے منتخب 10 ہزار احادیث کا مجموعہ ہے۔ 3450 ابواب ہیں اور قرآن حکیم کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے۔
۳۲۔امام ابو مسعود رازی المتوفی 258ھ	مسند اور دیگر کتب
۳۳۔سلیمان بن اشعث السجستانی 202ھ-275ھ	کنیت ابوداؤد کتاب کا نام سنن ابی داؤد
۳۴۔محمد بن حجاج المعروف بہ امام مسلم 206ھ......261ھ	''صحیح مسلم'' و دیگر کتب، آپ کی ''صحیح مسلم'' کو بخاری کے بعد دوسرا درجہ حاصل ہے۔

Marfat.com

۳۵۔حافظ ابی الحسن بن ابی شیبہ 156ھ-239ھ	مسند صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راوی
۳۶۔امام ابوسفیان وکیع بن جراح المتوفی 197ھ	حدیث کے مشہور راوی۔مسند ابی سفیان
۳۷۔امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری	راوی حدیث علم تفسیر وفقہ کے ماہر۔علم تاریخ میں بہت سی کتابوں کے مصنف
۳۸۔ابوعبداللہ بن خزیمہ 223ھ-311ھ	صحیح ابی عبداللہ بن خزیمہ ودیگر کتب
۳۹۔امام ابوعوانہ اسفرائی المتوفی 316ھ	مسند صحیح
۴۰۔امام ابوجعفر طحاوی 239ھ-351ھ	معانی الآ ثار المعروف بہ طحاوی شریف ودیگر کتب
۴۱۔ امام عبدالباقی بن قانع 265ھ-351ھ	عظیم ماہر علم۔بہت سی کتابوں کے مصنف۔ ان میں ایک نہایت اہم "معجم الصحابۃ" ہے۔
۴۲۔ امام سعید بن سکن 294ھ......353ھ	بہت سی کتب کے مصنف جوکہ ناپید ہیں تاہم ان کی ایک کتاب "الصحیح المنتقیٰ" ہے۔
۴۳۔امام ابوبکر شافعی 260ھ......354ھ	فوائد ابوبکریا....................
۴۴۔امام ابن حبان 275ھ......354ھ	علم حدیث کے متعدد موضوعات پر کتب کے مصنف، آپ کی بہت بڑی لائبریری سے علماء کو خوراک اور دیگر سہولیات کے ساتھ علمی استفادہ کی عام اجازت تھی۔
۴۵۔امام ابوبکر آجری المتوفیٰ 260ھ/970ء	بہت سی کتابوں کے مصنف جو کہ اب ناپید ہیں۔ایک کتاب کا نام "کتاب العربین" ہے۔

Marfat.com

۴۶۔امام ابوالقاسم طبرانی 260ھ......360ھ	76 کتب کے مصنف ہیں۔آپ کی ایک بہت اہم کتاب ''کتاب الدعاء'' ہے۔
۴۷۔امام ابوعمرو بن نجید 272ھ......366ھ	جزء بن نجید
۴۸۔امام ابوبکر اسمٰعیلی 277ھ......371ھ	''مسند عمر'' (2 جلد) اور ''مسند کبیر'' (100 حصے)
۴۸۔امام ابوالحسن دار قطنی 306ھ......385ھ	علم حدیث کے مشہور راوی۔علم فقہ، تفسیر اور علم شعر کے ماہر، 24 کتب کے مصنف جن میں سے اکثر اب دستیاب نہیں ہیں۔آپ کی سب سے مشہور کتاب ''سنن دار قطنی'' ہے اور صحاح ستہ کے بعد اس کا درجہ ہے۔
۵۰۔ امام ابو سلیمان احمد خطابی 310ھ......388ھ	علم فقہ، حدیث، عربی زبان و ادب اور علم شعر و شاعری کے ماہر عالم، 12 کتب کے مصنف، ایک اہم کتاب ''معالم السنن'' ہے۔
۵۱۔امام ابن جمیع 305ھ......402ھ	معجم
۵۲۔ امام ابوعبداللہ حاکم 321ھ......405ھ	آپ نے بہت سی کتب لکھیں جو تعداد میں 500 سے 1500 تک ہیں۔ان میں سے اکثر اب دستیاب نہیں ہیں۔آپ کی سب سے مشہور کتاب حدیث کا نام ہے ''مستدرک حاکم الصحیح''۔
۵۳۔امام ابوالقاسم تمام رازی 330ھ......414ھ	آپ علم ''اسماء الرجال'' کے ماہر راوی ہیں۔آپ کی ایک کتاب ''فوائد تمام رازی'' ہے جو کہ 30 عنوانات پر مشتمل ہے، یہ بہت مشہور ہے۔

Marfat.com

۵۴۔امام ابوبکر بن مردویہ الکبیر اصفہانی 323ھ......416ھ	صحیح بخاری کی احادیث پر تین کتب اور تفسیر مردویہ
۵۵۔امام ابوبکر احمد بن محمد برقانی خوارزمی 336ھ......425ھ	علم حدیث، فقہ، تفسیر، عربی ادب اور شعر و شاعری کے مایہ ناز عالم۔ متعدد کتب لکھی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ''مسند خوارزمی'' ہے۔
۵۶۔امام ابونعیم اصفہانی 336ھ......430ھ	تقریباً 29 کتب کے مصنف۔ سب سے زیادہ مشہور ''دلائل النبوۃ'' ہے۔
۵۷۔ابومحمد حسن خلال 358ھ......439ھ	مسند
۵۸۔امام ابوعبداللہ قضائی المتوفی 454ھ	بہت سے علوم کے ماہر۔ 10 کتب کے مصنف
۵۹۔امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی 384ھ......458ھ	مشہور محدث ہیں آپ کی گرانقدر تصانیف میں سے سنن کبریٰ (10 جلد) معرفۃ السنن والآثار (4 جلد) کتاب الاسماء والصفات (2 جلد) وغیرہ ہیں۔
۶۰۔امام عبدالبر قرطبی 368ھ......463ھ	علم حدیث اور اسماء الرجال کے ماہر۔ فقہ، قرأت، تفسیر، تاریخ اور عربی ادب کے بہترین عالم۔ دو درجن سے زائد کتب کے مصنف۔ مؤطا کے شارح۔
۶۱۔امام ابوبکر خطیب بغدادی 392ھ......463ھ	مشہور محدث، بہت سے علوم کے ماہر 100 کتب کے مصنف، جو کہ اکثر ناپید ہیں۔ ''تاریخ بغداد'' جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے آپ کی مشہور ترین تصنیف ہے۔

Marfat.com

۶۲۔ابوعبداللہ محمد بن ابی نصر حمیدی 418ھ 1037ء......488ھ	علم حدیث، عربی ادب اور شعر وشاعری کے ماہر۔ آپ کی مشہور کتاب ''الجمع بین الصحیحین'' ہے۔
۶۳۔حافظ شیرویہ دیلمی ہمدانی 445ھ......558ھ	متعدد کتب کے مصنف ہیں جن میں فردوس، ''مشارق''، ''تنبیہات'' احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔
۶۴۔امام ابومحمد حسین الفراء بغوی 436ھ......516ھ	حدیث، تفسیر اور فقہ کے ماہر۔ ان موضوعات پر کتب کے مصنف۔ صحابہ اور تابعین کی روایات پر مشتمل تفسیر ''معالم التنزیل'' کے نام سے ہے جبکہ علم حدیث میں ''مصابیح السنۃ'' ہے جو 4484 احادیث پر مشتمل ہے۔ اس کتاب حدیث کی شرح ''مشکوٰۃ المصابیح'' بہت مشہور اور مدارس میں داخل نصاب ہے۔
۶۵۔ ابو الحسن رزین بن معاویہ العبدری السرقسطی المتوفی 535ھ	مشہور محدث ہیں۔ ''التجرید للصحاح و السنن'' اس میں آپ نے صحاح ثلاثہ مؤطا، بخاری اور مسلم) اور سنن ثلاثہ (ابو داؤد، ترمذی، نسائی) کو یکجا کیا ہے۔
۶۶۔ابوبکر محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی 468ھ......546ھ	آپ بہت سے علوم حدیث، فقہ، تفسیر، تاریخ اور شعر و شاعری کے ماہر عالم ہیں۔ 37 تصانیف ہیں۔ان میں مشہور ''عارضۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی'' اور ''کتاب النیرین فی شرح الصحیحین'' وغیرہ ہیں۔

Marfat.com

٦٧۔ قاضی عیاض بن موسیٰ بن عیاض 446ھ-544ھ	مشہور محدث ہیں۔ حدیث، فقہ، تفسیر، عربی زبان و ادب، تاریخ اور شعر کے ماہر ہیں۔ 24 کے قریب تصانیف ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور تصنیف ''الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ'' ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پر مشتمل ہے۔ مشارق الانوار بھی آپ کی علم حدیث میں مشہور تصنیف ہے۔
٦٨۔ علامہ زمخشری 467ھ......538ھ	''کتاب الفقہ'' اور تفسیر کشاف کے مصنف
٦٩۔ زکی الدین ابو محمد منذری 581ھ......656ھ	مشہور محدث ہیں۔ علم حدیث کے لیے بہت سفر کیے ہیں۔ ''الترغیب و الترھیب'' آپ کی علم حدیث میں مشہور کتاب ہے۔ اس کا خلاصہ ابن حجر عسقلانی نے کیا ہے۔
٧٠۔ امام ابن تیمیہ 661ھ......728ھ	حدیث، تفسیر، فقہ اور عربی گرائمر کے مشہور عالم۔ دیگر تصانیف میں ''منطقی الاخبار فی الاحکام'' اور ''الصارم المسلول علی شاتم رسول'' ہے۔
٧١۔ امام محبّ الدین ابو العباس احمد الطبری المتوفی 694ھ	مشہور محدث ہیں۔ علم تفسیر و حدیث میں کتب لکھی ہیں۔ ان میں ایک اہم ''کتاب السیرۃ'' ہے۔
٧٢۔ حافظ شمس الدین محمد بن قدامہ 705ھ......744ھ	حدیث، فقہ اور دیگر علوم کا ماہر۔ ''المحرر'' آپ کی کتاب ہے۔
٧٣۔ ابو سادات مبارک بن محمد بن اثیر جزری 544ھ......606ھ	آپ بہت سے علوم مثلاً حدیث، تفسیر، عربی زبان و ادب ریاضی اور شعر و شاعری کے

Marfat.com

	ماہر ہیں۔ 13 اہم کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں سے ایک ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' ہے۔ جس میں صحاح ستہ کی احادیث کے مشکل الفاظ کے معانی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ''جامع الاصول من احادیث رسولؐ'' ہے جس میں انہوں نے اصول ستہ (موطا، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) کے مطابق احادیث کو جمع کیا ہے اس میں زیادات بھی بکثرت ہیں۔ 5 جلدوں میں طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔
۷۴۔ حافظ ضیاء الدین ابو عبداللہ محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن مقدسی 569ھ......643ھ	آپ علم حدیث و قرآن کے ماہر ہیں۔ آپ نے کتاب ''الاحادیث الجیاد المختارۃ مما لیس فی الصحیحین او احدھما'' لکھی جو ابواب پر نہیں حروف تہجی کے اعتبار سے 68 جزو میں مرتب کی گئی ہے، یہ کتاب ''الاحادیث الزائد'' کے نام سے بھی مشہور ہے۔
۷۵۔ محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی 631ھ......676ھ	آپ حدیث، فقہ، قرآن اور عربی زبان و ادب کے ماہر تھے۔ 25 کتب کے مصنف ہیں۔ سب سے اہم کتاب ''اربعین'' ہے۔ یہ 40 احادیث کا مجموعہ ہے، جو انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق ہدایات پر مشتمل ہیں۔ اس کتاب کا بہت سی زبانوں

Marfat.com

	میں ترجمہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ حدیث کی ایک مشہور کتاب ''ریاض الصالحین'' آپ کی مرتب کردہ ہے اور سب سے زیادہ مشہور صحیح مسلم کی شرح ہے جو''شرح نووی'' کے نام سے معروف ہے۔
۷۶۔امام ابومحمد عبدالمؤمن بن خلف بن ابی الحسن دمیاطی شافعی 613ھ......705ھ	حدیث اور اس سے متعلقہ علوم، علم فقہ، قرآن اور عربی زبان وادب کے ماہر تھے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ جوکہ اب ناپید ہیں ان کی کتاب معجم دمیاطی (4 جلد) میں تیرہ سواشخاص کے حالات درج ہیں۔
۷۷۔ امام ابو عبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ خطیب عمری تبریزی المتوفی 737ھ	بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور اور اہم ''مشکوٰۃ المصابیح'' ہے۔ بہت سے مشائخ علماء نے اس کی شروح لکھی ہیں اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔
۷۸۔ امام جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف زیلعی المتوفی 762ھ	آپ علم حدیث اور خصوصاً ''اسماء الرجال'' کے بہت بڑے عالم ہیں۔ آپ نے تفسیر کشاف (مصنفہ امام زمخشری) اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ کی احادیث کی تخریج کی ہے جو کہ ''نصب الرأیۃ'' کے نام سے شہرت رکھتی ہے۔
۷۹۔ شیخ الاسلام ابوالفتح محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید المتوفی 702ھ	مشہور امام حدیث ہیں۔ ''الامام فی احادیث الأحکام'' اور ''طبقات الحفاظ'' آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

Marfat.com

۸۰۔ حافظ قطب الدین عبدالکریم حلبی المتوفی 735ھ	شرح صحیح بخاری (20 جلد)
۸۱۔ حافظ ابوعبداللہ شمس الدین محمد ابن احمد ذہبی المتوفی 748ھ	تذکرة الحفاظ، تذهیب التذهیب، سیر اعلام النبلاء آپ کی مشہور عالم تصانیف ہیں۔
۸۲۔ حافظ ابو القیم ابو عبداللہ شمس الدین الجوزی المتوفی 751ھ	زاد المعاد (4 جلد)، تهذیب سنن ابی داؤد کے علاوہ اور متعدد گرانقدر کتب تصنیف کی ہیں۔
۸۳۔ شیخ بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی المتوفی 794ھ	مشہور محدث و فقیہ، تخریج احادیث الرافعی (۵ جلد) شرح صحیح بخاری، وغیرہ بہت سی تصانیف ہیں۔
۸۴۔ حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن حسین المعروف بہ ابن رجب حنبلی المتوفی 795ھ	شرح ترمذی و بخاری
۸۵۔ شیخ الاسلام حافظ سراج الدین ابوحفص المتوفی 829ھ	الجامع بین الصحیحین وشرح ترمذی
۸۶۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری المتوفی 833ھ	حصن حصین، الجمال فی اسماء الرجال، المسند فیما یتعلق بمسند احمد وغیرہ تصانیف ہیں۔
۸۷۔ حافظ شہاب الدین ابوالفضل (ابن حجر عسقلانی) 773ھ......852ھ	فتح الباری شرح صحیح البخاری، طبقات الحفاظ (۲ جلد) بلوغ المرام، تهذیب تهذیب الکمال وغیرہ بہت گرانقدر تصانیف ہیں اور بھی کتب ہیں جو آپ نے لکھی ہیں۔

Marfat.com

۸۸۔ حافظ الحدیث علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلو بغا المتوفی 879ھ	شرح مصابیح السنۃ، تخریج احادیث الاختیار سمیت کوئی 70 تصانیف ہیں۔ فقہ وحدیث کے ماہر عالم۔
۸۹۔ شیخ شمس الدین احمد بن اسماعیل بن محمد کورانی المتوفی 893ھ	''الکوثر الجاری علی ریاض البخاری'' (شرح بخاری)
۹۰۔ حافظ جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن محمد سیوطی 849ھ...... 911ھ	حدیث وتفسیر کے مشہور ماہر عالم
۹۱۔ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی المتوفی 923ھ	ارشاد الساری الی شرح البخاری، مواہب اللدنیۃ وغیرہ
۹۲۔ شیخ شمس الدین احمد سلیمان رومی المعروف باابن کمال پاشا المتوفی 940ھ	''تعلیقات صحیح بخاری'' آپ کی دیگر تصانیف بھی بڑی گرانقدر ہیں۔
۹۳۔ حافظ شمس الدین محمد بن علی معروف بہ ابن طولان دمشقی المتوفی 953ھ	سیرت واحادیث میں بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔
۹۴۔ شیخ عبدالاوّل بن علاء الحسینی جونپوری المتوفی 968ھ	فیض الباری شرح صحیح البخاری آپ کی مشہور کتاب ہے۔
۹۵۔ شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن حجر المتوفی 973ھ	متعدد اہم کتب کے مصنف ہیں، ان میں ایک شرح مشکوٰۃ المصابیح بھی ہے۔
۹۶۔ شیخ محمد بن طاہر بن علی گجراتی پٹنی 913ھ......986ھ	بہت سی اہم کتابیں لکھی ہیں، ان میں سب سے اہم ''تذکرۃ الموضاعات'' اور ''المغنی فی اسماء الرجال'' ہیں۔

Marfat.com

۹۷۔ شیخ طاہر بن یوسف بن رکن الدین سندھی المتوفی 1003ھ	''ریاض الصالحین'' کا ترجمہ کیا اسی طرح ''تلخیص شرح اسماء الرجال البخاری'' کا تصنیفی کارنامہ انجام دیا۔
۹۸۔ شیخ امام علی بن سلطان ہروی المعروف بہ ملاعلی قاری المتوفی 1014ھ	شرح بخاری، شرح مؤطاء امام مالک، شرح مسند الامام الاعظم شرح مشکوۃ المصابیح بنام ''مرقاۃ'' آپ کی متعدد قابل قدر تصانیف حدیث میں سے چند ایک ہیں۔
۹۹۔ شیخ المفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی المتوفی 1014ھ	آپ نے صحیح بخاری کی ''شرح النہر الجاری علی البخاری'' لکھی ہے۔
۱۰۰۔ الشیخ الامام الربانی مجدد الالف الثانی 971ھ......1034	کئی ایک جلیل القدر کتب تالیف فرمائی ہیں۔
۱۰۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ	ہندو پاکستان میں علم حدیث کو متعارف کرایا۔ مشکوۃ المصابیح کی دو شرحیں لکھیں ایک فارسی میں ''اشعۃ اللمعات'' (4 جلد) اور ایک عربی میں ''لمعات التنقیح'' ہے۔
۱۰۲۔ شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1073ھ	تیسیر القاری شرح صحیح البخاری (6 جلد)، شرح صحیح مسلم، شرح شمائل الترمذی وغیر تصانیف ہیں۔
۱۰۳۔ شیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری المتوفی 1098ھ	مشہور محدث ہیں۔ ''الخیر الجاری فی شرح صحیح البخاری'' المعلم فی شرح صحیح الامام مسلم، المصفی فی شرح المؤطا وغیرہ تصانیف ہیں۔
۱۰۴۔ الشیخ محمد شیخ الاسلام فخر الدین بن محب اللہ دہلوی	شرح صحیح البخاری آپ کا تصنیفی کارنامہ ہے۔

Marfat.com

۱۰۵۔ الشیخ محمد اعظم بن سیف الدین بن شیخ محمد معصوم سرہندی المتوفی 1114ھ	''فیض الباری شرح صحیح البخاری'' نہایت مفید اور محققانہ شرح ہے۔
۱۰۶۔ علامہ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی المتوفی 1155ھ	''نور القاری شرح صحیح البخاری'' آپ کی بہترین کتاب ہے۔
۱۰۷۔ المحدث محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن سندھی المتوفی 1174ھ	''ترتیب صحیح بخاری علی الترتیب الصحابۃ'' آپ کی تصنیف ہے۔
۱۰۸۔ الشیخ الامام الشاہ ولی اللہ احمد بن شاہ عبدالرحیم دہلوی المتوفی 1176ھ	مایۂ ناز محدث، مفسر، فقیہ ہیں۔ آپ کی متعدد قابل قدر تصانیف ہیں۔ علم حدیث میں شرح تراجم ابواب البخاری، مؤطا کی دو شرحیں ایک فارسی میں اور ایک عربی میں ''المصفیٰ'' اور ''المسویٰ'' ہیں۔ ہندوستان میں علم الحدیث کے بانی۔
۱۰۹۔ الشیخ محمد بن محمد بن عبدالرزاق المتوفی 1205ھ	احادیث میں آپ کی تصانیف ''الازہار المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ'' القول الصحیح فی مراتب التعدیل و التجریح وغیرہ ہیں۔ آپ کی زیادہ قابل قدر علمی کاوش لغت میں ''تاج العروس شرح قاموس (10 جلد) ہے۔
۱۱۰۔ الشیخ الامام قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی 1225ھ	مشہور مفسر، محدث، فقیہ اور محقق عالم ہیں تفسیر مظہری (10 جلد) اور حدیث میں ''مبسوط الحدیث'' (2 جلد) کتب ہیں۔

درج بالا گوشوارے سے ان محدثین کرام رحمہم اللہ کی کوششوں کا ایک اجمالی جائزہ لیا جا سکتا ہے جنہوں نے گزشتہ 1400 سالوں میں تدوین حدیث اور اس کی ترویج و اشاعت

Marfat.com

کا کام سرانجام دیا۔ عملاً شاید یہ ممکن نہ ہو کہ ان تمام حضرات کی مساعی جمیلہ کا احاطہ کیا جا سکے جو انہوں نے علوم حدیث کی اشاعت کے ضمن میں کیں تاہم اس گوشوارے کا یہ مقصد ہے کہ علم حدیث کے فروغ کے لیے جس قدر کوششیں ہوئیں ان کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جا سکے۔ مزید برآں اس کا یہ مقصد بھی ہے کہ اس امر کی وضاحت کی جائے کہ گزشتہ 14 صدیوں میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جبکہ دنیا کے کسی نہ کسی خطے/ ملک میں علم حدیث کے فروغ کے لیے کی جانے والی کوششوں کے تسلسل میں کوئی رخنہ یا خلل پڑا ہو۔ پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک یہ کام مسلسل ہوتا چلا آ رہا ہے اور بلاخوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کام کے لیے ہزارہا بلکہ لاکھوں اشخاص نے اپنی زندگیاں وقف کیں۔

اس عظیم الشان کام کا ایک دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ یہ کام کسی خاص خطے یا ملک کے لوگوں تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کام کی نوعیت بین الاقوامی ہے۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک مختلف اقوام کے گل ہائے سرسبد اور رجالِ شہیر نے اپنی زندگیوں کو اس عظیم الشان کام کے لیے وقف کر دیا تاہم ایک عام قاری کے لیے یہ امر بھی باعث دلچسپی ہوگا کہ اشاعت حدیث کے اس کام میں برصغیر ہندو پاکستان کے اہل علم بھی کسی سے پیچھے نہیں رہے بلکہ اس چشمۂ صافی سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی سینکڑوں بلکہ ہزاروں سے تجاوز کرتی ہے۔ گوشوارہ نمبر۴ میں ان تمام نابغۂ روزگار شخصیات کے مختصر کوائف درج کیے جا رہے ہیں جنہوں نے اس خطے میں علم حدیث کی تدوین و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا۔

گوشوارہ نمبر۴: برصغیر ہندو پاکستان میں محدثین کرام کی علمی خدمات کا جائزہ

اسماء گرامی مع تاریخ ولادت و وفات	خدمات
ا۔ شیخ علی المتقی الہندی (گجرات) (م975ھ)	آپ نے راویوں کی ترتیب کے لحاظ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' کے نام سے جمع کر دیا ہے۔

Marfat.com

۲۔شیخ محمد طاہر پٹنی (گجرات) المتوفی 986ھ	آپ نے صحاح ستہ میں مشکل الفاظ (غریب الحدیث) کی تشریح کی ہے۔جس کا نام ''مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار'' (2 جلد) ہے۔
۳۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی 1052ھ	آپ نے ''مشکوٰۃ المصابیح'' کی دو شروح ایک عربی اور ایک فارسی میں لکھی ہیں۔
۴۔شیخ محمد سعید بن المجدد الف ثانی 1034ھ/1624ء......1070ھ	مشکوٰۃ المصابیح کا حاشیہ لکھا ہے۔
۵۔سید محبوب عالم بن سید جعفر احمد آبادی المتوفی 1111ھ	مشکوٰۃ کی شرح لکھی ہے۔
۶۔شیخ محمد اعظم بن سیف الدین بن شیخ محمد معصوم سرہندی المتوفی 1114ھ	شرح صحیح البخاری بنام ''فیض الباری'' آپ کی بڑی مفید تصنیف ہے۔
۷۔علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی سندھی المتوفی 1139ھ	جلیل القدر محدث تھے۔حواشی صحاح ستہ، حواشی مسند احمد، اورشرح سنن ابی داؤد بنام ''فتح الودود'' آپ کی حدیثی تصنیفی خدمات ہیں۔
۸۔علامہ نورالدین بن محمد صالح احمد آبادی المتوفی 1155ھ	آپ نے ''نور القاری شرح صحیح بخاری'' لکھی ہے۔
۹۔علامہ محمد ہاشم بن عبدالغفور بن عبدالرحمٰن سندھی المتوفی 1174ھ	''ترتیب صحیح البخاری علی ترتیب الصحابۃ'' آپ کی بہت مفید کتاب ہے۔
۱۰۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی المتوفی 1176ھ/1762ء	آپ نے مؤطاء کی دو شرحیں فارسی اور عربی میں لکھی ہیں۔نیز صحیح بخاری کی شرح بھی لکھی ہے۔

Marfat.com

۱۱۔ شیخ الامام المحدث قاضی ثناء اللہ پانی پتی المتوفی 1225ھ	"مبسوط الحدیث" (2 جلد) علم حدیث میں اور "تفسیر مظہری" تفسیر میں آپ کی بے نظیر تصانیف ہیں۔
۱۲۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی المتوفی 1239ھ/1842	محدثین کرام کی سوانح حیات پر مشتمل "بستان المحدثین" آپ کی بہترین تصنیف ہے۔
۱۳۔ شیخ قطب الدین بن محی الدین دہلوی المتوفی 1289ھ	آپ نے مشکوٰۃ المصابیح کی اردو شرح "مظاہر حق" کے نام سے لکھی ہے۔
۱۴۔ شاہ عبدالغنی بن شاہ ابی سعید مجددی المتوفی 1296ھ	مشہور محدث، مفسر، فقیہ ہیں۔ آپ نے سنن ابن ماجہ کی شرح "انجاح الحاجۃ" کے نام سے لکھی ہے۔
۱۵۔ شیخ احمد علی سہارنپوری المتوفی 1297ھ	محدثین وفقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے بخاری شریف کا حاشیہ آپ کی بڑی علمی خدمت ہے۔
۱۶۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ 1248ھ......1297ھ	محدث جلیل، فقیہ نبیل ہیں۔ شیخ احمد علی سہارنپوری کے شاگرد اور ان کے ساتھ بخاری شریف کے حاشیہ لکھنے کے کام میں تعاون کیا ہے متعدد قیمتی اور گرانقدر تصانیف ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے موسس اور بانی ہیں۔
۱۷۔ مولانا عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی 1264ھ......1304ھ	تقریباً 87 کتب کے مصنف ہیں۔

Marfat.com

۱۸۔میاں نذیر حسین محدث دہلوی المتوفی 1320ھ	علماء اہل حدیث میں سے مشہور محدث ہیں۔صاحب تصانیف بزرگ ہیں۔
۱۹۔نواب صدیق حسن خان المتوفی 1307	آپ نے ''عون الباری'' کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے۔
۲۰۔شیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری المتوفی 1908ء/1326ء	''المعلم شرح صحیح مسلم'' آپ کی تصنیف ہے ''الخیر الجاری شرح بخاری'' اور المصفی فی شرح المؤطاء آپ کی دیگر کتب ہیں۔
۲۱۔مولانا حافظ فخر الحسن گنگوہی المتوفی 1317ھ	سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد کی شرحیں لکھی ہیں۔مشہور و معروف محدث ہیں۔
۲۲۔مولانا رشید احمد گنگوہی 1244ھ......1323ھ	''لامع الدراری شرح صحیح البخاری'' اور ''الکوکب الدری شرح ترمذی'' آپ کی تقاریر حدیث کے مجموعے ہیں۔ جو آپ کے شاگردوں نے مرتب کیے ہیں۔آپ مشہور محدث وفقیہ ہیں۔
۲۳۔علامہ شمس الحق عظیم آبادی المتوفی 1329ھ	علماء اہل حدیث میں سے مشہور محدث ہیں۔''غایۃ المقصود (شرح ابی داؤد)'' اور التعلیق المغنی علی الدارقطنی''،علم حدیث میں آپ کی تصانیف ہیں۔
۲۴۔علامہ وحید الزمان المتوفی 1338ھ	آپ میاں نذیر حسین محدث دہلوی کے شاگرد ہیں۔آپ نے صحیح بخاری، صحیح مسلم،ترمذی اور موطاء کے اردو تراجم کیے ہیں،علماء اہل حدیث میں سے ہیں۔اس

Marfat.com

	کے علاوہ ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ کے تراجم بھی کیے ہیں اور یہ سب مطبوعہ ہیں۔
۲۵۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن 1268ھ......1339ھ/1920ء	حاشیہ ابی داؤد اور شرح الابواب والتراجم للبخاری وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں۔
۲۶۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری 1269ھ......1346ھ	''بذل المجہود شرح ابی داؤد'' (5 جلد) آپ کی بہترین خدمت حدیث ہے۔
۲۷۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری 1292ھ......1352ھ	شرح ترمذی شریف ''العرف الشذی'' آپ کے شاگرد مولانا محمد چراغ صاحب نے، فیض الباری شرح صحیح البخاری مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی اور آپ کے شاگرد مولانا سید احمد رضا صاحب بجنوری نے ''انوار الباری شرح صحیح البخاری'' کے نام سے آپ کے حدیثی افادات کو مدوّن کیا ہے۔
۲۸۔ محدث ابوعلی محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری المتوفی 1353ھ	''شرح ترمذی بنام تحفۃ الاحوذی'' آپ کی تصنیف ہے۔ علماء اہل حدیث میں سے ہیں۔
۲۹۔ شیخ محمد عبدالعزیز بن محمد نور المتوفی 1359ھ	''نبراس الساری علی اطراف البخاری'' آپ کا بہترین علمی کارنامہ ہے۔
۳۰۔ مولانا اشرف علی تھانوی 1280ھ......1362ھ	کثیر التصانیف عالم دین ہیں۔ آپ نے 800 سے زائد کتب/رسالے تصنیف کیے ہیں، قرآن حکیم کی تفسیر ''بیان القرآن'' (اردو) آپ کی مایۂ ناز تفسیر ہے۔

Marfat.com

۳۱۔مولانا حسین علی نقشبندی واں بھچراں میانوالی المتوفی 1364ھ	آپ نے ''معانی الآثار'' المعروف بہ طحاوی کی تلخیص ''تلخیص الطحاوی'' کے نام سے کی ہے۔
۳۲۔علامہ شبیر احمد عثمانی المتوفی 1369ھ/1949ء	''فتح الملہم شرح صحیح مسلم'' آپ کی بینظیر شرح ہے۔
۳۳۔العلامہ المحدث مولانا سید حسین احمد مدنی المتوفی 1377ھ	دار العلوم دیوبند میں مسلسل تیس سال درس حدیث دیا۔ آپ کے تقاریر درس حدیث کو ''معارف مدنیہ'' کے نام سے جمع کیا گیا ہے۔
۳۴۔مولانا بدر عالم میرٹھی المتوفی 1965ء/1395ء	ترجمان السنہ (4 جلد) آپ کی حدیث پر بہترین کتاب ہے اردو میں ان احادیث مبارکہ کی شرح کی گئی ہے۔
۳۵۔مولانا محمد یوسف بنوری المتوفی 1397ھ/1977ء	ترمذی کی شرح ''معارف السنن'' بہت مفید شرح ہے۔
۳۶۔مولانا مفتی محمود 1919ء/1400ھ/1980ء	شرح ترمذی شریف ''زاد المنتہیٰ'' کے نام سے لکھی ہے۔
۳۷۔مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی ولادت 1301ھ	''اعلاء السنن'' (20 جلد) آپ کی بہترین حدیثی خدمت ہے۔
۳۸۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا ولادت 1315ھ المتوفی 1981ء	آپ نے شرح موطاء، شرح بخاری شریف، شرح ترمذی اور شرح شمائل ترمذی کے نام سے کتب تحریر کی ہیں۔
۳۹۔مولانا محمد یوسف کاندھلوی ولادت 1335ء	آپ نامور عالم دین ہیں۔ حیات الصحابہؓ کے نام سے آپ کی تصنیف شہرہ آفاب حیثیت ہے۔

Marfat.com

۴۰۔مولانا عبدالحق۔اکوڑہ خٹک المتوفی 1409ھ/1988ء	شرح ترمذی بنام ''حقائق السنن'' لکھی ہے۔
۴۱۔مولانا عبدالرشید نعمانی	آپ نے بہت سی شروح سمیت مقدمہ مؤطاء/ مقدمہ مسند امام اعظم اور امام محمد کی کتاب الآثار کا مقدمہ اور مقدمہ ابن ماجہ تحریر کیے ہیں۔
۴۲۔سید عبداللہ شاہ حیدر آبادی	جلیل القدر محدث ہیں۔مشکوٰۃ المصابیح کے طرز پر آپ نے پانچ جلدوں میں ''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے ایک مجموعہ تیار کیا ہے۔
۴۳۔مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلوی	مشہور و معروف جلیل القدر محدث تھے ''الطیب الشذی فی شرح الترمذی'' نہایت محققانہ طرز پر لکھی ہے۔
۴۴۔العلامہ محدث محمد بن علی الشہیر بظہیر احسن النیموی عظیم آبادی	عظیم محدث تھے۔آپ نے احادیث کا مجموعہ ''آثار السنن'' کے نام سے جمع فرمایا۔
۴۵۔شیخ فخر الدین بن محب اللہ بن نور اللہ دہلوی	''تیسیر القاری شرح صحیح البخاری'' آپ کی تصنیف ہے۔
۴۶۔مولانا محمد چراغ	آپ نے ''العرف الشذی'' کے نام سے شرح ترمذی مرتب کی ہے۔
۴۷۔مولانا محمد حنیف گنگوہی	آپ نے سنن ابی داؤد کی شرح اردو میں ''فلاح و بہبود'' کے نام سے لکھی ہے۔

درج بالا صفحات میں تدوین و حفاظت حدیث کے نقطۂ نظر سے جو تفصیلات درج کی گئی ہیں، وہ از خود ایک انصاف پسند فرد کی تسلی کے لیے کافی ہیں۔تاہم ذیل میں قرآن و حدیث کا باہمی تعلق اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تدوین حدیث کا ایک نہایت

Marfat.com

مختصر سا جائزہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (1992) کی کتاب سے اخذ کر کے درج کیا جا رہا ہے۔ جس سے اس تمام بحث کو ایک نظر میں دیکھنے میں آسانی رہے گی۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات میں تدوین حدیث کا ایک اجمالی جائزہ:

حدیث کی دو بڑی قسمیں بیان کی جاسکتی ہیں۔ ایک سرکاری مراسلے اور دوسرے صحابہ کا اپنے طور پر محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کا جمع کرنا۔ سرکاری مراسلے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ازخود تحریر کرائے اور مختلف لوگوں کو بھیجے یا دیئے۔ وہ مختصراً ذیل میں درج ہیں:

☆ ...... ہجرت سے سات آٹھ سال قبل (تقریباً سن 5 نبوت میں) محمد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بعض مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے۔ اس سلسلے کی ایک دستاویز یا خط جو محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو دیا کہ وہ خط نجاشی کو پہنچادیں جو حبشہ کا حکمران تھا۔

☆ ...... دوسرا مراسلہ تمیم داری کو دیا گیا جنہوں نے شام سے آ کر اسلام قبول کیا۔ اس نے محمد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کی فوج میرے ملک (شام) کو فتح کرے گی۔ جب یہ ہو تو مجھے فلاں فلاں گاؤں بطور جاگیر مرحمت فرمائے جائیں۔ جس پر آپ نے ایک دستاویز اسے دی۔

☆ ...... تیسرا سرکاری مراسلہ یا امان نامہ سراقہ بن مالک کو ہجرت مدینہ کے موقع پر دیا گیا۔ جب اس نے آپ ﷺ کا تعاقب کر کے آپ ﷺ کو گرفتار کرنے اور کفار مکہ سے انعام لینے کے لیے اقدام کیا۔ اس اثنا میں کئی معجزات پیش آئے جس پر سراقہ نے محمد رسول اللہ ﷺ سے پروانۂ امن کی درخواست کی جو اسے دے دیا گیا، بعد میں وہ مسلمان بھی ہو گیا۔

☆ ...... مدینہ پہنچ کر محمد رسول اللہ ﷺ کے سرکاری تحریروں کی تعداد روز بروز بڑھتی گئی۔ اس میں مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد (مردم شماری) کے کاغذات بہت اہم ہیں۔

Marfat.com

☆......غالباً سن 1 ہجری میں دستور مملکت لکھا گیا۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں رہنے والے سات گروہوں کے مختلف قبائل مثلاً اوس اور خزرج اور یہودی، عیسائی مذہب کے لوگوں کے ساتھ تحریری صورت میں کیا یاد رہے کہ اوس وخزرج میں وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ بھی جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور ان سے کہا کہ ہم سب مل کر ایک مشترکہ حکومت بنائیں تا کہ بیرونی حملہ آوروں سے مل کر مقابلہ کیا جا سکے۔ چونکہ تجویز بہت معقول تھی اس لیے اکثر قبیلوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس کے علاوہ بھی اس دستور میں بہت سے نکات مثلاً عدالت، انشورنش (یعنی بیمہ زندگی) مذہبی آزادی وغیرہ شامل تھے۔

☆......اس دستوری معاہدے سے قبل محمد رسول اللہ ﷺ نے انصار مدینہ اور مہاجرین کے درمیان مواخات (بھائی چارے) کا انتظام فرمایا۔ اس کے تحت مہاجرین کی گزر بسر کا بندوبست کیا گیا۔

☆......دستور مدینہ کی تدوین کے بعد آپ ﷺ نے اسی طرح کے معاہدے، مدینہ کے گردونواح میں رہنے والے مختلف قبائل سے کیے۔

☆......اس نظام کے بعد آپ ﷺ نے بے شمار ایسی دستاویزات لکھوائیں جن میں زمینوں کی خرید وفروخت یا کسی غلام کو آزادی کا پروانہ دینا۔

☆...... مملکت اسلامی کے وسعت پکڑنے پر مختلف علاقوں کے گورنروں کی تعیناتی کے پروانے اور انہیں تحریری ہدایات کی دستاویزات دینا شامل ہیں۔ غرض کہ سرکاری تحریروں کا جو ریکارڈ ہم تک پہنچا ہے اس کے مطابق ان کی تعداد 400 ہے۔ ان میں کچھ تبلیغی نوعیت کے خطوط بھی شامل ہیں جو قیصر وکسریٰ کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے لکھے گئے۔

درج بالا سرکاری دستاویزات کے علاوہ وہ احادیث جو مختلف صحابہ کرام نے اپنے طور پر تحریر کیں، ان کا ذکر درج بالا صفحات میں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

Marfat.com

باب نہم:

غلطی ہائے مضامین

(احادیث پر شکوک وشبہات کا جائزہ)

گذشتہ صفحات میں ہم نے بتایا ہے کہ مستشرقین اور ان کے ہم نوا آزاد خیال نام نہاد مسلمان اصحاب نے احادیث پر مختلف اقسام کے اعتراضات کیے ہیں۔ جہاں تک مستشرقین کے اعتراضات کا تعلق ہے تو وہ سمجھ میں آتے ہیں کہ ان کی غرض و غایت کیا ہے۔ تاہم ''نام نہاد مسلم اہل علم'' نے بھی اپنے مستشرق اساتذہ کی راہ نمائی میں وہ تمام اعتراضات نقل کر دیئے ہیں۔ حیرت تو اس امر پر ہوتی ہے کہ اعتراضات کے علاوہ بعض اوقات تو دلائل اور الفاظ بھی وہی ہیں جو مستشرقین نے استعمال کئے ہیں...... دراصل انہوں نے یہ جرأت اس لیے کی کہ انگریزی میں شائع شدہ کتب سے بالعموم عوام الناس تو کجا صحیح الفکر مسلم اہل علم بھی بہت کم اعتناء کرتے ہیں اس لیے وہ نہایت جرأت بلکہ ڈھٹائی کے ساتھ وہ تمام باتیں نقل کر دیتے ہیں جو ان کے اساتذہ نے لکھی ہوتی ہیں۔ ذیل میں چند اہم ترین اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

ا۔ احادیث کی کثرت تعداد:

احادیث کے بارے میں ایک اعتراض (جو دراصل ایک شبہ کی صورت میں کیا جاتا ہے) کہ امام احمد بن حنبل کے پاس سات لاکھ احادیث تھیں علاوہ ان احادیث کے جو مستند نہ تھیں یا جنہیں انہوں نے رد کر دیا تھا۔ اسی طرح امام ابوزرعہ کو بھی جو ایک بہت مشہور حافظِ حدیث ہیں، اسی تعداد میں احادیث یاد تھیں۔ مزید برآں، امام بخاری کے بارے میں بھی یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں بھی دو لاکھ غیر مستند/غیر صحیح اور ایک لاکھ صحیح احادیث

Marfat.com

یاد تھیں۔ امام مسلم نے اپنی کتاب کے لیے تین لاکھ احادیث سے انتخاب کیا تھا جو انہوں نے سنی تھیں...... اس جگہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا احادیث کی اتنی زیادہ تعداد صحیح ہے جن کا ذکر روایات میں آتا ہے؟...... یہ امر بہت سے لوگوں کے لیے حیرت اور تعجب کا باعث بنتا ہے!...... لوگ پوچھتے ہیں کہ اگر امام بخاری کو اتنی زیادہ تعداد میں احادیث معلوم تھیں تو پھر انہوں نے ان تمام احادیث کو اپنی کتاب صحیح بخاری میں کیوں درج نہ کیا؟...... لوگوں کے ذہن میں اس قسم کے سوالات کا آنا، نتیجہ ہے اس بات کہ وہ علم حدیث کی مخصوص اصطلاحات اور ان کے معنی و مفہوم سے آگاہ نہیں ہوتے (یہ ظاہر ہے کہ ہر علم کی اپنی مخصوص اصطلاحات اور اشارات و رموز ہوتے ہیں جنہیں سمجھے بغیر اس علم کی تفصیلات کو سمجھنا ناممکن ہوتا ہے)۔

صورت حال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال، ہم تک راویوں کی ایک مسلسل اور متصل سند کے ذریعے پہنچے ہیں۔ یوں زبانی روایات کی تصدیق بھی ان افعال واعمال سے ہوتی ہے جو امت مسلمہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے رائج ہیں (اور جنہیں سنت کہا جاتا ہے) مثال کے طور پر مختلف ممالک میں لوگ پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ وہی طریقہ ہے جو ہمیں احادیث کی روایت سے معلوم ہوا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔ اسی طرح امت کو یہ یقین ہے کہ نماز میں رکعتوں کی تعداد، رکوع و سجود کرنے کا طریقہ بعینہ وہی ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے احادیث کے ذریعے ہمیں ملا ہے۔ بعینہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے دیگر اعمال بھی ہمیں سند متصل کی انہی روایات حدیث کے ذریعے سے ملے ہیں۔ ہم اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور بعد میں آنے والے اہل علم، محمد رسول اللہ ﷺ کے افعال کے بارے میں اپنی معلومات کی تکمیل کرتے رہتے تھے چاہے انہیں اس کے لیے کتنی ہی تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ دراصل صحابہ کرام اور دیگر اہل علم کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ وہ کوئی سی بھی ایک حدیث جس قدر صحابہ کرام یا راویان سے ممکن ہو، سن سکیں۔ علم حدیث کے رو سے اس قسم کی روایات کو دوسرے راوی

Marfat.com

سے سننے کے عمل کو ''متابعت'' کہتے ہیں۔اس طرح طلباء بھی احادیث کو اپنے استاد کے علاوہ کسی دوسرے صحابی/محدث/عالم سے سننے کو ترجیح دیتے تھے۔اس کا یہ مقصد ہوتا تھا کہ ایک حدیث کو ایک سے زائد اسناد/راویوں سے سن کر اس کی تصدیق و توثیق کر لی جائے......اس طرح اس طریق کار کو علم حدیث کی اصطلاح میں ''متابعت وشواہد'' کہا جاتا ہے......''جب کوئی محدث یہ کہتا ہے کہ میرے پاس ایک لاکھ احادیث ہیں تو ایک لاکھ احادیث سے ایک لاکھ احادیث کا متن مراد نہیں ہوتا بلکہ ان کی مراد اس variation سے ہوتی ہے کہ وہ بیس آدمیوں کے پاس گئے، ان سے جا کر ایک روایت کی تحقیق کی اور حدیث کا متن سنا۔یوں یہ بیس حدیثیں ان کے پاس جمع ہوگئیں۔ اب وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے (راوی کا فرضی نام) بیس احادیث حاصل کیں۔ وہی ایک روایت بیس اور آدمیوں سے حاصل کی گئی تو وہ کہیں گے کہ میں نے مزید بیس احادیث حاصل کیں۔بیس یہ ہوگئیں، بیس شعبہ کی ہوگئیں تو کل چالیس ہوگئیں حالانکہ اصل میں متن بہت کم ہوں گے۔ممکن ہے چار ہوں۔ممکن ہے پانچ ہوں۔محمد رسول اللہ ﷺ کے بعض ارشادات ایسے ہیں کہ اگر ان کے سارے طرق اور ساری روایات کو جمع کیا جائے تو ان کی مقدار کئی کئی سو بنتی ہے۔مشہور حدیث ہے:''انما الاعمال بالنیات'' اس کے سارے طرق ملا کر سات سو ساڑھے سات سو ہیں۔ساڑھے سات سو طریق سے یہ روایت آتی ہے۔اب محدث کہے گا کہ میرے پاس ساڑھے سات سو طریق یا ساڑھے سات سو احادیث ہیں۔لیکن اصل میں حدیث ایک ہی ہے۔امام بخاری نے یہ کام کیا کہ وہ ایک ایک حدیث کو کنفرم اور ری کنفرم اور ویریفائی (varify) اور ری ویریفائی اور ری ری ویریفائی کرنے کے لیے درجنوں آدمیوں کے پاس گئے۔ سینکڑوں اساتذہ کے پاس جا کر ایک ہی حدیث مختلف سندوں سے حاصل کی۔ایک کو دوسرے سے کولیٹ (collate) (منطبق) کیا۔یوں ان میں سے جو بہترین سند تھی اس کو انہوں نے اپنی کتاب میں نقل کیا۔ساری روایتیں اور ساری سندیں نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔لہٰذا جب امام بخاری یہ کہتے ہیں کہ میں نے چار لاکھ احادیث میں

Marfat.com

سے صحیح بخاری منتخب کی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک ایک حدیث کو میں نے سینکڑوں مرتبہ ویریفائی کیا۔ درجنوں شیوخ اور صحابہ کی روایات کو جمع کیا اور پھر ان میں سے جو سند مجھے سب سے زیادہ بہترین لگی میں نے اس کو اختیار کرلیا۔ اور باقی سندوں کو نظر انداز کر دیا لہٰذا جب تعداد بیان کی جاتی ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے۔'' (محمود غازی' ۲۰۰۹)

احادیث کی زیادہ تعداد کے بارے میں ڈاکٹر غازی مرحوم نے مزید لکھا کہ ''ایک بزرگ تھے حضرت ابراہیم بن سعید، جو امام مسلم کے اساتذہ میں سے تھے۔ امام مسلم نے ان سے روایات لی ہیں۔ ان سے ایک محدث ملنے کے لیے گئے اور ان سے کہا کہ میں آپ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فلاں روایت سننا چاہتا ہوں۔ آپ کی سند سے وہ کیسے پہنچی۔ گویا یہ ویریفیکیشن (verification) کی ایک قسم تھی۔ انہوں نے اپنے ملازم سے کہا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جو روایات ہیں ان کی ۲۳ ویں جلد لے آؤ۔ اب ان صاحب نے حیرت کے ساتھ سوچا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ساری روایات ملا کر بھی شاید چالیس اور پچاس سے زیادہ نہیں بنتیں۔ جو زیادہ سے زیادہ دس پندرہ صفحات کے ایک کتابچہ میں سما سکتی ہیں۔ تو یہ ۲۳ ویں جلد کہاں سے آ گئی؟ انہوں نے پوچھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تو ساری روایات ملا کر چالیس پچاس کے لگ بھگ بنتی ہیں۔ ان کی مرویات کی ۲۳ ویں جلد کہاں سے آئی؟ اس پر انہوں نے کہا کہ جب تک میرے پاس کسی ایک روایت کے سو طریق جمع نہ ہو جائیں اس وقت تک میں اس کو مستند نہیں سمجھتا اور نہ آگے بیان کرتا ہوں۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہر روایت کے کم از کم سو سو طرق جمع کر کے ایک ایک جلد میں مرتب کر رکھے ہیں۔ یہ حدیث جو آپ بیان کر رہے ہیں یہ ۲۳ ویں جلد میں ہے۔ حدیث ایک ہے، باقی ساری اس کی سندیں ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کس کس نے سنا اور انہوں نے کہاں کہاں بیان کیا؟''

''اب سو سو سندیں اس طرح بنیں، کہ ایک صاحب حدیث سن کر کوفہ چلے گئے۔ جب انہوں نے وہاں اس روایت کو بیان کیا۔ وہاں سینکڑوں شاگردوں نے اس ایک حدیث کو سنا تو کوفہ میں الگ سندیں وجود میں آ گئیں۔ ایک دوسرے صاحب سن کر بصرہ

Marfat.com

چلے گئے تو بصرہ میں الگ الگ سندیں ہو گئیں۔اب یہ بزرگ پہلے بصرہ گئے، وہاں سے سن کر پھر کوفہ گئے۔اس طرح سے انہوں نے کئی کئی جلدوں میں اس پورے سلسلۂ اسناد کو جمع کیا۔اس طرح اس عمل کے ذریعے روایات اور متنوں کا باہمی مقابلہ (collate) کیا گیا۔یہ کوئی آسان عمل نہیں تھا لیکن اس کے نتیجے میں راویوں کی بھول چوک کا اور اگر ان کی کوئی کمزوری ہے اس کا پورا پورا اندازہ ہو جایا کرتا تھا۔''

یہاں محدثین کرام کی علمی دیانت کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے تمام مختلف روایات کو، جس جس شخص نے بھی اس کی روایت کی، نہایت ایمانداری کے ساتھ من و عن (قطع نظر اس امر کے کہ اس میں چند الفاظ کی تبدیلی/ تاخیر/ ادلی بدلی ہو) جمع کر دیا حتیٰ کہ کسی قسم کے سقم یا خامی کی بھی نشان دہی کر دی کہ کوئی راوی امانت و دیانت، تقویٰ، علم دین کے فہم، تعلیمی قابلیت، اپنی شہرت اور اعمال کے لحاظ سے کس درجے کا ہے (اس علم کو علم اسماء الرجال کہتے ہیں)...... یاد رہے کہ احادیث کے مختلف مجموعوں میں اس قسم کی متعدد احادیث ہیں جن کے راویوں کی تعداد 8 سے 10 تک ہے (اس طرح ان احادیث کی تعداد بھی گنتی کے لحاظ سے 8، 10 ہو جاتی ہے) امام ترمذی نے اپنی کتاب سنن ترمذی میں ہر حدیث کے بعد ان صحابہ کرام کے نام بھی درج کر دیئے ہیں جنہوں نے کوئی حدیث روایت کی تھی۔اس کے علاوہ بھی کچھ کتب ایسی ہیں جن میں راویان حدیث کے نام درج ہیں جنہوں نے کوئی حدیث روایت کی ہو...... درحقیقت یہی وجہ ہے کثرتِ احادیث کی جو سینکڑوں یا ہزاروں کی تعداد میں بیان ہوئی ہیں۔

یہاں اس امر کی صراحت بھی ضروری ہے کہ آغاز کار میں حدیث کی اصطلاح کا اطلاق بالخصوص محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال پر ہوتا تھا۔تاہم اس کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام افعال واعمال، خطبات اور فرامین اور خطوط جو مختلف بادشاہوں کو لکھے گئے، ان کو بھی حدیث کی اصطلاح کے تحت لے آیا گیا۔مزید برآں، اس کے بعد اقوال صحابہ اور فتاویٰ تابعین اور تبع تابعین کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ظاہر ہے کہ اس طرح احادیث کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ابن جوزی نے مختلف احادیث کی تعداد کا ذکر

Marfat.com

کرنے کے بعد یہ لکھا ہے کہ احادیث کی کثرت تعداد کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اس تعداد میں مختلف احادیث کا ٹیکسٹ یعنی عبارت بھی ہو بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ کتنے مختلف طریقوں اور راویوں کے ذریعے سے کوئی حدیث بیان ہوئی ہے۔

''درج بالا تصریحات کے بعد، اب احادیث کی کثرت تعداد جو لاکھوں میں بیان ہوئی ہے، کا پس منظر سمجھ میں آنا مشکل نہیں ...... یہ امر کہ صحیح بخاری میں مستند احادیث کی کل تعداد 2602 ہے جبکہ صحیح مسلم میں تعداد 4000 ہے۔ ان دونوں مجموعوں میں اکثر احادیث مشترک ہیں۔ مزید برآں، مؤطا امام مالک میں، جسے صحیح بخاری پر بھی فوقیت حاصل ہے، میں کل 697 احادیث ہیں۔ اگر تمام اقسام کی احادیث (صحیح، حسن، ضعیف) وغیرہ کا حساب لگایا جائے تو حدیث کے چھ مشہور ترین مجموعوں میں جو احادیث روایت ہوئی ہیں نیز جو مسند احمد اور دوسرے مجموعہ ہائے احادیث میں ہیں، ان سب کی مجموعی تعداد 50,000 سے تجاوز نہیں کرتی۔ اس تعداد میں تمام اقسام کی احادیث شامل ہیں تاہم تمام مجموعہ ہائے احادیث کی اچھی طرح سے جانچ پڑتال کرنے کے بعد (مگر ابن جوزی کو چھوڑتے ہوئے، جن کا احادیث کو پرکھنے کا معیار بہت بلند اور سخت ہے اور حاکم کی روایات کو شمار کرتے ہوئے، جن کا معیار انتخاب حدیث سب سے نرم اور آسان ہے) صحیح احادیث کی کل تعداد 10,000 سے کسی صورت بھی تجاوز نہیں کرتی۔ سیّد مناظر احسن گیلانی کے قول کے مطابق اگر ہم وہ تمام خطوط، معاہدے اور احکامات جو مختلف لوگوں کو زمین دینے کے بارے میں محمد رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمائے، کو بھی حدیث کی اصطلاح میں شامل کرلیں تو ان کی تعداد چند سینکڑوں سے زائد نہیں ...... ایک شخص کو اس امر پر حیرت ہوتی ہے کہ اس تمام تر تحریری احادیث کے علاوہ، جو محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور صحابہ کے دور میں جمع ہوئیں، وہ 10,000 ہی نہیں بلکہ مجموعہ ہائے احادیث میں اس سے زائد تعداد درج ہے۔ اس بات کی اس امر سے تصدیق ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے 5374 احادیث مروی ہیں جو ایک مجموعۂ حدیث میں جمع ہیں۔ اس کتاب کے باب نمبر ہفتم میں ہم نے ان تمام صحائف کا ذکر کیا ہے جو بشر بن

Marfat.com

نہیک، ہمام بن منبہ (دونوں حضرات، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگردانِ خاص تھے) اور دیگر حضرات نے اکٹھے کیے تھے۔

ذیل میں ہم مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کردہ احادیث کی تعداد درج کر رہے ہیں جو مختلف کتب حدیث میں درج ہیں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	5374
☆ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	درج بالا سے زائد تعداد
☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ	2086
☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	1506
☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	2010
☆ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما	2660
☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما	1630

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ......ان کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

یاد رہے کہ یہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر ہے جنہوں نے 1000 سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔ ایسے اصحاب کو مکثرین کہتے ہیں، تاہم چند ایسے اصحاب بھی تھے جنہوں نے احادیث کے مجموعے مدون کیے، ان میں وائل بن حجر، ابوشاہ یمنی، عمرو بن حزم، سعد بن عبادہ اور حضرت علی، عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض:

گولڈ زیہر اور اس کے شاگرد جوزف شاخت، (دونوں جرمن یہودی مستشرق ہیں) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پر کثرت احادیث کا الزام لگاتے ہوئے یہ بدگمانی پھیلائی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تو سن سات ہجری میں اسلام قبول کیا اور سات ہجری کے بعد گویا صرف تین سال ان کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔ ان سے جو روایات ہیں وہ ساڑھے پانچ ہزار بتائی جاتی ہیں اور ان صحابہ کی روایات تھوڑی ہیں جو

Marfat.com

طویل عرصہ تک محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے (مثلاً حضرت ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما)، یہ گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نعوذ باللہ غلط بیانی کرتے تھے۔ مستشرقین کے اس الزام پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود غازی (2010) نے یہ کہا کہ ''ہمارے منکرین حدیث میں بہت زیادہ اور تجنیلٹی نہیں ہے۔ وہ تمام باتیں مغربی لوگوں کی ہی دہراتے ہیں۔ ہمارا کوئی منکر حدیث ایسا نہیں جس نے کوئی نئی بات اپنی طرف سے نکالی ہو۔ اس تبصرے کے بعد وہ اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہیں کہ ضیاء الرحمٰن اعظمی نے (جو 15 سال کی عمر تک ہندو تھے اور پھر اسلام لائے) اور گذشتہ 25-30 سال سے سعودی عرب میں مدینہ منورہ کے جامعہ اسلامیہ میں حدیث کے استاد ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ساری روایات کو کمپیوٹر کی مدد سے جمع کیا ہے۔ ان کے تمام طرق (راویان/ اسناد) کو جمع کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان کے جو متون (اقوال/ احادیث) ہیں وہ کل 1500 کے قریب ہیں۔ باقی سب طرق ہیں۔ پندرہ سو متون کا ایسے آدمی کے لیے یاد رکھنا جو لکھتا بھی ہو تین سال میں کوئی مشکل بات نہیں۔ روزانہ اوسطاً دو تین حدیثیں بھی نہیں بنتیں۔ ایک آدمی تین چار پانچ احادیث تو روزانہ لکھ سکتا ہے اور یاد بھی کر سکتا ہے۔ اس میں ایسی کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ بات ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب کی کتاب (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ و مرویات) میں موجود ہے۔''

۲۔ تدوین حدیث، 200 سال بعد:

مستشرقین اور پاکستان میں منکرین حدیث کی جانب سے یہ مغالطہ بڑی شد و مد کے ساتھ پھیلایا گیا ہے کہ احادیث کی تدوین محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے 200 سال بعد ہوئی۔ گزشتہ صفحات میں درج تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ احادیث کے تحریری مجموعے (صحائف) محمد رسول اللہ ﷺ کی حینِ حیات میں تحریر ہو گئے تھے۔ اس لیے اس مغالطے کی نفی کرنے کے لیے وہی مواد کافی ہے تاہم اس مغالطے کی مزید تردید کے لیے دیگر تاریخی حقائق و شواہد بھی موجود ہیں۔ تاریخ اس امر کا ثبوت واضح انداز میں

Marfat.com

فراہم کرتی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد صحابہ کرام ﷺ کی ایک بہت بڑی تعداد ایک طویل عرصے تک (120 سال) زندہ رہی۔ اس طرح درمیانی وقفہ صرف 80 سال رہ جاتا ہے جب کہ حدیث کے مشہور ترین مجموعوں (صحاح ستہ) کی تدوین ہوئی۔

تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت انس 100 سال تک (اور بعض روایات کے مطابق مزید اسے ۳ سال تک) زندہ رہے۔ ظاہر ہے کہ اس تمام دور میں وہ احادیث کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہوں گے۔ اس طرح ایک دوسرے صحابی ہرمس بن زیاد بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 112 سال تک زندہ رہے۔ محمد بن ربیع 109 سال تک زندہ رہے اور ایک چوتھے صحابی (حضرت ابوطفیل) جن کا اصل نام عامر بن واثلہ ہے، جن کی شخصیت سب سے آخری صحابی کے طور پر معروف ہے اور جن کی وفات پر ''دور صحابہ'' کا اختتام ہوتا ہے، ان کا انتقال 110 ہجری میں مکہ میں ہوا۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، محمد رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال کے بارے میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے یہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کا دور محمد رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد 120 سال یا اس کے بعد تک کے عرصے پر محیط ہے۔ یہ امر باعث دلچسپی ہے کہ نہ صرف درج بالا چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک طویل عرصے تک زندہ رہے بلکہ بہت سے دیگر صحابہ بھی ایک طویل عرصے تک زندہ رہے۔ گوشوارہ نمبر ۵ میں ان 30 صحابہ کرام کے اسمائے گرامی درج کیے جا رہے ہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد 62 سے 86 سال تک زندہ رہے۔ (مناظر احسن گیلانی)

Marfat.com

گوشوارہ نمبر ۵: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو طویل عرصے تک زندہ رہے

اسماء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد کتنے سال زندہ رہے	مقام وفات
۱۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ	84 سال	مدینہ منورہ
۲۔ حضرت مرشد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	79 سال	مدینہ منورہ
۳۔ حضرت عبداللہ بن بسر المزنی رضی اللہ عنہ	84 سال	شام
۴۔ حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	81 سال	مدینہ منورہ
۵۔ حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	77 سال	کوفہ
۶۔ حضرت عتبہ بن عبدالسلمی رضی اللہ عنہ	77 سال	کوفہ
۷۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ	77 سال	شام
۸۔ حضرت عابد بن عبدالحارث بن جز رضی اللہ عنہ	77 سال	مصر
۹۔ حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ	86 سال	شام
۱۰۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ	80 سال	مدینہ منورہ
۱۱۔ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ	75 سال	کوفہ
۱۲۔ حضرت ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ	75 سال	کوفہ
۱۳۔ حضرت عمرو بن سلمہ الجرمیٰ (واؤ پڑھا نہیں جاتا۔ یہ علامت ہے کہ یہ عَمر ہے عُمر نہیں)	75 سال	شام
۱۴۔ واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ	75 سال	مصر
۱۵۔ حضرت عتبہ بن الندر رضی اللہ عنہ	74 سال	بصر
۱۶۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ	75 سال	عرب کے علاقوں میں

Marfat.com

۱۷۔ زید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ	68 سال	کوفہ
۱۸۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ	65 سال	شام
۱۹۔ حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ	65 سال	مدینہ منورہ
۲۰۔ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ	64 سال	عرب کے علاقوں میں
۲۱۔ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ	64 سال	مدینہ منورہ
۲۲۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ	64 سال	مدینہ منورہ
۲۳۔ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ	64 سال	کوفہ
۲۴۔ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ	64 سال	کوفہ
۲۵۔ حضرت سعید بن خالد الجہنی رضی اللہ عنہ	63 سال	مدینہ منورہ
۲۶۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا	63 سال	مدینہ منورہ
۲۷۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما	63 سال	مدینہ منورہ
۲۸۔ حضرت عوف بن مالک الاشجعی رضی اللہ عنہ	63 سال	مدینہ منورہ
۲۹۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ	62 سال	مدینہ منورہ
۳۰۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ	68 سال	مدینہ منورہ

واضح رہے کہ اس فہرست میں مزید اضافہ بھی ممکن ہے تاہم یہ ثابت کرنے کے لیے یہ فہرست بھی کافی ہے کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، طویل عرصے تک زندہ رہی۔ ظاہر ہے کہ 100 سال تک زندہ رہنے والے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ سوچنا بھی بہت بڑی جسارت ہو گی کہ وہ اس تمام عرصے کے دوران، اس مقدس فریضہ توسیع و اشاعت حدیث سے غافل رہے ہوں گے۔ اور یوں مملکت اسلامی کے مختلف شہر/ علاقے حدیث کی جلوہ ریزیوں اور تابانیوں سے محروم رہ گئے ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جذبۂ والہانہ سے جو انہیں علم حدیث کے ساتھ تھا، یہ امر ناممکن ہے کہ وہ اس فریضے سے غافل رہے ہوں گے!

Marfat.com

مزید برآں، اس فہرست میں وہ چند رجال عظیم شامل نہیں جن کی روایات حدیث کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ ان میں مشہور ترین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ امر معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما 78 سال بعد از رحلت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ اس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ 69 سال اور ام المؤمنین رضی اللہ عنہا بھی 68 سال تک زندہ رہیں۔ یہ تمام اصحاب حدیث کی اشاعت کے ذریعے امت مسلمہ کی 100 سال تک راہ نمائی کرتے رہے!

ہمارے اس مؤقف کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے جو اعداد و شمار سن پیدائش اور وفات کے بارے میں حدیث کی چھ کتب (صحاح ستہ) کے مصنفین کے بارے میں درج کیے جا رہے ہیں اگر ہم معترضین (مستشرقین اور منکرین حدیث) کی یہ بات فرض بھی کر لیں کہ احادیث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لکھی گئیں تو پھر یہ وقفہ زیادہ سے زیادہ 125 یا 150 سال بنتا ہے۔ واضح رہے کہ اگر ہم درج بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحاح ستہ کے مصنفین کا تقابلی جائزہ لیں تو پھر بعد میں بچنے والی مدت بہت کم ہو جاتی ہے۔

- ☆ امام بخاری (صحیح بخاری) — 194-254 ہجری
- ☆ امام مسلم (صحیح مسلم) — 204-261 ہجری
- ☆ امام ابوداؤد (سنن ابوداؤد) — 202 ہجری
- ☆ امام ترمذی (سنن ترمذی) — م 272 ہجری
- ☆ امام نسائی (سنن نسائی) — 216-303 ہجری
- ☆ امام ابن ماجہ (سنن ابن ماجہ) — 209-272 ہجری

۳۔ محدثین کی بے مثال یادداشت:

حفاظتِ حدیث کے سلسلے میں ایک اور خداداد اور بے مثال صفت جس سے محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم (اور اہل عرب بالعموم) بہرہ ور تھے، وہ ان کی یادداشت تھی۔ (جس کی چند مثالیں پہلے درج کی جا چکی ہیں) اہل عرب کی یادداشت ایک خداداد صفت اور صلاحیت

Marfat.com

تھی جس نے قبولیتِ اسلام کے بعد ایسی حیرت انگیز ترقی کی جس کی وجہ سے قرآن کریم اور حدیث کی توسیع و اشاعت بہت آسان ہوگئی۔ قرآن کریم کا حفظ ایک ایسا معجزہ ہے کہ آج بھی، دنیا کے طول و عرض میں، لاکھوں کی تعداد میں حفاظ کرام پائے جاتے ہیں جو نہ صرف روزانہ قرآن کریم کا ورد کرتے ہیں بلکہ رمضان المبارک میں تراویح میں رات کو ایک پارہ سے زائد حصہ لوگوں کو سناتے ہیں۔ تاہم دورِ اول کے مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم) نے حفظ حدیث کا بھی اہتمام کیا تھا۔ مختلف کتب میں اہل علم نے کئی مثالیں درج کی ہیں جن میں حفّاظ حدیث کا امتحان لیا گیا۔ ذیل میں اس سلسلے کی دو مثالیں درج کی جارہی ہیں:

☆ پہلے اموی بادشاہ مروان بن حکم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یادداشت کے بارے میں شک پڑ گیا۔ اس نے انہیں بلوایا اور اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ وہ پسِ پردہ بیٹھ کر وہ تمام احادیث لکھتا جائے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کریں۔ سیکرٹری نے وہ تمام احادیث نقل کرلیں جنہیں مروان نے حفاظت سے رکھ لیا۔ ایک سال کے بعد اس نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دوبارہ بلایا اور ان سے وہی احادیث دوبارہ روایت کرنے کو کہا جبکہ بادشاہ کا سیکرٹری پرانے مسودے کو لے کر پس پردہ تمام احادیث کا تقابلی مطالعہ کرتا رہا۔ بعد میں سیکرٹری نے بادشاہ کو بتایا کہ لکھے گئے مسودے اور زبانی روایت کردہ احادیث میں ایک سال کے بعد ایک حرف کا بھی فرق نہیں پایا گیا!

☆ علم اسماء الرجال کی کتب میں امام ابنِ شہاب زہری کے بارے میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ایک دوسرے اموی بادشاہ ہشام بن عبدالملک نے زہری کا امتحان لیا۔ ایک دفعہ امام زہری جب بادشاہ کے دربار میں آئے تو ہشام نے ان سے درخواست کی کہ شاہزادے کے لیے چند احادیث کی املا کرادیں۔ امام زہری نے 400، احادیث املا کرادیں جسے ایک کاتب نے لکھ لیا۔ ایک ماہ کے بعد جب امام زہری دوبارہ بادشاہ کے دربار میں گئے تو ہشام نے ان سے کہا کہ وہ

Marfat.com

احادیث دوبارہ املا کرادیں کہ پہلے سے نقل کردہ احادیث کا مجموعہ کہیں گم ہو گیا ہے۔ امام زہری نے دوبارہ وہی 400، احادیث املا کرادیں۔ جب وہ دربار سے چلے گئے تو ہشام نے ان دونوں مسودات کا تقابلی جائزہ لیا...... اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جبکہ دونوں مسودات میں ایک حرف کا فرق بھی نہیں پایا گیا۔

یہ دونوں واقعات نہ صرف محدثین کی قوت حافظہ کے عدیم النظیر ہونے پر شاہد ہیں بلکہ حدیث کے تحریر کیے جانے کے بھی واضح ثبوت ہیں۔ اگرچہ ماضی بعید میں اس قسم کی یادداشت کی مثالیں بہت منفرد حیثیت کی حامل دکھائی دیتی ہیں لیکن فی زمانہ بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں حفاظ قرآن موجود ہیں جو قرآن کی سورتوں میں ان آیات کی نشان دہی کر سکتے ہیں جو مختلف سورتوں میں بیان ہوئی ہیں...... یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، احادیث کو بھی قرآن کریم کی طرح حفظ کیا کرتے تھے۔ (مناظر احسن گیلانی)

۴۔ ترویج و اشاعت حدیث اور غلام (موالی):

قرآن کریم کی ترویج و اشاعت کے حیرت انگیز فریضے میں اہم ترین خدمات ان غلاموں نے سرانجام دیں جو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے آزاد کر دیئے گئے تھے۔ اگرچہ اسلام کے بارے میں مغرب نے یہ تاثر پھیلایا ہوا ہے کہ اسلام نے دنیا میں غلامی کے ادارے کو بحال رکھا ہے۔ اگرچہ یہ موضوع ہماری موجودہ گفتگو کے حیطۂ اختیار میں نہیں آتا [1] تاہم غلاموں کے بارے میں اسلامی طرز عمل بہت روشن اور تابناک ہے۔ اسلام نے غلاموں کو وہ عزت اور مقام عطا فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خلیفۂ دوم) جیسے بلند مرتبت صحابیٔ رسول بھی حضرت بلال کو ''سیّدنا'' (ہمارے سردار) کہہ کر پکارتے تھے۔ ہم نے اس سے پہلے چند غلاموں کے نام درج کیے ہیں جنہیں ان کے آقاؤں نے آزاد کر دیا لیکن اپنی خداداد علمی صلاحیتوں کی بدولت وہ تفسیر قرآن اور علوم حدیث کی

[1] اس موضوع پر مصنف (ڈاکٹر محمد آفتاب خاں) کی کتاب ''جنس اور جنسیت: اسلامی تناظر میں (2010)'' کا مطالعہ مفید رہے گا!

Marfat.com

نابغۂ روزگار ہستیاں بن گئیں!...... نہ صرف یہ بلکہ ان میں سے متعدد ایسے بھی ہوئے جو بڑے بڑے محدثین کے استاد بھی بن گئے مثلاً نافع جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن امام مالک، مصنف مؤطا کے استاد تھے۔ اس امر سے کون آگاہ نہیں کہ ان میں سے بیشتر نے نہ صرف قرآن کریم کا علم وفہم حاصل کیا بلکہ ان میں سے بہت سوں نے دیگر مسلمانوں کو قرآن کریم کی تعلیمات سے آشنا بھی کیا...... اسی طرح برصغیر ہندو پاکستان میں ماضی کی تاریخ میں ''خاندان غلاماں'' کے لوگ بادشاہ بن گئے اور اس خطے میں اسلام کی اشاعت کا سبب بھی بنے!

تیری نگاہ سے ذرے بھی مہر و ماہ بنے
گدائے بے سرو ساماں، جہاں پناہ بنے!

(مظہرالدین)

اس مثال کے برعکس، تاریخ اس تلخ حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتی ہے کہ موجودہ زمانے کے بہت سے روشن خیال اور ترقی یافتہ ممالک کے بادشاہوں نے مختلف قوموں اور ملکوں پر قبضہ کرنے کے بعد لاکھوں کی تعداد میں غلاموں کو ذبح کروادیا۔ ان محکوموں کو حکمرانوں کی مذہبی کتب کو پڑھنے، سننے اور ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہ تھی جس کی کم از کم سزا، ان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلنا تھا تاکہ وہ آئندہ عمر بھر ان ''مذہبی تعلیمات'' کو نہ سن سکیں! نیز امریکہ اور یورپ کے بہت سے ممالک میں آسمانوں کو چھوتی ہوئی بلند و بالا عمارتوں (SKY SCRAPERS) اور زمین دوز ٹرینوں کا نظام قائم کرنے میں کتنے لاکھوں غلام حبشیوں اور الجزائری لوگوں کا خون کام آیا اس کا کوئی حساب تاریخ کے صفحات میں محفوظ نہیں!

محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے بچوں اور غلاموں بشمول لونڈیوں کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان غلاموں نے اپنی تمام تر توجہ اور صلاحیت قرآن کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں صرف کرنی شروع کر دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے خاندانوں کی کفالت کے لیے اپنے کاروبار میں مصروف ہو جاتے۔

Marfat.com

تھے نیز فتوحات ہونے کی وجہ سے مختلف ممالک میں دین کی تعلیمات کو پھیلانے میں بھی مصروف ہو جاتے تھے، تاہم یہ غلام اس قسم کے کاموں سے آزاد ہونے کی بنا پر اپنا تمام تر وقت دین کی تعلیمات حاصل کرنے میں صرف کرتے تھے اور یوں وہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم بن گئے...... مثال کے طور پر مکحول (م 101ھ) جو کہ ایک مشہور تابعی تھے اور جن کا تعلق سندھ سے تھا وہ اس قدر عظیم الشان محدث ثابت ہوئے کہ امام زہری جو خود بھی علم حدیث کے ایک بڑے شناور تھے، انہوں نے مکحول کو اپنے وقت کے تین بڑے محدثین میں شمار کیا ہے۔ امام مکحول کہا کرتے تھے کہ مجھے میرے مالک نے مصر میں آزاد کیا، میں نے اپنی تمام تر توجہ دین کی تعلیم حاصل کرنے میں لگا دی۔ وہاں سے عراق چلا گیا، وہاں سے عازم مدینہ ہوا اور ان دونوں شہروں سے دینی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد شام چلا گیا اور اس ملک میں جس قدر علم پایا جاتا تھا، اس کو چھلنی کی طرح چھان گیا''!

اس طرح کی مثال ایک دوسرے آزاد کردہ غلام کی ہے جن کا نام رفیع بن مہران تھا جو بالعموم ابوالعالیہ راہویہ کے نام سے معروف ہیں۔ ان کا انتقال 90 ہجری میں ہوا۔ وہ مشہور ترین تابعین میں شمار ہوتے تھے۔ انہیں ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔ غلامی کی حالت میں انہوں نے قرآن کریم حفظ کر لیا اور عربی لکھنی بھی سیکھ لی۔ وہ خود کہا کرتے تھے ''میں بصرہ میں تھا کہ میری مالکہ نے مجھے آزاد کر دیا...... اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کسی صحابی کے پاس کوئی حدیث ہے اور وہ مدینہ میں ہیں تو میں اس حدیث کو ان سے حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا۔'' اس امر کا اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ مدینہ سے بصرہ کا فاصلہ سینکڑوں میل کا ہے جو انہوں نے پیدل یا اونٹ پر بیٹھ کر طے کیا۔ یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ علم حدیث کے ایک نابغۂ روزگار عالم بن جانے کے بعد، انہیں دنیاوی طور پر کس قدر عزت و احترام ملا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے عظیم المرتبت صحابی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا کرتے تھے جبکہ قریش کو زمین پر ان کے سامنے بیٹھنا پڑتا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ ''اسلام عزت بخشتا ہے ایسے لوگوں کو کہ وہ ایک بلند پایہ تخت پر بیٹھتے ہیں بادشاہوں کی طرح''!

Marfat.com

ذیل میں ہم چند آزاد کردہ غلاموں کے بارے میں کچھ معلومات دے رہے ہیں اور علم حدیث میں ان کی خدمات جلیلہ کا ذکر بھی کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت معمولی سی مثال ہے جبکہ تاریخ کے اوراق بہت سے ایسے واقعات سے بھرے پڑے ہیں۔ تاہم یہ موضوع بھی ایک ایسا اچھوتا عنوان بن سکتا ہے ان طلباء اور محققین کے لیے جو غلامی اور اس کے متعلقہ پہلوؤں پر تحقیق کرنا چاہتے ہوں بالخصوص علم حدیث میں غلاموں نے جو کردار ادا کیا!

گوشوارہ نمبر ۶: آزاد کردہ غلام جو قرآن وحدیث کی نابغۂ روزگار ہستیاں بن گئیں

اسماء آزاد کردہ غلام	ریمارکس
۱۔ امام مکحول رحمہ اللہ	مشہور تابعی، سندھ سے تعلق، المتوفی 101ھ
۲۔ رفیع بن مہران (ابو العالیہ راہویہ رحمہ اللہ)	معروف تابعی ایک مسلم عورت کے آزاد کردہ المتوفی 90ھ
۳۔ امام عبداللہ بن عون رحمہ اللہ	بصرہ کے مشہور عالم دین
۴۔ مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ	بنی مخزوم کے آزاد کردہ
۵۔ حکم بن عتب رحمہ اللہ	کوفہ کے رہنے والے ہیں
۶۔ حبیب بن ثابت رحمہ اللہ	کوفہ کے رہنے والے ہیں
۷۔ یزید بن حبیب رحمہ اللہ	حبشی، مصر میں رہے، آزاد کردہ غلام ہیں
۸۔ عبیداللہ بن ابی جعفر رحمہ اللہ	بہت بڑے عالم دین آزاد کردہ غلام
۹۔ ایوب سختیانی رحمہ اللہ	مصر کے رہنے والے اور آزاد کردہ غلام

Marfat.com

۱۰۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ	آپ کو ''سید شباب اہل البصرہ'' کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت انس بن مالک خادم رسول اللہ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتے تو آپ فرماتے یہ مسئلہ ہمارے استاد حضرت حسن بصری سے پوچھیں۔
۱۱۔محمد بن سیرین رحمۃ اللہ	حدیث نبوی کے راوی ہیں۔آپ کو عرب و عجم کا سردار ''سید'' کہا جاتا تھا۔
۱۲۔عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ	راوی حدیث، مشہور محدث
۱۳۔عکرمہ رحمۃ اللہ	محدث ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام ہیں۔
۱۴۔عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ	فقیہ مکہ
۱۵۔طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ	امام یمن۔ آزاد کردہ غلام
۱۶۔میمون بن مہران رحمۃ اللہ	دریائے دجلہ وفرات کے درمیانی علاقے کے امام
۱۷۔ضحاک بن مزاحم	خراسان کے علاقے کے امام
۱۸۔اسمٰعیل بن عبیداللہ بن ابی المہاجر	بنی امیہ کے حکمران عبدالملک بن مروان کے استاد۔ ان کو عربی زبان و ادب پڑھاتے تھے۔
۱۹۔کریب بن ابی مسلم	حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام۔اپنے آقا کی بیان کردہ احادیث کی روایات کے جامع۔

اس گوشوارے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام آزاد کردہ غلام تھے لیکن اپنی خداداد علمی

Marfat.com

فضیلت و قابلیت کی بناء پر مختلف شہروں/ملکوں کے امام کہلائے۔ یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ یہ تمام معلومات ایک گفتگو سے اخذ کی گئی ہیں جو ایک اموی بادشاہ عبدالملک بن مروان اور امام زہری کے درمیان ہوئی۔ بادشاہ نے امام زہری سے پوچھا کہ اسلامی مملکت کے مختلف شہروں/ملکوں میں کون کون سے اعاظم رجال اسلامی تعلیمات کے پائے جاتے ہیں؟ مملکت اسلامیہ کے آٹھ بڑے شہروں میں سے سات میں آزاد کردہ غلاموں کے پاس امامت کا منصب تھا جبکہ صرف ایک عرب (ابراہیم نخعی) کوفہ میں امام تھے۔ یہ سن کر عبدالملک بہت برافروختہ ہوگیا اور اس نے کہا "او زہری! اتنی دیر کے بعد تم نے ایک نام ابراہیم نخعی کا لیا ہے جو ایک عرب مسلم ہے۔ اس وجہ سے میرے دل کا بوجھ کسی قدر کم ہوگیا ہے"...... مزید اس نے اپنے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "کہ لازماً ان آزاد کردہ غلاموں کو جو کہ غیر عرب مسلمان تھے امام وقت ہونا چاہیے کہ انہوں نے علم دین حاصل کیا۔ مزید ایسا ہوگا کہ آزاد کردہ غلام تخت پر بیٹھا ہوگا اور وہ عرب مسلمانوں کو تعلیم دین سے نواز رہا ہوگا جو کہ زمین پر سامعین اور شاگرد بن کر بیٹھے ہوں"۔ امام زہری نے بادشاہ کے ان غصے بھرے جذبات کو سن کر کہا "امیر المؤمنین! یہ عنایت اور مہربانی اللہ کریم کی جانب سے انعام ہے جو کہ اس دین اسلام کا مالک ہے، اس دین کو جو بھی حاصل کرے گا وہ ایک نابغۂ روزگار عالم بن جائے گا اور اس کی عزت و احترام امت پر واجب ہوگا اور جو اس دین کو نہیں سیکھیں گے وہ زمین پر گر پڑیں گے یعنی خوار ہوں گے اور ذلت و نکبت ان کا مقدر ہوگی"...... یاد رہے کہ اموی بادشاہوں نے حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے عربی و عجمی تفرقہ کی بنیاد ڈالی تھی جس کی ایک مثال گزشتہ صفحات میں دی گئی ہے۔ اس امر کی صراحت شاید ضروری نہیں کہ یہ وہ جاہلیت تھی جسے محمد رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دینِ حق کی تعلیم کے ذریعے عرب سے بہت حد تک ختم کر دیا تھا۔

سیّد مناظر احسن گیلانی رقم طراز ہیں کہ مرو شہر سے چار ایسی نابغۂ روزگار ہستیوں نے جنم لیا جو آزاد کردہ غلاموں کی اولاد تھے لیکن اپنے وقت کے امام بنے۔ ان کے اسمائے

Marfat.com

گرامی یہ ہیں:

- ☆ عبداللہ بن مبارک
- ☆ ابراہیم بن میمون النسائی
- ☆ حسین بن واقد
- ☆ ابوحمزہ محمد بن میمون العسکری

آزاد کردہ غلاموں کو اسلام کے دورِ اوّل میں جس قدر عزت و احترام ملا، اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس گھوڑے کی لگام پکڑ کر چلاتے تھے جس پر ایک نابغۂ روزگار محدث حضرت مجاہد بن جابر (جو بنی مخزوم کے آزاد کردہ غلام تھے) بیٹھا کرتے تھے...... یہ سب کچھ قرآنی تعلیمات کے صدقے تھا...... یہاں اس امر کا تذکرہ بھی باعث دلچسپی ہے کہ یہ وہی مجاہد بن جابر ہیں جو بحیرہ روم کے ایک جزیرے روڈس (RHODES) میں رہنے لگے تھے اور وہاں کے لوگوں کو دین سے روشناس کرایا تھا۔

اس ضمن میں ایک مزید واقعے سے بھی عزت و احترام کے اس رویے پر روشنی پڑتی ہے جو موالی (آزاد کردہ غلاموں) کے ساتھ خانوادۂ نبوت کے افراد کیا کرتے تھے۔ حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ نے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑنواسے، اپنے ایک غلام کو آزاد کر دیا اور اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح اس سے کر دیا۔ اسی طرح آپ نے اپنی ایک لونڈی کو آزاد کر کے اس سے خود نکاح کر لیا۔ جب یہ اطلاع دمشق (دارالخلافے) میں اموی بادشاہ عبدالملک تک پہنچی تو اس نے ایک بہت غصے بھرا خط امام زین العابدین کو لکھا (کیونکہ وہ اس کے علاوہ کچھ اور کر نہیں سکتا تھا!)۔ خط میں اس نے امام زین العابدین کو ان کا خاندانی پس منظر اور نسلی برتری یاد دلاتے ہوئے اس نکاح کے بارے میں بہت سخت و سست الفاظ کہے۔ اس خط کے جواب میں امام صاحب نے جو جواب دیا وہ ان کے علمی اور خاندانی مرتبے نیز دین کی اصل روح پر مبنی ایک ایسے اصولی موقف پر مبنی تھا جو آج بھی امت مسلمہ کے لیے ہدایت

Marfat.com

وراہ نمائی کا ایک مینارۂ نور ہے۔ آپ نے فرمایا: "قَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ قَدْ أَعْتَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ وَتَزَوَّجَهَا وَأَعْتَقَ زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ رضی اللہ عنہ وَزَوَّجَهُ اِبْنَةَ عَمَّتِهٖ زَيْنَبَ بِنْتَ جَحْشٍ" (ابن سعد)

"لازماً تمہارے لیے اسوۂ حسنہ پیغمبر کی ذات میں ہے۔ انہوں نے اپنی لونڈی (صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا) کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ اسی طرح، انہوں نے اپنے غلام (زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو آزاد کر کے ان کے ساتھ اپنی رشتے کی بہن (Cousin) کا نکاح کر دیا"!

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تاریخ کی یہ شہادت بھی موجود ہے کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام (زید بن اسلم) کے درس میں مسجد نبوی میں شریک ہوا کرتے تھے۔ کسی شخص نے جاہلانہ عصبیت کی بنا پر پوچھا کہ آپ قریش (اپنے خاندان) کے لوگوں کو چھوڑ کر ایک غلام کے درس میں کیوں شریک ہوتے ہیں؟ (اور وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام...... اضافہ از مصنفین)۔ امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: "کہ ایک آدمی اس شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے جہاں سے اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے!"

یہ واضح رہے کہ حضرت امام زین العابدین، حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کی مثالوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے، امت مسلمہ نے کبھی بھی اموی بادشاہوں کی ذرہ بھر پروا نہیں کی۔ موالی جو کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات سے بہرہ مند ہوتے تھے، انہیں امت مسلمہ میں اس قدر عزت واحترام ملا کرتا تھا کہ جب کبھی کوفہ کے عالم دین حکم بن عتبہ جو موالی تھے، مدینہ منورہ آتے تو عوام الناس ان کے لیے ریاض الجنۃ میں وہ جگہ چھوڑ دیا کرتے تھے تاکہ امام اس جگہ آسانی کے ساتھ نماز ادا کر لیں جہاں محمد رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرمایا کرتے تھے!

مذکورۃ الصدر امور سے یہ اخذ کرنا آسان ہے کہ اللہ کریم نے یہ اہتمام اپنے پیغمبر ﷺ کے اقوال واعمال کو محفوظ کرنے نیز قیامت تک امت مسلمہ کے اس پر عمل پیرا ہونے کے

Marfat.com

لیے، محفوظ فرمایا تھا کہ احادیث بطور وحی غیر متلو امت مسلمہ کے لیے ایک نمونہ اور راہ عمل تھیں۔ ان موالی نیز دیگر اہل علم نے اپنی تمام زندگیاں حصول دین اور اس کی اشاعت کے لیے وقف کر دیں اور اس فریضے کی بجا آوری میں انہوں نے کسی قسم کی دولت، آسائش و آرام اور دنیوی مفاد کا ذرہ برابر خیال نہیں کیا۔ یہ موالی، اسلامی ریاست کے ہر شہر اور خطے میں پھیلے ہوئے تھے۔ اس دوران ایک ایسا وقت بھی آیا جبکہ ''عبادلہ [1] کی وفات حسرت آیات کے نتیجے میں تمام مملکت اسلامیہ میں، سوائے مدینہ کے،، یہ لوگ حدیث اور فقہ کے امام بن گئے۔ (مدینہ میں سعید بن مسیّب، فقیہ کے منصب پر فائز تھے جو کہ پیدائشی طور پر قریشی یعنی عرب تھے) جیسا کہ قبل ازیں بتایا گیا ہے کہ یہ انتظام اللہ کریم کی مشیت کا حصہ تھا کہ اس کے تحت تمام دنیا سے بہترین دماغوں کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا تا کہ وہ دین (قرآن وحدیث) کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔ یہ لوگ تمام دنیاوی آلائشوں اور دھندوں سے بے نیاز تھے، ان لوگوں نے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ اسی طرح جب انہیں دین سیکھنے کا موقع ملا تو انہوں نے تمام علوم میں فضیلت کے اعلیٰ ترین مقامات حاصل کر لیے۔

اس ضمن میں یہ واقعہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ تیسری صدی ہجری کے ایک محدث حافظ یعقوب بن شیبہ جب ایک مسند کی تالیف میں مصروف تھے تو ان کے گھر میں 40 بستر حدیث کی کتابت کرنے والے حضرات کے لیے موجود رہتے تھے تا کہ رات کو وہ بآسانی وہاں سو سکیں۔ (مناظر احسن گیلانی)

ابن خلکان نے اس قسم کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ امام ابوعمرو بن الاولیٰ جو قرأت اور عربی گرامر کے بہت بڑے عالم تھے، وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے 50 سال

[1] ''عبادلہ'' ایک مخصوص اصطلاح ہے جو چار اعلیٰ پائے کے محدثین ومفسرین کے لیے مستعمل ہے جن کے نام 'عبداللہ' سے شروع ہوتے تھے۔ یہ حضرات عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو بن العاص تھے!

Marfat.com

بعد پیدا ہوئے۔ بعد میں وہ بصرہ میں مقیم ہو گئے۔ انہوں نے حدیث کا علم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ ابوعمرو کے پاس جو تحریری مواد تھا، وہ ان کے کمرے میں چھت تک جمع ہوتا تھا۔'' وہ اتنے بڑے عالم تھے کہ ان کے شاگرد اصمعی، کا بیان ہے کہ ''میں ابوعمرو کے ساتھ 10 سال تک رہا۔ اس تمام عرصے میں جب کبھی وہ کسی لفظ کے معنی بیان کرتے تھے تو وہ ہمیشہ جاہلی شعراء کا کلام بطور استشہاد پڑھا کرتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوعمرو کو جاہلیت کی شاعری پر کس قدر زیادہ عبور حاصل تھا!

Marfat.com

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

باب دھم:

علم حدیث کے بارے میں چند عمومی امور

گذشتہ صفحات کے مطالعے نیز مختلف گوشواروں سے واضح ہوتا ہے کہ احادیث کو ضبط تحریر میں لانے کا کام محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے سے لے کر احادیث کی روایت ایک مقدس فرض کی طرح آنے والی نسلوں تک منتقل ہوتی رہی۔ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں کوئی بھی دور ایسا نہیں گزرا جبکہ اس کی توسیع و اشاعت کے کام میں کوئی وقفہ آیا ہو۔ مزید برآں، یہ کوشش صرف مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ تک ہی محدود نہیں رہی بلکہ محدثین کرام نے جن کا تعلق دنیا کے تمام ممالک/خطوں سے تھا، تدوین حدیث اور اس کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ایک ایسے دور میں جبکہ سفر کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں اور چھپائی کے لیے پریس بھی موجود نہ تھے، محدثین نے اس فریضہ کو اس طریق پر سرانجام دیا کہ گھوڑے پر، اونٹ پر یا پیدل طویل سفر کیے اور اپنے ہاتھوں سے احادیث کو لکھنے کا اہتمام کیا۔ حدیث کے طلباء کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز تھی ...... بے شمار محدثین نے طویل سفر اختیار کیے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ کے بارے میں چھوٹی سے چھوٹی جزئیات تک کو اکٹھا کرنے کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہ معاملہ صرف ''معلومات'' کے حصول اور جمع کرنے تک محدود نہ تھا، چونکہ ان معلومات کا تعلق، محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی سے تھا اس لیے آپ کے اقوال اور اعمال کو جمع کرنے میں محدثین نے نہایت دقت نظر سے کام لیا۔ اس ضمن میں انہوں نے ان تمام لوگوں کی زندگیوں کے حالات کا ایک بہت ہی ناقدانہ جائزہ لیا جس میں ان کی زندگی کا کوئی پہلو بھی ان سے اوجھل نہیں رہا۔ جس شخص کی زندگی میں انہی کوئی

Marfat.com

جھول یا خامی نظر آئی جس سے ان کی روایت کردہ حدیث کے بارے میں کوئی کمزوری یا اشتباہ پیدا ہونے کا امکان تھا، اس کی نشان دہی کر دی یا اس حدیث کو ہی لکھنے سے گریز کیا۔ اس تحقیق و تفتیش میں بہت سے دیگر علوم کی بنیاد بھی پڑی جس میں اہم ترین علم اسماء الرجال ہے جس کے ذریعے پانچ لاکھ سے زائد راویوں کے حالات زندگی (BIOGRAPHIES) اکٹھے ہوئے۔ ایک ایسے دور میں صرف کاغذ اور قلم کی مدد سے اس عظیم الشان کام کو سرانجام دینا، مسلم اہل علم کا ایک ایسا محیر العقول کارنامہ ہے جس پر نہ صرف مسلمانوں کو فخر ہے بلکہ غیر متعصب مغربی دانش ور اور مستشرقین بھی اس کی داد دینے پر مجبور ہیں۔

☆...... مزید برآں، محدثین نے ہر ایک حدیث کو اس کے مواد، مفہوم اور راوی کے مستند ہونے کے لحاظ سے اچھی طرح جانچا اور پرکھا۔ اسے علم حدیث کی اصطلاح میں اصول و درایت کہتے ہیں۔ محدثین کرام نے ایسے ایسے اصول وضع کیے جن کے ذریعے مختلف طریقوں سے احادیث کی صحت اور سند کو پرکھا جا سکے۔

☆...... یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ تدوین حدیث کے اس عظیم الشان کام میں تیسری صدی ہجری ایک سنہری دور کی حیثیت رکھتی ہے۔ حدیث کے مشہور ترین چھ مجموعے (صحاح ستہ) اِسی دور میں مدوّن ہوئے۔ اگرچہ بعد کے ادوار میں بھی بہت سی ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں پیدا ہوتی رہیں جنہوں نے علم حدیث کے کام کو وسعت دی اور ان تمام مجموعہ ہائے احادیث کے بارے میں تفصیلی شرحیں لکھیں...... اگر ہم ان تمام مجموعوں اور ان کے بارے میں لکھی گئی شروحات، مختصر نوٹس وغیرہ کی جلدوں کا موازنہ دنیا کے تمام علوم (سائنس، آرٹس وغیرہ) سے کریں تو بلاشبہ قرآن و حدیث پر لکھی گئی کتب کی تعداد نہ صرف زیادہ ہوگی بلکہ کوالٹی (علمی معیار) کے لحاظ سے بھی وہ بدرجہا بہتر ہوں گے!...... اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم اہل علم نے اس کام کو ایک مقدس دینی فریضے کے طور پر سرانجام دیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے بارے میں کوئی امر نہ

Marfat.com

صرف یہ کہ جمع ہونے سے نہ رہ جائے بلکہ یہ کہ کوئی غلط بات بھی ان کی طرف منسوب نہ ہو جائے۔اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے دور دراز علاقوں کے سفر کیے۔ان میں سے چند ایک کے بارے میں ذیل میں معلومات درج کی جارہی ہیں:

☆...... حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے مصر تک اونٹ پر سفر پر کیا (واضح رہے کہ یہ فاصلہ ہزاروں میل بنتا ہے) اس کا مقصد ایک حدیث کے بارے میں اپنے شبہ/ مغالطہ کو دور کرنا تھا جو انہوں نے ایک دوسرے صحابی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی معیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی...... یہ دوسرے صحابی اس وقت مصر میں مقیم تھے۔مصر پہنچنے پر انہوں نے اس حدیث کو حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنا اور فوراً اپنے اونٹ کی طرف لوٹے اور واپس مدینے کی طرف روانہ ہو گئے۔انہوں نے مصر میں اونٹ پر سے اپنا کجاوہ تک نہیں اتارا کہ اس طرح وہ اپنے دوست کے پاس کچھ دیر آرام کرتے یا کھانا کھاتے۔

☆...... امام مالک (مدوّن مؤطا) نے اپنی تعلیم حدیث کی تکمیل کے لیے بہت سے تابعین اور تبع تابعین سے استفادہ کیا۔ان کے اساتذہ کی فہرست میں ان کے دادا (مالک بن عامر) بھی شامل ہیں جو خود بھی کبار تابعین میں سے تھے اور جن کی روایت کردہ احادیث کو صحاح ستہ کی تمام کتب میں شامل کیا گیا ہے۔انہوں نے بہت سے کبار صحابہ مثلاً حضرت عمر، عثمان، طلحہ، عقیل بن ابی طالب، ابو ہریرہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم) سے کہ جن کا قیام مدینہ ہی میں رہا علم حاصل کیا جو اپنی حیات کے دوران قرآن و حدیث کی تعلیم تابعین تک پہنچاتے رہے۔ چونکہ امام مالک کی پیدائش مدینہ منورہ میں ہوئی تھی (93ہجری) اس لیے انہوں نے ان تمام کبار صحابہ سے بالواسطہ استفادہ کیا۔

مدینہ میں قیام پذیر بہت سے تابعین میں سے سات کو ''فقہائے سبعہ'' کہا جاتا ہے۔ان میں ابوبکر بن حارث (م 34ھ)، خزیمہ بن زید (م 99ھ)، قاسم بن محمد (م

Marfat.com

101ھ)، سعید بن مسیّب (م 101ھ)، عبداللہ بن عقبہ (م 103ھ)، سالم بن عبداللہ (م 106ھ) اور سلیمان بن عمار (م 103ھ) شامل ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد یہ وہ اصحاب علم و فضل تھے جو مدینہ میں امت کی راہ نمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ امام مالک نے ان تمام زعمائے ملت (سوائے چند) سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ مختلف جگہوں پر بکھرا ہوا علم حدیث، جو ان اکابر تابعین کے پاس تھا وہ امام مالک کی ذات میں اکٹھا ہو گیا تھا!

☆ ابھی امام مالک رحمہ اللہ جوانی کی حدود میں داخل ہوئے ہی تھے کہ آپ نافع جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام تھے، سے حدیث کی سماعت کرنے لگے۔ نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر کی 30 سال خدمت کی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ان کی روایات کے مستند ترین راوی تھے۔ اس کے علاوہ نافع نے دیگر کبار صحابہ و صحابیات سے بھی علم حدیث حاصل کیا تھا مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔ ازاں بعد حضرت نافع خود بھی استاد کے منصب پر فائز رہے اور بہت سی نابغۂ روزگار شخصیات مثلاً امام اوزاعی، امام زہری، ایوب سختیانی، ابن جریج اور امام مالک ان کے تلامذہ میں ہیں۔

نافع کا انتقال 117 ہجری میں ہوا اور اس وقت امام مالک کی عمر صرف 23 سال تھی گویا کہ عنفوان شباب تھا۔ وہ اپنے استاد کی وفات تک ان کے ساتھ رہے اور یوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ احادیث بیان کرتے رہے۔ امام مالک کو اپنے استاد پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ''جب کبھی میں کوئی حدیث نافع سے سنتا تھا، تب مجھے اس حدیث کی کسی اور ذریعے سے تصدیق کرنے کی ضرورت تک محسوس نہیں ہوتی تھی''۔ اس لحاظ سے علم حدیث کی تاریخ میں امام مالک کی روایت کردہ احادیث جو نافع اور ابن عمر کے حوالے سے ہیں انہیں سلسلۃ الذہب (طلائی زنجیر) کا نام دیا گیا ہے۔

Marfat.com

☆...... درج بالا اساتذہ کے علاوہ، امام مالک نے ان تمام اہل علم سے بھی استفادہ کیا جو حج کے لیے مکہ کے بعد مدینہ آیا کرتے تھے۔ ان میں شام، مکہ، خراسان اور بصرہ وغیرہ کے اہل علم شامل ہوتے تھے!

ہم نے درج بالا تمام تر تفصیل ارادتاً اس مقصد کے لیے دی ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ قرآن کریم کے بعد دوسری مدوّن کردہ کتاب حدیث ''موطا'' کو کسی عام آدمی نے مدوّن نہیں کیا تھا بلکہ یہ امام دارالھجرت کا علمی و دینی خزینہ ہے۔ انہوں نے علم حدیث کی تعلیم اور تربیت ایسے ایسے نابغۂ روزگار لوگوں سے حاصل کی تھی جنہوں نے قرآن و حدیث کا علم براہ راست مستند ترین اصحابِ رسول ﷺ سے حاصل کیا تھا۔

☆...... اس کے علاوہ ایک اور پہلو جو ایک قاری کی توجہ اپنی جانب مبذول کراتا ہے، وہ بھی بہت حیرت انگیز ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ عرب میں اس وقت سفر کی سہولتیں نہ ہونے کے برابر تھیں نیز چھپائی/لکھائی کا بھی کوئی مناسب بندوبست نہیں تھا۔ ایسے حالات میں طلباء کو علم حدیث حاصل کرنے کے لیے اونٹ/گھوڑے پر سفر کرنا پڑتا تھا۔ اس قسم کی بے شمار مثالیں ہیں جبکہ طلباء نے دین کا علم حاصل کرنے کے لیے نہایت مشکل حالات میں سفر کیا۔ اس امر کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ خود امام مالک کو اپنے گھر کی چھتوں کے شہتیر/بالے فروخت کر کے اپنے تعلیمی اخراجات پورا کرنے پڑتے تھے!

مزید برآں، اس قسم کی مثالیں بھی ہیں کہ طلباء درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے جب ان کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوتا تھا جیسا کہ امام بقی بن مخلد قرطبی (م276ھ) نے تحریر کیا۔ تاریخی طور پر یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ دیگر طلباء جو مسجد نبوی کے ''صفہ'' چبوترے پر بیٹھ کر علم حاصل کرتے تھے، اکثر کئی دن تک بھوکے رہتے تھے!

☆...... محدثین اور مفسرین کی زندگی کا ایک اور بہت تابناک پہلو یہ تھا کہ تبلیغ دین کے کاموں میں وہ کسی قسم کی مداہنت برداشت نہیں کرتے تھے اور اس بارے میں

Marfat.com

کسی سے بھی کوئی ڈر یا خوف محسوس نہیں کرتے تھے اور اپنی رائے یا فتویٰ کا برملا اظہار کر دیتے تھے۔ یہاں پھر ہم امام مالک کی مثال پیش کرتے ہیں۔ جب امام مالک مدینہ میں 93 ہجری میں پیدا ہوئے تو اموی خاندان کی اسلامی مملکت پر حکومت تھی اور اموی بادشاہ ولید تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ تاہم 25 سال بعد 117 ہجری میں جب امام مالک اپنی جوانی نیز علم و حکمت کے لحاظ سے بام عروج پر تھے تو 133 ہجری میں عباسی خاندان نے حکومت پر قبضہ کر لیا۔ دوسرا عباسی بادشاہ ابوجعفر منصور مدینہ آیا۔ بادشاہ بننے سے پہلے اتفاقاً وہ امام مالک کے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ تاہم منصور نے اپنے خاندان کی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے فاطمی اور علوی قبیلے کے لوگوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ اس کے خلاف 135 ہجری میں سادات نے بغاوت کی جو نفسِ زکیہ کے بھائی ابراہیم کی شہادت پر ختم ہوگئی۔ اس جنگ کے بعد منصور نے اپنے عم زاد بھائی کو مدینہ کا گورنر بنا دیا۔ چونکہ امام مالک نے نفس زکیہ کی حمایت کی تھی اور فتویٰ دیا تھا کہ وہی درحقیقت خلافت کے حقدار ہیں لیکن چونکہ عوام الناس نے پہلے منصور کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا تو انہوں نے امام مالک سے اس بارے میں فتویٰ پوچھا...... امام مالک نے اپنے مشہور زمانہ مؤقف کا برملا اظہار کر دیا کہ جو بات کسی جبر و اکراہ کے تحت کی جائے، وہ غلط ہے!...... انہوں نے اپنے اس فتویٰ کی بنیاد اس امر پر رکھی کہ ''طلاق بالجبر'' کبھی بھی صحیح نہیں ہوتی!...... اس طرح بیعت کا بھی حال ہے کہ اگر وہ جبر و اکراہ سے حاصل کی جائے تو خلاف شرع اور خلافِ قانون ہے! ابوجعفر منصور نے عوام الناس سے دوبارہ بیعت لینے کے لیے بہت جتن کیے اور امام مالک سے کہا کہ وہ اپنے اس فتوی سے رجوع کر لیں لیکن امام مالک نے اس بات سے انکار کر دیا اور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے۔ اس پر برافروختہ ہو کر ابوجعفر منصور نے انہیں 70 کوڑے مارنے کا حکم دیا جس سے ان کی کمر لہولہان ہوگئی اور ان کے شانے بھی اپنی جگہ سے ہل گئے۔ مزید اس

Marfat.com

نے حکم دیا کہ انہیں اونٹ پر بٹھا کر تمام مدینہ میں پھرایا جائے......اس حالت میں بھی وہ کہتے رہے کہ جو مجھے جانتا ہے ٹھیک اور جو نہیں جانتا وہ جان لے کہ امام مالک جبری طلاق (بیعت) کو جائز نہیں سمجھتا!

☆......اس قسم کی ایک مثال امام احمد بن حنبل (164-241ھ) کی بھی ہے۔ عباسی بادشاہ مامون (ہارون الرشید کے بیٹے) نے اور بعد میں معتصم باللہ نے انہیں کوڑوں سے پٹوایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ معتزلہ فرقہ کا عقیدہ تھا کہ قرآن کریم، اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے (فتنۂ خلق قرآن) امام احمد بن حنبل نے اس مؤقف کو ماننے سے انکار کر دیا۔ تاہم واثق باللہ کے مرنے کے بعد جب متوکل حکمران ہوا تو اس نے معتزلہ کے اس قسم کے غلط عقائد کو قرآن و حدیث کے خلاف سمجھتے ہوئے رد کر دیا۔

یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ امام صاحب 23 سے 30 ماہ تک قید میں رہے لیکن اس امر کی مثال قائم کر دی کہ صحیح عقیدہ سے نہ صرف رجوع نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس راہ میں اگر کوئی ابتلا بھی آئے تو اسے برداشت کرنا چاہیے۔ کسی عالم نے امام صاحب کے اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اسلام کو تقویت دی، اس کی حفاظت کی اور اپنے دین کو اس قدر سرخرو کیا دو اشخاص کے ذریعے جس کی ڈھونڈے سے بھی کوئی مثال نہیں ملتی۔ وہ دو اشخاص حضرت ابوبکر خلیفۂ اول ہیں جنہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے فوراً بعد مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا۔ دوسرے امام احمد بن حنبل ہیں جنہوں نے فتنۂ خلق قرآن کا نہایت بہادری سے انکار کیا حتیٰ کہ یہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا۔''

علم حدیث کے ارتقاء کا ایک بہت روشن پہلو یہ ہے (جس کے بارے میں درج بالا صفحات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے لیکن اس کی مزید تفصیل بھی اب درج کی جا رہی ہے) کہ ہزار ہا عالمانِ دین نے حدیث کے تمام مجموعوں کی ہزار ہا کی تعداد میں شرحیں لکھی ہیں۔ یہ کام تیسری صدی ہجری سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ اس لحاظ سے یہ

Marfat.com

ایک منفرد اعزاز ہے جو کتب حدیث کو حاصل ہے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے مضمون کو اس قدر اہمیت حاصل نہیں ہوئی کہ اس جانب ہزاروں اہل علم توجہ کرتے۔ اس ضمن میں چند مزید مثالیں درج ذیل ہیں:

☆...... مؤطا امام مالک، حدیث کا ایسا مجموعہ ہے جس کی 25 نہایت مستند اور اعلیٰ قابلیت کے حامل اہل علم نے شرحیں لکھیں۔ یہ سلسلہ صرف ماضی تک محدود نہیں رہا بلکہ زمانہ حال میں بھی شارحین حدیث اس قسم کے کام کرتے رہتے ہیں۔ قدیم ترین عالم ابن حبیب مالکی (م 239ھ)، امام ابوسلیمان خطابی (م 388ھ)، قاضی عیاض (م 544ھ)، قاضی ابوبکر بن عربی (م 548ھ) ہیں جبکہ قرونِ میں حافظ جلال الدین سیوطی (م 911ھ)، علامہ زرقانی مصری (م 1122ھ) اور ماضی قریب میں شاہ ولی اللہ دہلوی (م 1176ھ) ہیں۔ ان اہل علم نے 70 کتب مؤطا کے مختلف پہلوؤں پر لکھیں!

☆...... صحیح مسلم بھی اس لحاظ سے بہت مشہور ہے کہ اس کی بھی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ ضیاء الدین اصلاحی (1989ء) نے کم از کم 8 کتب شرح کا ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض اور جلال الدین سیوطی جیسے اہل علم نے بھی اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ تینوں فقہی مذاہب (شافعی، مالکی اور حنفی) کے اہل علم نے ان کتب کی تدوین میں حصہ لیا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ صحیح مسلم، امت مسلمہ کے تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں کے درمیان یکساں پسند کی جاتی ہے۔

☆...... سنن ابوداؤد بھی اسی زمرے میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں مستند احادیث کے انتخاب کی بنا پر مختلف ادوار میں اہل علم نے اس کے مختصر ایڈیشن، شرحیں اور اس میں موجود مشکل موضوعات کے حل کے لیے کتب تصنیف کیں۔ بتایا جاتا ہے کہ 19، ایسی کتب کی تالیف ہوئی جو دو سے لے کر بائیس جلدوں پر مشتمل ہیں اور یہ تمام شائع شدہ ہیں۔ ان میں سے مستند اور قدیم ترین ''معالم السنن'' ہے جسے مشہور محدّث امام ابوالیمان احمد بن محمد خطابی (م 388ھ) نے لکھا۔ برصغیر

Marfat.com

ہندو پاکستان میں ایک مشہور عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی نے سنن ابوداؤد کی شرح 22 جلدوں میں لکھی۔ اس شرح کا اختصار کرنے میں علماء کے ایک بورڈ نے ان کی مدد کی اور اس طرح ایک مختصر شرح تیار ہوئی جو ''عون المعبود'' کے نام سے 4 جلدوں میں دہلی سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کا ایک اردو ترجمہ مکتبہ نور محمد آرام باغ کراچی سے 2 جلدوں میں شائع ہوا یہ ترجمہ 1920ء میں (وقار نواز جنگ) مولانا وحید الزمان نے کیا حالیہ زمانے میں اس قسم کا ایک ترجمہ سعودی عرب سے شائع ہوا ہے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ''بذل المجهود'' کے نام سے سنن ابی داؤد کی بے مثال شرح لکھی ہے۔

☆...... اس جگہ اگر ہم ایک اور مثال نہ دیں تو یہ گفتگو تشنہ رہے گی۔ یہ مثال اس قدر عظیم الشان نوعیت کی ہے کہ اس جیسا کام دنیا بھر میں نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ گلستان حدیث میں اس قدر رنگ و بو ہے اور خوبصورتی و نزاکت کے اعتبار سے اس قدر متنوع پھول ہیں کہ انسان بے اختیار پکار اٹھتا ہے:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست!

یہ مثال امام ترمذی کی مشہور زمانہ کتاب ''جامع ترمذی'' کی ہے۔ علمی لحاظ سے صحاح ستہ میں اس کو تیسرا درجہ حاصل ہے۔ اپنے علمی اور تحقیقی اسلوب کی بناء پر اسے صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر بھی ایک فوقیت حاصل ہے۔ جامع ترمذی کی اپنی گوناگوں خصوصیات کی بناء پر، بہت سے اہل علم نے شرحیں لکھی ہیں جو 15 جلدوں میں ہیں۔ اس کے مختصر ایڈیشن 3 جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

☆...... امام ترمذی کی دوسری اہم ترین کتاب ''شمائل ترمذی'' ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت، آپ کے معمولات اور عادات و خصائل پر اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے۔ اس لحاظ سے سیرت پر موجودہ لٹریچر میں ایک اہم اور خاص مقام کی حامل ہے۔ اس کتاب کو بھی اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ اس کی 21 شرحیں اور مختصر نوٹس اب تک شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام تراجم اور شرحیں 973

Marfat.com

ہجری سے لے کر 1296 ہجری تک عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں ہوئے ہیں۔اس ضمن میں برصغیر بھی دنیا کے کسی خطے سے پیچھے نہیں رہا۔ شیخ عبدالحق محدیث دہلوی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا نے بھی اردو زبان میں ''شمائل ترمذی'' کے نام سے اس کا ترجمہ کیا ہے جو شائع شدہ ہے۔ حال ہی میں مولانا عبدالقیوم حقانی نے 3 جلدوں میں اس کی شرح لکھی ہے۔

☆...... محدثین، مفسرین اور فقہائے کرام کا ایک اور محیر العقول کارنامہ یہ ہے کہ ان کی تعلیمی و علمی کاوشوں کے نتیجے میں دنیا بھر میں کروڑوں انسان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں ان تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ان صاحبان علم و فضل کی علمی کاوشوں پر عمل پیرا یہ لوگ کسی ایک شہر یا ملک سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر فقہ حنبلی کا آغاز بغداد سے ہوا لیکن جلد ہی وہ عراق اور بصرہ تک پھیل گیا۔ ساتویں صدی ہجری میں یہ تمام مصر میں پھیل گیا تھا۔ قاضی عبداللہ بن محمد مجددی، جو وہاں کے چیف جسٹس تھے، نے وہاں اس کی ترویج و اشاعت کی۔ سپین (اندلس) میں یہ تیسری صدی ہجری میں پہنچا...... بقی بن مخلد (201-276ھ) میں بغداد آئے اور براہ راست امام احمد بن حنبل سے اپنی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ وطن واپسی پر انہوں نے باقاعدہ تعلیم و تربیت کا سلسلہ قرطبہ کی جامع مسجد میں شروع کیا۔ چند مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ مکتب فکر، جرجان، ماوراء النہر تک پھیل گیا۔ حالیہ دور میں اس مکتب فکر کو سعودی عرب کے ریاستی مذہب کا درجہ حاصل ہے۔ دنیا کے چند دیگر ممالک میں بھی اس فقہ پر عمل کرنے والے موجود ہیں......ان تعلیمات پر جس طریق پر عمل ہو رہا ہے اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تمام تر تعلیمات غلط یا باطل نظریات پر مبنی نہیں ہوسکتیں۔ اللہ کریم نے ان ہزاروں، لاکھوں اہل علم کے کام میں اس قدر برکت عطا فرمائی اور ان کی تعلیمات کو عوام الناس میں اس قدر پذیرائی بخشی کہ بین الاقوامی پیمانے پر لوگ اس پر عمل پیرا ہیں۔

Marfat.com

☆...... اس جگہ اس امر کی صراحت بھی باعث دلچسپی ہوگی کہ چاروں فقہی مکاتب فکر میں امام حنبل کی فقہ کی تدوین سب سے آخر میں ہوئی۔ چونکہ تینوں فقہی مذاہب اس سے قبل اسلامی ممالک میں اپنا اثر ورسوخ قائم کر چکے تھے تو ایسے حالات میں یہ امر کسی معجزے سے کم نہیں کہ ''اس مکتبۂ فکر کو پہلے سے موجود تین مکاتب فکر کے مقابلہ میں بہت جلد اور زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی۔''

☆...... امام مالک کے مکتب فکر کا بھی یہی حال ہے...... چونکہ مدینہ منورہ، آغاز اسلام سے ہی اسلامی تعلیمات کا گہوارہ رہا ہے اور چونکہ امام مالک کا اپنا خاندان بھی علمی اعتبار سے بہت اعلیٰ مقام کا حامل تھا تاہم امام مالک اپنی ذاتی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے مملکتِ علم کے ایک عظیم الشان منصب پر فائز ہو گئے۔ مشرق ومغرب سے طالبان علم مدینہ کی طرف رجوع کرنے لگے تا کہ آپ کے دروسِ حدیث سے استفادہ کر سکیں۔ اگر ایک طرف طلباء سیستان سے کھنچے چلے آ رہے تھے جو کہ اسلامی ریاست کا مشرقی حصہ تھا، تو دوسری جانب قرطبہ جو کہ اسلامی ریاست کا مغربی کنارہ تھا، سے بھی طالبان حق مدینہ کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ بلاد عرب کے مختلف حصوں (شام، عراق، مصر اور افریقہ کے ممالک، ترکستان، سپین اور ایشیائے کوچک...... قریباً تین براعظموں (ایشیا، افریقہ اور یورپ) سے بے شمار طلبا، امام مالک سے علم حدیث کے حصول کے لیے مدینہ کی طرف جوق در جوق امنڈے چلے آ رہے تھے...... اس صورت حال نے اس حدیث مبارکہ کی صداقت کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جلد ہی ایسا وقت آئے گا جب لوگ اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر علم دین کی تلاش میں سرگرداں ہوں گے لیکن انہیں کوئی مستند عالم نہیں ملے گا سوائے مدینہ کے''...... محمد رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشین گوئی امام مالک کے دور میں دوسری صدی ہجری میں پوری ہوئی!

Marfat.com

امت مسلمہ کے مختلف فرقوں کا مختصر احوال

آئندہ صفحات میں ہم
ان تمام فرقوں کا نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کریں گے
جو خلافت راشدہ کے بعد، امت میں پیدا ہو گئے تھے۔

Marfat.com

ضمیمہ (الف)

(الف) شیعہ

عبدالکریم شہرستانی نے اپنی کتاب "الملل والنحل" میں شیعوں کو چار فرقوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ہر ایک فرقے کے عقائد ونظریات کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے:

(۱) زیدیہ، (۲) امامیہ، (۳) کیسانیہ، (۴) غالیہ یا غلاۃ۔

۱۔ زیدیہ: یہ زید بن علی زین العابدین ابن حسین رضی اللہ عنہ کے پیروکار ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ امامت، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوتے ہوئے علی ثانی امام زین العابدین کو ملی۔ حضرت زین العابدین کے بعد حضرت زید امام ہیں نہ کہ محمد الباقر (جیسا کہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے)

خلافت کے مسئلہ کے بارے میں زیدی بڑی حد تک اہل سنت کے مشابہ ہیں۔ ان کے خیال میں عوام کو یہ حق ہے کہ وہ آل نبی میں سے کسی کو اپنا روحانی پیشوا منتخب کریں۔

۲۔ امامیہ: امامیہ میں 37 فرقے ہیں۔ دو کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

(ا) اسمٰعیلیہ: یہ فرقہ حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کی طرف منسوب ہے۔ یہ حضرت علی، حضرت امام حسن، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم، حضرت زین العابدین، حضرت محمد الباقر، حضرت محمد جعفر الصادق، اور حضرت اسماعیل کی امامت کے قائل ہیں۔

(ب) اثناء عشریہ: یہ بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ (۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ (۴) علی ثانی زین العابدین (۵) حضرت محمد الباقر (۶) حضرت جعفر الصادق (۷) حضرت موسیٰ الکاظم (۸) حضرت علی الرضا (۹) حضرت ابو جعفر محمد الجواد التقی (۱۰) حضرت علی رابع نقی (۱۱) حضرت ابو محمد الحسن بن علی العسکری المہدی (۱۲) حضرت محمد المہدی۔

Marfat.com

شیعہ عقائد کے مطابق یہ آخری امام پانچ برس کی عمر میں ''سر من رأی'' کے ایک غار میں غائب ہو گئے تھے۔ ان کے مطابق وہ اب تک زندہ ہیں۔ وہ ان کے ظہور ثانی کے انتظار میں ہیں۔ وہ انہیں امام غائب، امام منتظر اور امام قائم کے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ ایرانی لوگ اثنا عشری ہیں۔

۳۔ غلاۃ - غالیہ: غالی شیعہ میں سے بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں بے حد مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور انہیں منصب نبوت پر فائز کرتے ہیں۔ بعض اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ کہتے ہیں کہ ذات خداوندی حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حلول کر آئی تھی۔ عبداللہ بن سبا کے متبعین کا خیال یہی تھا۔ ان کے چوبیس فرقے بن گئے۔

۴۔ کیسانیہ: کیسان مولا حسن مجتبیٰ یا علی المرتضیٰ کی طرف خود کو منسوب کرتے ہیں۔ یہ کل چھ فرقے ہیں۔

(ب) معتزلہ

معتزلہ کے بانی واصل بن عطاء تھے۔ یہ بزرگ ایرانی الاصل تھے، حضرت خواجہ حسن بصری (م 110ھ) کے ممتاز تلامذہ میں شامل تھے۔ واصل بن عطاء نے سب سے اول مذہبی اعتقادات میں عقلی میلانات کی طرف رجوع کیا۔ واصل بن عطاء اور خواجہ حسن بصری کے درمیان ''عقلیات'' کے موضوع پر مباحث بھی ہوتے رہتے تھے۔ خواجہ حسن بصری نے ان کو ان فلسفیانہ مباحث سے گریزاں رہنے کے لیے کہا مگر اس نے تسلیم نہیں کیا تو حضرت خواجہ حسن بصری نے ان کو اپنے درس سے نکال دیا اور کہا کہ وہ اعتزال کا شکار ہو گیا ہے یعنی صحیح معیار سے الگ ہو کر دین کے معاملہ میں عقل کو معیار ٹھہراتا ہے جو دین کے منافی ہے ایک فرقہ اس وقت سے واصل بن عطاء کے ساتھ معتزلہ کا لفظ مشہور ہو گیا اور اس کی فکر کے نشو و ارتقاء سے ''معتزلہ'' کے نام سے ایک فرقہ وجود میں آ گیا۔

معتزلی، عقائد کے بیان میں نقلی دلائل کی بجائے عقلی دلائل پر زیادہ اعتماد کرتے

Marfat.com

ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اشیاء کے حسن و قبح کا فیصلہ از روئے عقل کرتے تھے۔ معتزلہ کے عقائد، افکار و آراء فلسفہ سے متاثر معلوم ہوتے ہیں۔ جس کی عباسی دور میں بڑی گرما گرمی تھی، کسی حد تک وہ فلسفہ کا مطالعہ کرنے کے لیے مجبور بھی تھے کیونکہ ان کا سامنا مخالفین اسلام سے تھا جو یونانی فلاسفہ سے متاثر تھے۔ لہٰذا اعداء اسلام کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے معتزلہ نے بھی فلسفیانہ طرز استدلال اختیار کیا اور ان کے قواعد سیکھے۔

عباسی خلافت کے ابتدائی دور میں معتزلہ کو خلفاء کا تقرب حاصل رہا، کیونکہ زنادقہ کے خلاف نبرد آزما ہونے کے لیے خلیفہ مہدی کو معتزلہ کی ضرورت تھی۔ خلیفہ مامون الرشید اپنے آپ کو معتزلی شمار کرتا تھا اور اُن کا دست راست بنا رہا۔ مامون نے اپنی حکومت میں معتزلہ میں سے امراء، وزراء، کاتب اور اعوان و انصار بنائے تھے۔ مامون کے بعد معتصم اور واثق باللہ بھی اسی راہ پر گامزن رہے۔ ان تینوں نے امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پر بڑے مظالم توڑے اور انہیں عقیدہ خلق قرآن کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنا چاہا۔ مگر وہ نہ مانے۔ جب خلیفہ متوکل کا دور آیا تو اس نے حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے تمام تکلیفیں رفع کر دیں اور معتزلہ کو جور و تشدد کا نشانہ بنایا۔ پھر مرور زمانہ سے معتزلہ کی اہمیت کم ہوتی چلی گئی۔

(ج) خوارج

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے جنگ صفین (صفر 37ھ/ جولائی 657ء) کے موقع پر تحکیم کی جو تجویز پیش کی تھی اس تجویز سے اختلاف کرتے ہوئے ایک علیحدہ فرقہ پیدا ہوا۔ اس تجویز کا مدعا یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو اختلاف پیدا ہوا جو بالآخر باہمی جنگ کا باعث بنا اس کو دو حکموں (پنچوں) کے سپرد کیا جائے تاکہ وہ قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کریں۔ اس کے لیے سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیّدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حکم مقرر

Marfat.com

ہوئے جبکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج کی اکثریت نے اس تجویز کو بلا تاخیر قبول کیا مگران میں سے ایک گروہ نے جن میں سے بیشتر بنوتمیم کے لوگ تھے اس کی شدید مخالفت کی کہ کسی انسانی فیصلے کواحکام الٰہی سے بالاتر جگہ دی جائے اور بطور دلیل یہ آواز بلند کی کہ ''لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ'' (یعنی سوائے اللہ اور کوئی حکم نہیں لگا سکتا) انہوں نے فوج کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ دومۃ الجندل کے مقام پر پیش آیا۔ خوارج نے حروراء کے گاؤں میں جا کر جو کوفہ سے زیادہ دور نہ تھا ایک شخص عبداللہ بن وھب الراسبی نامی کو اپنا سردار منتخب کیا۔ یہ لوگ جنہوں نے سب سے پہلے اختلاف کیا الحروریّہ یا المحکمۃ کہلائے۔ پھراس نام کے وسیع مفہوم میں خاص طور پر جب پنچوں کا فیصلہ خوارج کی توقعات کے بالکل برعکس ہوا تو اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف داروں میں سے بہت سے لوگ خفیہ طور پر کوفہ سے باہر نکل آئے اور ابن وھب کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ان کے کوفہ سے باہر نکلنے (خروج) کی وجہ سے انھیں ''خوارج'' کا نام دیا گیا۔

خوارج نے جلد ہی اپنے انتہائی تعصّب اور تنگ نظری کا اظہار پے بہ پے انتہا پسند اعلانات اور دہشت ناک افعال کی صورت میں کیا۔ (خلاصہ از دائرۃ المعارف الاسلامیہ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور)

(د) اشاعرہ

تیسری صدی ہجری کے آخر اور چوتھی صدی کے آغاز میں دو عظیم ہستیاں جلوہ گر ہوئیں۔ جو دقّت نظر، طرز استدلال، قوت دلائل اور کثرت متبعین کے اعتبار سے ممتاز تھیں۔ ایک ابو منصور ماتریدی اور دوسرے ابوالحسن اشعری۔ یہ دونوں محدثین وفقہاء کے عقائد ومسائل کی طرف دعوت دیتے تھے۔ امام اشعری بصرہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً 330ھ میں وفات پائی۔ یہ علم کلام میں مشہور معتزلی شیخ جبائی کے شاگرد تھے۔ مگر اپنے افکار وآراء میں ان سے اختلاف کے باعث رفتہ رفتہ ان سے دور ہوتے چلے گئے

Marfat.com

اور آخر کار محدثین وفقہاء کے ہمنوا بن گئے۔انہوں نے معتزلہ کی مخالفت کی۔

حق بات یہ ہے کہ امام اشعری کے اکثر افکار ونظریات مبالغہ آمیزی کرنے والوں کی نسبت مبنی براعتدال ہیں اور آپ کا مسلک انتہاء پسندانہ نظریات کے مقابلہ میں طریق اعتدال سے متصف اور اقرب الی الصواب ہے۔اکثر علماء ان کو امام اہل سنت وجماعت کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔

ابو منصور ماتریدی: تیسری صدی ہجری کے اواخر اور چوتھی صدی کے آغاز کی دو عظیم شخصیتوں میں سے ایک ابو منصور ماتریدی ہیں۔امام ابو منصور ماتریدی، ماترید نامی بستی میں پیدا ہوئے جو سمرقند کے مضافات میں واقع ہے۔آپ نے فقہ حنفی کا مطالعہ کیا اور اس میں مہارت پیدا کرلی۔لوگ فقہ، اصول فقہ اور دیگر علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔علم کلام میں آپ ایک مستقل مکتب فکر کے بانی قرار پائے جو اشعری مسلک کے قریب ہے۔اہل خراسان زیادہ تر ماتریدی مسلک رکھنے والے ہیں امام ماتریدی کا سن وفات 332ھ ہے۔

(ر) جبریہ

سیّدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے آواخر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پورے دور میں جن سیاسی اختلافات نے سر اٹھایا تھا انھی کے ساتھ ساتھ اعتقادات میں بھی اختلاف ظہور پذیر ہونے لگا تھا۔مثلاً ''تقدیر'' کا مسئلہ۔سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دنوں میں اور آپ کے بعد ''مسئلہ تقدیر'' بہت زور پکڑ گیا تھا۔

پھر گناہ کبیرہ کے مرتکب کے بارے میں اختلاف رونما ہوا کہ آیا وہ صاحب ایمان ہے، فاسق ہے یا خارج از اسلام اور کافر ہے یا اسلام اور کفر کے بین بین ہے۔پہلا قول جمہور مسلمانوں کا ہے کہ وہ صاحب ایمان ہے۔دوسرا قول خوارج کا ہے جبکہ تیسرا معتزلہ کا ہے۔چوتھے گروہ کا خیال ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا جس طرح کفر کی موجودگی میں اعمال بیکار ہیں۔یہ جبریہ ہیں۔

Marfat.com

ضمیمہ:ب

چند اہم اصطلاحات اور ان کا مفہوم

ا۔ سنت: سنت کا لغوی معنی (۱) وہ راستہ جس پر لوگوں کا گزر ہو۔ (۲) راہ عمل۔ (۳) طریقۂ کار۔ شرعی اصطلاح میں سنت سے حضرت محمد ﷺ کی سنت یعنی راہ عمل، طریقۂ کار اور طرز زندگی مراد ہے۔

جبکہ محدثین کی اصطلاح میں سنت کی تعریف یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل اور تقریر۔

۲۔ حدیث: حدیث کا لغوی معنی ہے خبر، بات گفتگو۔ محدثین کی اصطلاح میں حدیث سے مراد وہ خبر ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا قول، فعل، تقریر یا کسی صفت کا بیان ہو۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے، اور اس کو خبر اور اثر بھی کہا جاتا ہے۔

۳۔ حدیث کی اقسام: حدیث کی دو اقسام ہیں۔ (۱) خبر متواتر (۲) خبر واحد

خبر متواتر: وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے ہر زمانے میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے۔

خبر واحد: وہ حدیث جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں۔ خبر واحد کو اہل علم نے پانچ مختلف تقسیمات میں بیان کیا ہے۔

(الف) خبر واحد اپنے منتہیٰ کے اعتبار سے تین قسم پر ہے۔

(۱) مرفوع (۲) موقوف (۳) مقطوع

مرفوع: وہ حدیث، جس میں محمد رسول اللہ ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا ذکر ہو۔

موقوف: وہ حدیث، جس میں صحابی رسول ﷺ کے قول یا فعل یا تقریر کا بیان ہو۔

Marfat.com

مقطوع: وہ حدیث، جس میں تابعی کے قول یا فعل یا تقریر کا بیان ہو۔

(ب) خبر واحد کی دوسری تقسیم:

خبر واحد عدد کے اعتبار سے تین قسم پر ہے:

(۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

مشہور: وہ حدیث، جس کے راوی کسی عہد میں تین سے کم نہ رہے ہوں۔

عزیز: وہ حدیث، جس کے راوی کسی عہد میں دو سے کم نہ رہے ہوں۔

غریب: وہ حدیث، جس کا راوی کہیں نہ کہیں ایک ہو۔

(ج) خبر واحد کی تیسری تقسیم: خبر واحد، راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ/16 قسم پر ہے۔

(۱) صحیح لذاتہٖ: وہ حدیث، جس کے کل راوی عادل، کامل الضبط ہوں۔ اس کی سند متصل ہو، معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔

(۲) حسن لذاتہٖ: وہ حدیث، جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، باقی صحیح لذاتہٖ کی سب شرائط اس میں موجود ہوں۔

(۳) ضعیف: وہ حدیث، جس کے راوی میں حدیث صحیح وحسن کے شرائط نہ پائے جائیں۔

(۴) صحیح لغیرہٖ: حدیث، حسن لذاتہٖ، جس کی سندیں متعدد ہوں۔

(۵) حسن لغیرہٖ: وہ حدیث ضعیف جس کی سندیں متعدد ہوں۔

(۶) موضوع: وہ حدیث، جس کے راوی پر حدیث میں جھوٹ بولنے کا طعن موجود ہو۔

(۷) متروک: وہ حدیث، جس کا راوی متہم بالکذب ہو یا وہ روایت جو دین کے معلوم قواعد کے خلاف ہو۔

(۸) شاذ: وہ حدیث، جس کا راوی خود ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو

Marfat.com

جواس سے زیادہ ثقہ ہیں۔

(۹) محفوظ: وہ حدیث، جو شاذ کے مقابل ہو۔

(۱۰) منکر: وہ حدیث، جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے۔

(۱۱) معروف: وہ حدیث، جو منکر کے مقابل ہو۔

(۱۲) معلّل: وہ حدیث، جس میں کوئی ایسی خفیہ علت ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہے۔

(۱۳) مضطرب: وہ حدیث، جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے۔

(۱۴) مقلوب: وہ حدیث، جس میں بھول کر متن یا سند کے اندر تقدیم وتاخیر کی گئی ہو، لفظ مقدم کو مؤخر یا بالعکس یا بھول کر جائے۔ ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو۔

(۱۵) مصحّف: وہ حدیث، جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے نقطوں، حرکت وسکون کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو۔

(۱۶) مدرج: وہ حدیث، جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے۔

(د) خبر واحد کی چوتھی تقسیم: خبر واحد سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات 7 قسم پر ہے۔

1۔ متصل: وہ حدیث، جس کی سند میں پورے راوی مذکور ہوں۔

2۔ مسند: وہ حدیث، جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو۔

3۔ منقطع: جس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی ساقط ہوا ہو۔

4۔ معلق: جس کی سند کے شروع میں ایک یا کثیر راوی ساقط ہوئے ہوں۔

5۔ معضل: جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی ساقط ہوا ہو یا اس کی سند میں

Marfat.com

ایک سے زائد راوی ساقط ہوئے ہوں۔

6۔مرسل: وہ حدیث، جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی ساقط ہوا ہو۔

7۔مدلس: وہ حدیث، جس کا راوی اپنے شیخ یا شیخ کے شیخ کا نام چھپالیتا ہو۔

(ر) خبر واحد کی پانچویں تقسیم:

خبر واحد صیغہ کے اعتبار سے دو قسم پر ہے:

ا۔ مُعَنْعَن: وہ حدیث، جس کی سند لفظ عن ہو۔

۲۔ مُسَلْسَل: وہ حدیث، جس کی سند میں صیغ اداء کے یا راویوں کے صفات یا حالات ایک ہی طرح کے ہوں۔

کتب حدیث

اہل علم نے کتب حدیث کی درج ذیل مشہور اقسام بیان کی ہیں۔

پہلی تقسیم: کتب حدیث کی مختلف اعتبارات سے دو مشہور اقسام ہیں۔

وضع و ترتیب مسائل کے اعتبار سے کتب حدیث کی نو 9 قسمیں ہیں۔

1۔جامع:......حدیث کی وہ کتاب جس میں تفسیر، عقائد، آداب، احکام، مناقب، سیر، فتن اور علامات قیامت وغیرھا سے متعلق احادیث درج ہوں جیسے بخاری و ترمذی۔

2۔سنن:......وہ کتاب حدیث جس میں احکام کی احادیث، ابواب فقہ کی ترتیب کے موافق بیان ہوئی ہوں۔ جیسے سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ۔

3۔مسند:......صحابہ کرام کی ترتیب رتبی یا ترتیب حروف ہجاء یا تقدم تاخر قبولیت اسلام کے لحاظ سے جس کتاب میں احادیث مذکور ہوں۔ جیسے مسند احمد، مسند دارمی۔

4۔معجم:......وہ کتاب جس کے اندر وضع احادیث میں اساتذہ کی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہو۔ حدیث کی ایسی کتاب کو معجم کہا جاتا ہے۔ جیسے معجم طبرانی۔

5۔جزء:......حدیث کی وہ کتاب جس میں صرف ایک مسئلے سے متعلق احادیث کو یکجا جمع

Marfat.com

کیا گیا ہو۔ جیسے جزء القراۃ، جزء رفع الیدین للبخاری، وجزء القراۃ للبیہقی۔
6۔ مفرد:...... وہ کتاب جس میں صرف ایک شخص کی مرویات کو جمع کیا ہو۔
7۔ غریب:...... وہ کتاب جس میں ایک محدث کے متفردات جو کسی شیخ سے ماخوذ ہوں وہ اس میں ذکر ہوں۔
8۔ مستخرج:...... وہ کتاب جس میں دوسری کتاب کی حدیثوں کی زائد سندوں کا استخراج کیا گیا ہو۔ جیسے مستخرج ابوعوانہ۔
9۔ مستدرک:...... حدیث کی وہ کتاب، جس میں دوسری کتاب کی شرط کے موافق اس کی رہی ہوئی حدیثوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا گیا ہو۔ جیسے مستدرک حاکم۔

دوسری تقسیم: کتب حدیث مقبول وغیر مقبول ہونے کے اعتبار سے پانچ قسم پر ہیں:

۱۔ وہ کتب جن میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔

(۱) مؤطا امام مالک (۲) صحیح بخاری (۳) صحیح مسلم (۴) صحیح ابن حبان (۵) صحیح حاکم (۶) مختارہ ضیاء مقدسی (۷) صحیح ابن خزیمہ (۸) صحیح ابن عوانہ (۹) صحیح ابن سکن (۱۰) منتقی ابن جارود۔

۲۔ وہ کتب حدیث جس میں صحیح، حسن، ضعیف ہر طرح کی احادیث ہوں مگر سب قابل احتجاج ہوں۔ کیونکہ ان میں ضعیف بھی حسن کے قریب ہیں۔

(۱) سنن ابوداؤد (۲) جامع ترمذی (۳) سنن نسائی (۴) مسند احمد بن حنبل۔

۳۔ حدیث کی وہ کتب، جن میں حسن، منکر ہر نوع کی حدیثیں ہوں۔

سنن ابن ماجہ، مسند طیالسی، زیادات ابن احمد بن حنبل، مسند عبدالرزاق، مسند سعید بن منصور، مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی، مسند بزّار، مسند ابن جریر، تہذیب ابن جریر، تفسیر ابن جریر، تاریخ ابن مردویہ، تفسیر ابن مردویہ، معجم کبیر للطبرانی، معجم صغیر للطبرانی، معجم اوسط للطبرانی، سنن دارقطنی، غرائب دارقطنی، حلیہ ابی نعیم، سنن بیہقی، شعب الایمان بیہقی۔

۴۔ وہ کتابیں جن میں سب ضعیف ہیں الا ماشاء اللہ۔ نوادر الاصول (حکیم ترمذی)

Marfat.com

تاریخ الخلفاء، للسیوطی، تاریخ ابن نجار، مسند الفردوس دیلمی، کتاب الضعفاء عقیلی، کامل ابن عدی، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ ابن عساکر۔

۵۔ وہ کتب جن سے موضوع حدیثیں معلوم ہوتی ہیں۔

موضوعات ابن جوزی، موضوعات شیخ محمد طاہر نہروانی۔

صحاح ستہ: یہ بھی احادیث نبوی سے متعلق کتب کی قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح بخاری (۲) صحیح مسلم (۳) جامع ترمذی (۴) سنن نسائی (۵) سنن ابو داؤد (۶) سنن ابن ماجہ۔ بعض محدثین کرام نے ابن ماجہ کی جگہ مؤطاء امام مالک اور بعض نے مسند دارمی کو شمار کیا ہے۔

مراتب صحاح ستہ

پہلا مرتبہ: بخاری	دوسرا مرتبہ: مسلم
تیسرا مرتبہ: ابوداؤد	چوتھا مرتبہ: نسائی
پانچواں مرتبہ: ترمذی	چھٹا مرتبہ: ابن ماجہ

Marfat.com

ہمہ قسم کتب، ادویات اور طبی مشورہ کے لئے ہماری ویب سائٹ ملاحظہ فرمائیں
www.sulemani.com.pk

Marfat.com

حوالہ کتب

۱۔ابوسلمان سراج الاسلام حنیف ۲۰۱۱	معرفت علوم حدیث، دارالنوادر، اردو بازار۔ لاہور
۲۔ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری	معرفۃ علوم الحدیث، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور
۳۔اختر حسین عزمی (ڈاکٹر) ۲۰۰۹	فرزندِ حرم امام شافعی کے علمی سفر، منشورات۔ لاہور
۴۔ابن حجر عسقلانی	شرح نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر
۵۔احمد الدین امرتسری، خواجہ ۱۹۹۸	تفسیر بیان للناس دوست ایوسی ایٹس لاہور
۶۔اسرار احمد (ڈاکٹر) ۱۹۹۲	دعوت رجوع اہل القرآن کا منظر وپس منظر۔ مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن۔ لاہور
۷۔الشیخ مصطفیٰ حسنی السباعی	اسلام میں سنت وحدیث کا مقام۔ جلد دوم۔ مترجم ڈاکٹر مولانا احمد حسن ٹونکی۔ شعبہ تصنیف وتالیف مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی
۸۔افتخار احمد بلخی۔۱۹۸۸	تفسیر اور اس کا ارتقاء سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم: ۱۱۷-۱۲۷
۹۔ثناءاللہ حسین (مولف ومرتب) ۲۰۱۰	قرآن حکیم اور مستشرقین۔ شعبہ قرآن وتفسیر کلیہ عربی وعلوم اسلام۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Marfat.com

۱۰۔جلال الدین السیوطی	الاتقان۔ادارہ اسلامیات، لاہور
۱۱۔حسن مدنی (حافظ) ۱۴۲۲ھ	فتنہ انکار حدیث ماہنامہ محدث (اشاعت خاص، فتنہ انکار حدیث) جلد ۳۴، شمارہ ۸-۹
۱۲۔خالد علوی (ڈاکٹر) ۱۹۹۸	اصول الحدیث، الفیصل اردو بازار، لاہور
۱۳۔خالد علوی (ڈاکٹر) ۱۹۹۹	حفاظتِ حدیث، الفیصل اردو بازار، لاہور
۱۴۔سید ابوالاعلیٰ مودودی (مولانا) ۱۹۴۱	منصب رسالت نمبر ترجمان القرآن۔ جلد ۵۶ عدد ۶، اسلامک پبلی کیشنز لاہور
۱۵۔سید ابوالاعلیٰ مودودی (مولانا) ۲۰۰۹	سنت کی آئینی حیثیت اسلامک پبلی کیشنز لاہور
۱۶۔سید ابوالحسن علی ندوی (مولانا) ۱۹۸۰	مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی، مجلس نشریات اسلام۔کراچی
۱۷۔سرسید احمد خان ۱۹۹۸	تفسیر القرآن، دوست ایسوسی ایٹس لاہور
۱۸۔سید عبدالغفار بخاری (ڈاکٹر) ۲۰۱۰	عہد بنوامیہ میں محدثین کی خدمات ......فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ۔نشریات، اردو بازار لاہور
۱۹۔سید فخر الحسن ۱۹۸۸	علوم القرآن سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد دوم۔ص ۱۴۸-۱۳۳
۲۰۔شاہ محمد جعفر پھلواروی (مولانا) ۱۹۹۲	اجتہادی مسائل طبع سوئم ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲۱۔شیخ ولی الدین الخطیب ۱۹۳۱	اکمال فی اسماء الرجال، نذر محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، دہلی
۲۲۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	حجۃ البالغہ، دارالاشاعت، اردو بازار کراچی

Marfat.com

۲۳۔ضیاء الدین اصلاحی	تذکرۃ المحدثین، جلد اوّل، دوم، نیشنل بک فاؤنڈیشن۔اسلام آباد، پاکستان
۲۴۔ عبد الحمید خان عباسی (مولف / مرتب)۲۰۰۵	علم تفسیر اور اس کا ارتقاء۔ شعبہ قرآن وتفسیر کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
۲۵۔صبحی صالح (ڈاکٹر)	علوم القرآن (اردو ترجمہ) از غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز کارخانہ بازار فیصل آباد۔
۲۶۔صبحی صالح (ڈاکٹر)۱۹۶۸	علوم الحدیث (اردو ترجمہ) ملک برادرز کارخانہ بازار فیصل آباد
۲۷۔عزیز احمد (پروفیسر)۱۹۹۷	برصغیر میں اسلامی جدیدیت۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۲۸۔سہیل حسن (ڈاکٹر)۲۰۰۳	معجم اصطلاحاتِ حدیث طبع اول ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
۲۹۔عبدالغفار حسن (مولانا)۱۹۹۰	اسلام میں سنت کا مقام۔ رباط الاسلامیہ کراچی
۳۰۔عبدالغفار حسن (مولانا)۱۹۹۰	انتخابِ حدیث، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور
۳۱۔غلام احمد پرویز۲۰۰۲	قرآن فہمی کے قرآنی قوانین۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور
۳۲۔غلام احمد پرویز ۱۹۷۶	اسباب زوال امت، طلوع اسلام لاہور
۳۳۔فقیر محمد جہلمی 1980	حدائق الحنفیہ (طبع چہارم) مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار

Marfat.com

۳۴۔قاری محمد شریف	تاریخ قرآن۔ مکتبۂ رشیدیہ پاکستان چوک کراچی
۳۵۔محمد حمید اللہ (ڈاکٹر) ۱۹۹۸	خطبات بہاولپور طبع چہارم ادارہ تحقیقات اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد۔
۳۶۔محمد سرفراز خان صفدر (مولانا) ۲۰۱۰	انکار حدیث کے نتائج مکتبہ صفدریہ، گجرانوالہ
۳۷۔سعید احمد اکبر آبادی (مولانا)	فہم قرآن۔ ادارہ اسلامیات، انارکلی لاہور
۳۸۔شمس الحق افغانی (مولانا)	علوم القرآن۔ مکتبہ الحسن اردو بازار لاہور
۳۹۔محمد تقی عثمانی (مولانا)	علوم القرآن۔ مکتبہ دار العلوم کراچی
۴۰۔محمد حنیف ندوی (مولانا)	مطالعۂ قرآن۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور
۴۱۔محمد مختار الحق ۱۹۹۴	قرآن مجید کے اردو وتراجم وتفاسیر، سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر جلد سوم، ص ۴۷۱-۴۸۰
۴۲۔محمود احمد غازی (ڈاکٹر) ۲۰۰۹	محاضرات قرآن الفیصل اردو بازار لاہور
۴۳۔محمود احمد غازی (ڈاکٹر) ۲۰۱۱	محاضرات حدیث الفیصل اردو بازار لاہور
۴۴۔مناظر احسن گیلانی (مصنف)	تدوین حدیث۔ ادارۂ مجلس علمی کراچی ۱۳۷۵ھ
۴۵۔محمد طارق غوری ۲۰۰۲	برصغیر میں اہل قرآن کے مطالعۂ قرآن کے اسلوب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ...... تحقیقی مقالہ برائے ایم فل ڈگری (علوم اسلامیہ) علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
۴۶۔محمد زمان کلاچوی (مولانا) ۲۰۰۷	المصنفات فی الحدیث۔ القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ، برانچ پوسٹ آفس خالق آباد نوشہرہ

Marfat.com

۴۷۔ محمد حنیف گنگوہی (مولانا) ۲۰۰۰	ظفر المحصلین باحوال المصنفین۔ دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی نمبرا
۴۸۔ محمد انور شاہ کشمیری (مولانا) ۱۹۸۱	مقدمہ انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری دو حصے ۔ مکتبہ احمدیہ، حمید مارکیٹ مینا بازار گجرانوالہ
۴۹۔ محمد ثناء اللہ ندوی ۲۰۰۰	علوم اسلامیہ اور مستشرقین، نشریات، لاہور
۵۰۔ محمد باقر خان خاکوانی ۲۰۱۱	علوم الحدیث، ادبیات، لاہور
۵۱۔ محمد عاشق الٰہی (مفتی) ۱۹۸۶	فتنہ انکار حدیث اور اس کا پس منظر
۵۲۔ تقی الدین ندوی مظاہری (مولانا)	محدثین عظام اور ان کے علمی کارنامے مجلس نشریات اسلام کراچی
۵۳۔ محمود احمد الطحان ۱۹۹۸	تیسیر مصطلح الحدیث (اردو ترجمہ) فاروقی کتب خانہ لاہور
۵۴۔ محمد حنیف ندوی	مطالعہ حدیث۔ علم و عرفان پبلشرز۔ لاہور
۵۵۔ مظفر حسین ندوی	اصطلاحاتِ حدیث۔ ادارہ معارف اسلامی لاہور

Marfat.com

تعمیر پاکستان

مذہبی، ثقافتی محرکات: کل اور آج

ڈاکٹر محمد آفتاب خان

قیمت -/300 روپے

تقسیم ہندوستان کے وقت ہندو اور انگریز گٹھ جوڑ کے متحدہ قومیت، لادینیت اور اشتراکیت کے پُر فریب نعروں کے رد میں علامہ اقبال، قائداعظم، سیّد مودودی اور دیگر اکابر کے افکار کی روشنی میں تحریک پاکستان کے مقاصد کا تاریخی جائزہ۔ جو تشکیل پاکستان پر منتج ہوا۔ اس کتاب میں مصنف نے نوجوان نسل کو تعمیر پاکستان کے مقصد وحید کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کی ہے۔ جس کے باعث آج ہم علاقائی تعصب، قومیت پرستی لادینیت، اشتراکیت اور مغربی جمہوریت جیسی لعنتوں سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔

ادارہ مطبوعات سُلیمانی

: sulemani@gmail.com
: www.sulemani.com.pk

ہیڈ آفس:
رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
: 042-37232788, 042-37361408

چوبرجی برانچ:
۳۔ بی نیاز ویو کیم عقب خان بابا ریسٹورنٹ چوک چوبرجی لاہور۔
:042-37312648, 37352802

Marfat.com

علم تفسیر و حدیث کا ارتقاء

گزشتہ چودہ صدیوں میں

ڈاکٹر محمد آفتاب خان

ڈاکٹر مولانا عبدالحکیم اکبری

Marfat.com